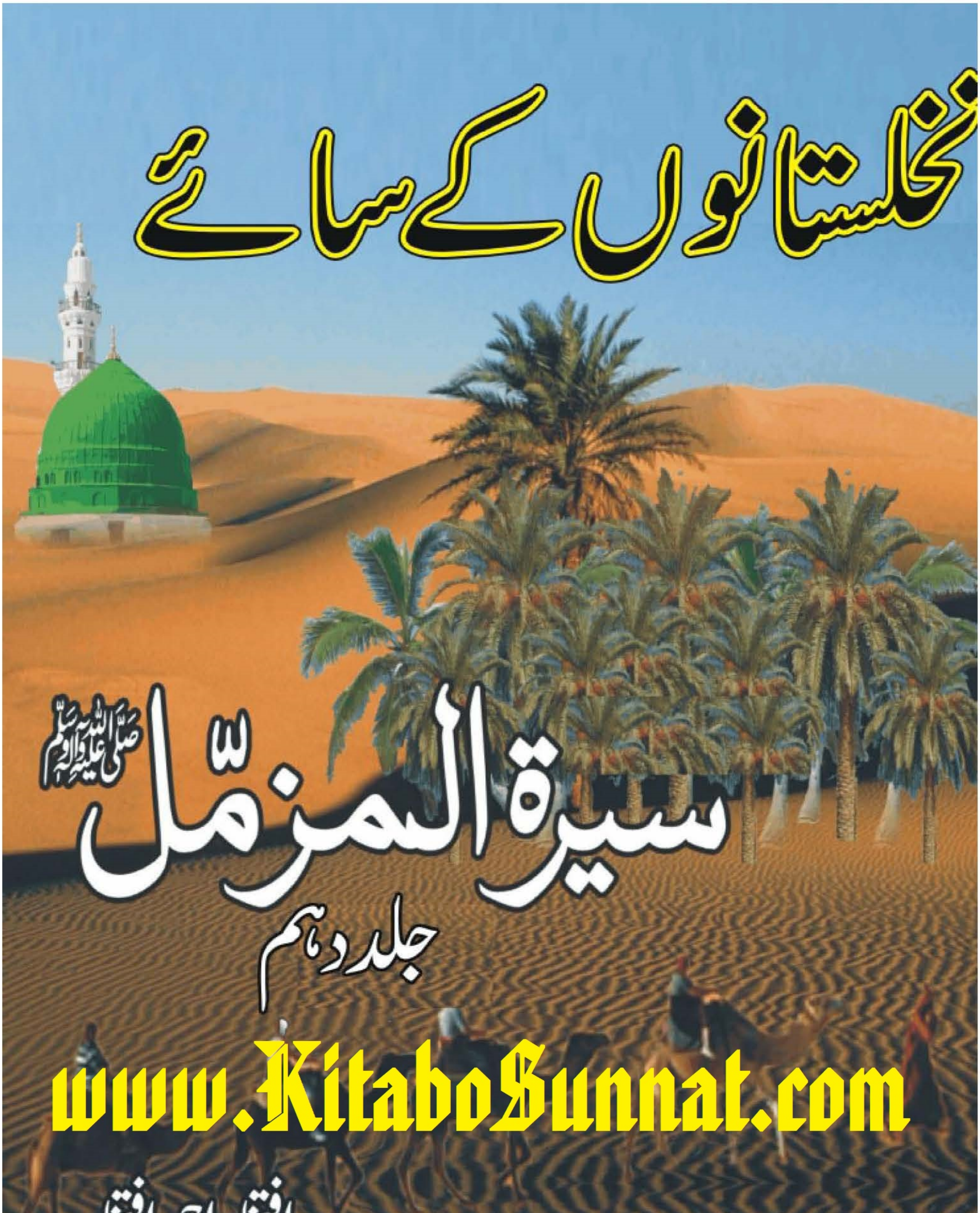

نخلستانوں کے سائے
سیرۃ المزمل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
جلد دہم
www.KitaboSunnat.com
افتخار احمد افتخار



افتخار احمد افتخار

رہائش؛ ڈنگہ ضلع گجرات تحصیل کھاریاں

فون ؛ 03006281898

میل ایڈریس ؛ ift1167@gmail.com

نام کتاب؛ سیرۃ المزمل ﷺ

جلد نمبر؛ جلد دہم (نخلستانوں کے سائے)

سنہ تحریر؛ نومبر 2011ء

کمپوزر و ڈیزائنر؛ افتخار احمد افتخار

اہتمام؛ کتاب وسنت ڈاٹ کام

مطالعہ کے لیے؛ https://kitabosunnat.com

ڈاؤنلوڈ کے لیے؛ (محدث لائبریری) https://kitabosunnat.com



انسان جانے کب سے اُس منزل کی تلاش میں ہے جہاں اُس کی خواہشات کی تکمیل ہو سکے جہاں اُس کی تشنہ آرزؤں کا جواب ہو، جہاں اُس کے خوابوں کی تعبیر ہو، جہاں اُس کی امیدوں کا ثمر ہو، جہاں خوشیوں کے ڈیرے ہوں، جہاں شجر سایہ دار ہو جہاں مہکتی بہار ہو، جہاں بہکتا خمار ہو، جہاں چمکتی دمکتی زندگی کا عکس شعلہ بار ہو مگر جب ایسا نہیں ہوتا اور شعور کی آنکھ کھولتے ہی انسان کا سامنا دکھ سے ہوتا ہے، بیماری اسے گھیر لیتی ہے، ذلت اُس کا مقدر ٹھرتی ہے، غربت اُس کے دامن

سے لپٹ جاتی ہے، رشتے اُسے دکھ دیتے ہیں دوست اُس کا غم نہیں سمجھتے، بیوی اُسے طعنے دیتی ہے تو انسان خود کو دنیا کا ناکام ترین انسان سمجھنے لگتا ہے، تب اُسے دنیا کی ہر چیز بری لگتی ہے، ہر بہار اس کا دل جلاتی ہے، دوسرے لوگوں کی خوشیوں پہ اس کا سینہ سلگنے لگتا ہے،شوخ رنگ اسے برے لگتے ہیں، کھل کے ہنسنے والا ہر انسان اسے زہر لگتا ہے، وہ خود کشی کے بارے میں سنجیدگی سے غور کرتا ہے اور اپنی بزدلی کی وجہ سے جلد ہی اسے ذہن سے نکال دیتا ہے۔ اس کے بعد وہ اپنی زندگی اور اس کائنات کے بارے میں سوچتا ہے اور اپنے برے مقدر کا نوحہ کرتا ہے مگر اس کے باوجود اسے یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ اُس نے زندگی کی جن راہوں کا انتخاب کیا ہے اُس میں اُس نے کہاں ٹھوکر کھائی ہے۔چند شاہ بخت ہی ایسے ہوتے ہیں جن کو بات سمجھ میں آجاتی ہے اور وہ اس بات کو جان جاتے ہیں کہ انہوں نے اپنی زندگی کو خالق کی اطاعت سے دور کر رکھا ہے یہی وجہ ہے کہ محرومیوں نے اُسے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے، تب انسان خالق کے در پہ جھک جاتا ہے اور خالق اپنے بندے کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔خالق کچھ عرصہ اپنے بندے کی توبہ کی پختگی کو پرکھتا ہے پھر زندگی کی آسانیاں اس پہ اترنی شروع ہوجاتی ہیں اس کے بعد انسان کا خالق کے ساتھ وہ رشتہ پختہ تر ہوتا رہتا ہے تب انسان کی خوشیوں کا محور بدل جاتا ہے اب دنیا کی آسائیشیں اُسے حقیر لگنے لگتی ہیں، خالق کی رضا اس کی

منزل ٹہرتی ہے ساتھ ہی اس پہ یہ بات بھی کھل جاتی ہے کہ اُس نے زندگی کے معنی سمجھنے میں ہی غلطی کی تھی۔ اس زندگی کا مقصد تو صرف خالق کی اطاعت اور اس کی رضا حاصل کرنا ہے اس کے بعد خالق کی طرف سے انسان کو ہر آسانی عطا کر دی جاتی ہے، خالق انسان کے شکر کی بنا پہ اُس سے راضی ہوتا ہے اور خالق کا شکر یہ ہے کہ انسان اس دنیا میں ایک ایسی زندگی بسر کرے جو دوسروں کے لیے فائدہ مند ہو، انسان لوگوں کی خاطر اپنے مال کی پرواہ نہ کرے، لوگوں کی خوشی کے لیے اپنی زندگی کو الجھن اور پریشانی میں ڈالے، اس دنیا میں انسان جب کسی دوسرے انسان پہ احسان کرتا ہے تب اُس کا خالق اُس سے خوش ہوتا ہے اور اس کی نعمت کا شکر ادا ہو جاتا ہے، جب انسان خالق کی نعمت کا شکر ادا کرتا ہے تو اس کی روح ہلکی ہو جاتی ہے اور وہ سرور اس کے اس عالم میں پہنچ جاتا ہے جو اس کی حقیقی منزل ہے، اسی منزل سے اُس کی وہ منزل بھی وابستہ ہے جو حقیقی فلاح کی منزل ہے اور روزِ محشر انسان کا کامیاب قرار دیا جانا ہی اس کی حقیقی کامیابی ہے۔ جب انسان کے دل میں اُس روز کی کامیابی کا شوق جڑ پکڑ لیتا ہے تب اس زندگی کی ہر منزل بھی اُس پہ آسان کر دی جاتی ہے اور زندگی کی ہر گذرتی ساعت اُسے منزل کے قریب لے جاتی ہے اور اس حقیقی کامیابی کے لیے خالق کی اطاعت سب سے پہلا مرحلہ ہے اور خالق کی اطاعت کا رستہ اللہ کے انبیاء بیان کرتے ہئیں تو نبی اکرم ﷺ نے زندگی

گذارنے کے لیے ہمارے لیے کون سی راہیں متعین کی ہیں سیرۃ المزمل میں انہی راہوں کے سنگ میل واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کو ہمارے لیے باعث رحمت بنا دے آمین

حقیر
افتخار احمد افتخار

بسم الله الرحمن الرحيم

حسن ترتیب

اشک قلم	4
حسن ترتیب	9
11 نبوی	16
ابورکانہ کی حیرت	17
موسم حج میں تبلیغی سرگرمیاں	23
مدینہ کے شاہ بخت	34
12 نبوی	39
اسراء	40
معراج النبی	61

مشاہدات 63
بیعت عقبہ اولیٰ 77
اہل مدینہ کو اسلام کی دعوت 81
13 نبوی 87
بیعت عقبہ ثانی 88
شرکائے بیعت عقبہ ثانی 95
کعب بن مالک کا قصیدہ 102
شیطان کی پکار 107
جہاد کی اجازت 112
ہجرت کی اجازت 116
حضرت عمر اور عیاش بن ربیعہ کی ہجرت 128
صہیب رومیؓ کی ہجرت 137

فلسفہ ہجرت	141
قریش کی سازش	147
شب ہجرت	155
سفر ہجرت	168
سراقہ بن مالک مدلجی	170
اُم معبد کی فصاحت	180
منزلیں اور مسافتیں	188
قبا میں آمد	192
یکم محرم، 1 ہجری بمطابق 17 جولائی 622ء	197
شہر نبوی	198
محبت کے لازوال افسانے	209
حزنِ سنگِ در	212

مہاجرین کی اقامت گاہیں	225
مؤاخات	229
مسجد نبوی کی تعمیر	243
حجرات کی تعمیر	251
اذان و اقامت	256
اصحابِ صفہ	263
مدینہ کی وبائیں	277
ریاست کو درپیش چیلنج	285
میثاق مدینہ	302
فلسفہ جہاد	320
کتاب المغازی	347
دستِ شمشیر زن	350

سریہ حمزہ	352
سریہ عبیدہ بن حارث	354
سریہ سعد بن ابی وقاص	360
1ہجری، متفرق واقعات	362
صحابہ جو ایک ہجری میں پیدا ہوئے	364
صحابہ جو ایک ہجری میں فوت ہوئے	367
1ہجری میں ایمان لائے	370
1ہجری ، دیگر واقعات	376
1ہجری ، احکام وقوانین	382
یکم محرم، 2 ہجری بمطابق 7 جولائی 623ء	385
غزوہ ابواء	386
غزوہ بواط	393

غزوہ سفوان 395

غزوہ عشیرۃ 398

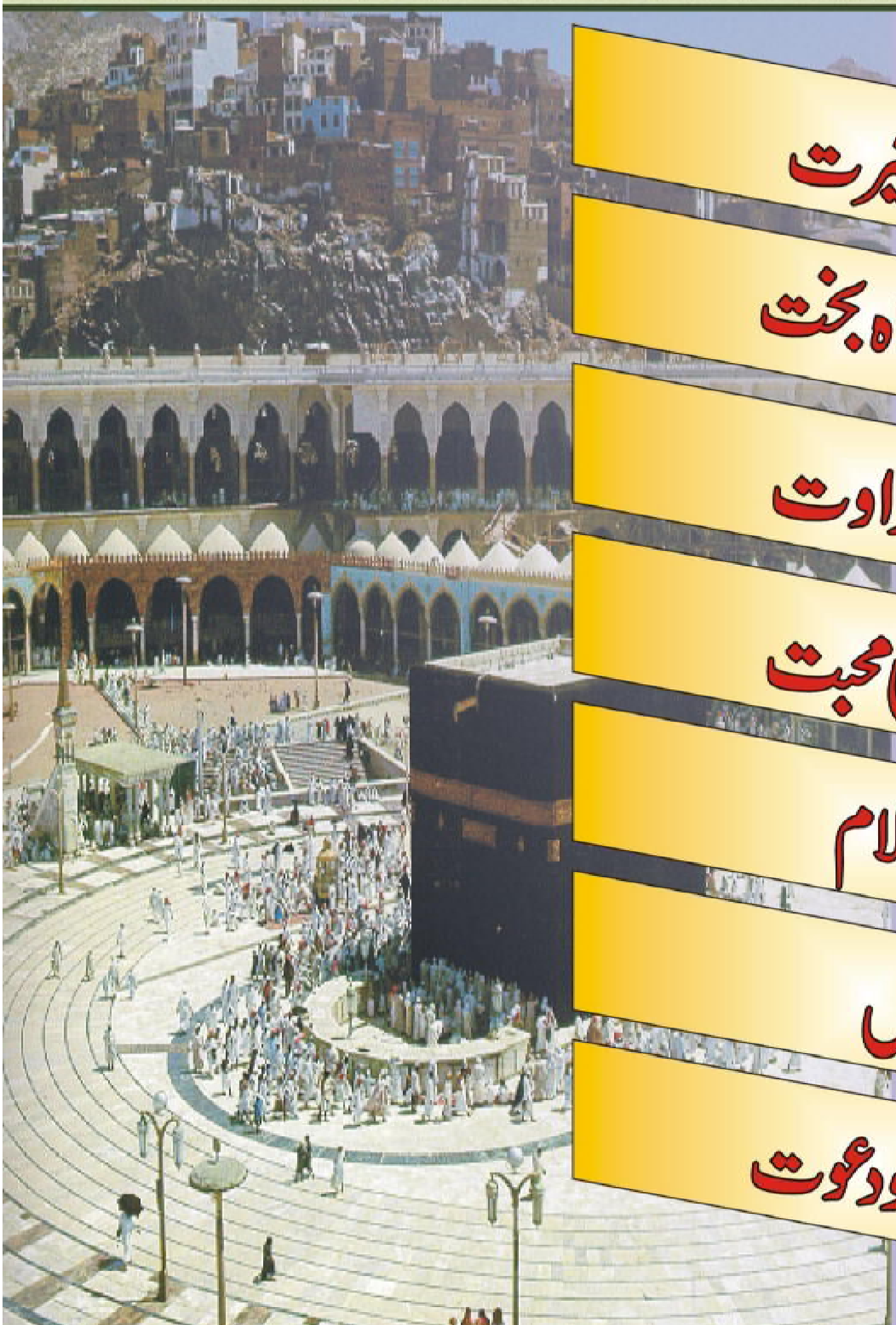
سریہ عبداللہ بن جحش 405

اشاریہ 416

ماخذ و مصادر و مراجع 422

اختتام 463

11 نبوی بمطابق رمضان 2 قبل ہجرت 1 اپریل 620ء



- ابورکانہؓ کی حیرت
- مدینہ کے شاہ بخت
- اہل مکہ کی عداوت
- اہل مدینہ کی محبت
- مدینہ میں اسلام
- حج کی رونقیں
- قبائل عرب کو دعوت

رمضان، 11 نبوی، 2 قبل ہجرت ،اپریل 620ء ... 621ء

ابورکانہؓ کی حیرت

نبی اکرم ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ کی سنت یہ رہی ہے کہ وہ اپنے انبیاء و رسل کو دشمن کی ایذا رسانی سے محفوظ رکھتے ہیں۔ اُن کے دشمن ایک حد سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں تو اللہ سبحانہٗ تعالیٰ اُن کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ وہ اپنے انبیاء و رسل کی معجزات سے مدد کرتے ہیں جب کبھی بھی اللہ کے کسی رسول نے کسی دوسرے شخص کو کوئی چیلنج دیا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ہی کو غلبہ عطا فرمایا ہے۔ اللہ کے رسول اپنے ساتھ نشانیاں لے کر آتے ہیں اور نبی اکرم ﷺ تو بے شمار نشانیاں لے کر آئے تھے۔ نبی اکرم ﷺ اپنے ساتھ جو نشانیاں لے کر اترے تھے اُن میں سب سے بڑی نشانی تو یقیناً قرآن ہے تاہم اُن معجزات کی تعداد بھی بے انتہا ہے جن کو خرقِ عادت کہا گیا ہے اور انھی نشانیوں میں سے ایک کا ظہور اُس

دن ہواجب ابورکانہ نے آپﷺ کوکشتی لڑنے کا چیلنج دیا۔

بیان کیا گیا ہے کہ ابورکانہ کا تعلق قریش سے تھا اور اپنے خاندان میں وہ سب سے طاقتور پہلوان تھا۔

امام سہیلی نے اُن کا نسب یوں بیان کیا ہے۔

رکانہ بن عبدیزید بن ہاشم بن عبدمناف۔[*1]

ایک دن مکہ معظّمہ کی ایک گھاٹی میں آنحضرت محمدﷺ کی ملاقات ابورکانہ سے ہوئی۔آپﷺ نے اُسے مخاطب کیا اور کہا:اے ابورکانہ کیا تو اپنے خدا سے نہیں ڈرتا اور اس دعوت کو قبول نہیں کرتا جسے میں لے کے آیا ہوں۔

ابورکانہ نے کہا،اے محمد(ﷺ)

اگر مجھے یقین ہوتا کہ آپ جو لے کرآئے ہیں وہ حق ہے تو میں یقیناً آپﷺ کی پیروی اختیار کرلیتا۔

آپﷺ نے ابورکانہ سے پوچھا؟

تمھیں کس طرح یقین آئے گا کہ میں جو لے کے آیا ہوں وہ حق ہے۔

ابورکانہ نے تھوڑی دیر سوچا پھر مسکراتے ہوکہا:

آپﷺ مجھ سے کشتی لڑلیں اگر آپﷺ نے مجھے پچھاڑ دیا تو میں آپ پہ ایمان لے آؤں گا۔

نبی اکرمﷺ نے فرمایا' مجھے منظور ہے۔

تب ابورکانہ کی آنکھوں میں حیرت تھی اور اُس کی حیرت بجا تھی اس لیے کہ دور دور تک کوئی ایسا پہلوان نہ تھا جو ابورکانہ سے کشتی لڑنے کی جرأت کرسکتا ہو۔ادھر آپﷺ اُسے چیلنج کررہے تھے جب کہ آپﷺ کا پہلوانی سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہ تھا۔

تاہم ابورکانہ نے کہا: آئیں پھر دو دو ہاتھ ہوجائیں۔

حضرت زید بن حارثہؓ بھی نبی اکرمﷺ کے ساتھ تھے۔آپﷺ نے اپنی چادر اتاری اور انھیں پکڑادی اور آپﷺ خود میدان میں نکل آئے۔

ابورکانہ کی حیرت ابھی تک قائم تھی تاہم وہ بھی میدان میں نکل آیا اور کشتی شروع ہوگئی۔

آپ ﷺ نے ایک پل میں اسے پچھاڑ دیا۔

اوراب حیرت سے ابورکانہ کی آنکھیں شاید پھٹنے کو تھیں۔

اُس نے کہا: محمد (ﷺ) مجھے کچھ سمجھ نہیں آئی کہ کیا ہوا ہے۔اس لیے آپ (ﷺ) ایک بار پھر مجھ سے کشتی لڑیں۔

آنحضرت محمد ﷺ نے کہا، ضرور۔

دوسری دفعہ پھر کشتی ہوئی اور آپ ﷺ نے پھر اسے لمحوں میں پچھاڑ دیا۔

ابورکانہ نے کہا: شاید میں حیرت سے ہی مرجاؤں کہ آپ (ﷺ) نے مجھے ہرا دیا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم سو بار بھی مجھ سے کشتی لڑو گے تب بھی میں ہی فاتح رہوں گا اس لیے کہ میں سچا ہوں اور تم جھوٹے ہو۔

ابورکانہ کہا: آپ (ﷺ) آخری بار مجھ سے کشتی لڑیں اس کے بعد میں آپ (ﷺ) سے اس بات کی فرمائش نہیں کروں گا۔

آنحضرت محمد ﷺ نے کہا: آجاؤ!

اور آپ ﷺ نے تیسری بار بھی ابورکانہ کو شکست دی۔

اب ابورکانہ نے ہار مان لی۔

وہ سر جھکائے کچھ سوچ رہا تھا کہ آپ (ﷺ) نے فرمایا:

ابورکانہ کیا سوچ رہے ہو اگر تمھیں اب بھی میری سچائی پہ اعتبار نہیں تو میں تمھیں اس سے عجیب بات بھی دکھا سکتا ہوں۔

ابورکانہ نے مرے مرے لہجے میں کہا: وہ کیا ہے؟

تب آپ ﷺ نے ابورکانہ سے کچھ فاصلے پہ کھڑے ایک بھاری بھرکم درخت کو آواز دی اور کہا: اے درخت۔

تم یہاں آؤ اور ابورکانہ کے ساتھ آکر کھڑے ہو جاؤ۔

اس درخت نے جیسے ہی یہ حکم سنا اپنی جگہ سے چل پڑا اور ابورکانہ کے ساتھ آکر کھڑا ہو گیا۔ابورکانہ کی آنکھیں پھٹنے کو تھیں۔

اوراب وہ منہ سے کچھ بولنے کے قابل نہ رہا تھا۔آپ ﷺ کے حکم سے درخت اپنی جگہ واپس چلا گیا۔

تب ابورکانہؓ آپ ﷺ پہ ایمان لے آیا۔اس کے بعد ابورکانہؓ کا سینہ ہمیشہ کے لیے روشن ہو گیا اوروہ حضرت امیر معاویہؓ کے عہد تک زندہ رہے۔صحابہ نے روایت کی ہے کہ ابورکانہؓ کی وجہ سے ہم کو یہ آسانی بھی حاصل ہوئی کہ پہلے ہم اپنی بیویوں کو طلاق دیتے تھے تو پھر اُن لوٹا نہ سکتے تھے۔مگر ایک بار جب ابورکانہؓ نے غصے میں آکر اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور وہ اس پہ بہت پشیمان تھے چنانچہ وہ آنحضرت محمد ﷺ کے پاس پہنچے اور آپ ﷺ کو صورتحال سے آگاہ کیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا :دراصل تمھارے دل میں کیا تھا؟

تو ابورکانہؓ نے آپ ﷺ کو بتایا کہ دراصل میں اُس کو صرف ایک طلاق دینا چاہتا تھا۔تب نبی اکرم ﷺ نے اُن کو اپنی بیوی کے پاس جانے کی اجازت دے دی۔حضرت ابورکانہؓ کے فرزند یزید بن رکانہؓ بھی صحابی ہیں اور انھوں نے حالت اسلام میں آنحضرت محمد ﷺ کی زیارت کی ہے۔ابورکانہؓ کے فرزند یزیدؓ بھی عربوں کے بہت بڑے پہلوان تھے اور پھر اُن کے فرزند علی بن یزیدؓ بھی اپنے باپ دادا کی طرح بہت طاقتور پہلوان تھے۔

چنانچہ مورخین نے لکھا ہے کہ؛

حضرت امیر معاویہؓ کے عہد میں ایک دفعہ علی بن یزیدؓ اور یزید بن معاویہ کے مابین کشتی ہوئی جس میں حضرت ابورکانہؓ کے پوتے علیؒ بن یزید نے یزید بن معاویہ کو بری طرح شکست دی۔یزید بن معاویہ ایک شقی القلب شخص تھا جیسا کہ واقعہ کربلا سے ظاہر ہے اس لیے اُس کے دل میں علیؒ بن یزید کے خلاف بغض بھر گیا۔اپنا بدلہ چکانے کے لیے ایک دن اُس نے ایک بہت ہی سرکش گھوڑا لیا اور علی بن یزیدؒ کو حکم دیا کہ وہ اس پہ سواری کرے۔

علی بن یزیدؒ نے گھوڑے کو دیکھا تو وہ یزید کا مدعا سمجھ گیا۔

مگر وہ خاندانی طور پہ بہادر اور طاقتور تھا اس لیے نہ وہ جھجکا نہ رکا بلکہ چھلانگ مار کے گھوڑے پہ سوار ہو گیا۔

اُن کے سوار ہوتے ہی گھوڑے نے اُن کو گرانے کی کوشش شروع کر دی۔

مگر وہ گھوڑا شاید نہیں جانتا تھا کہ اُس کی پشت پہ عربوں کا سب سے بڑا پہلوان سوار ہے۔اس لیے پہلے تو علی بن یزیدؓ نے گھوڑے کو یونہی سنبھالنے کی کوشش کی۔مگر جب وہ نہ مانا تو انھوں نے اپنے دل میں کہا: اچھا اگر تم نہیں مانتے تو تمھاری مرضی۔اور پھر جب انھوں نے اس سرکش گھوڑے کو اپنی رانوں کے درمیان دبایا تو گھوڑے کی ہڈیاں چیخ کے رہ گئیں۔

اور تھوڑی دیر بعد گھوڑا گرا اور مر گیا۔

یزید کے ساتھ اُس کے کئی حواری بھی یہ تماشہ دیکھنے کے چلے آئے تھے اور اُن کو علی بن یزیدؓ کی موت کا یقین تھا۔مگر جب علی نے اُن کے گھوڑے کو ہی مار ڈالا تو وہ حیرت زدہ رہ گئے۔علی بن یزیدؓ نے گھوڑے کو وہیں چھوڑا اور اُن لوگوں کی طرف آئے جو تماشہ دیکھ رہے تھے۔علی بن یزیدؓ نے اِن میں سے دو آدمیوں کو پکڑ لیا اور انھیں اپنی بغلوں میں دبا لیا۔اور وہ پکارنے لگے موت موت۔

تاہم علی بن یزید نے اُن کو نہیں مارا بلکہ چھوڑ دیا اور وہ زمین پہ گر پڑے۔

اہل قریش کی جہالت نے انھیں اس بات سے روک
رکھا تھا کہ وہ آنحضرت محمد ﷺ کو پہچانیں اُن کے
اصل منصب کو جانیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے
اب قریش کے علاوہ دیگر عربوں کو بھی اسلام کی دعو
ت دینی شروع کردی تھی اس لیے آپ ﷺ تو کل
علم کے لیے معبوث کئے گئے تھے۔

رمضان، 11 نبوی، 2 قبل ہجرت ، اپریل 620ء ... 621ء

موسم حج میں تبلیغی سرگرمیاں

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرمﷺ کے درجات کو بلند فرمایا اور آپﷺ کو اتنی رفعت عطا کی اور اُن اعزازات سے نوازا جن کی مثال ابنیاء کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ طائف سے واپسی کے بعد نبی اکرمﷺ نے لوگوں کو دین اسلام کی طرف بلانے کا کام زور وشور سے شروع کیا۔ تاہم اب آپﷺ نے اہل مکہ کی بجائے عرب کے دیگر لوگوں کو دعوت اسلام کی طرف بلایا۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ اہل مکہ کا رویہ آپﷺ کے ساتھ ہر گزرنے والے دن سخت تر ہوتا جا رہا تھا اور وقت گذرنے کے ساتھ وہ اپنے کفر میں پختہ تر ہوتے جا رہے تھے۔ وہ نبی اکرمﷺ کے ساتھ اور اسلام کے ساتھ اپنی عدوات میں اُس حد تک جا چکے تھے جہاں سے واپس آنا بہت مشکل تھا۔ حج کا موسم بھی آ رہا تھا اور عرب ہزاروں سال سے بیت اللہ کا حج کرنے کے لیے دور دراز سے سفر کر کے آتے تھے۔ چنانچہ جب حاجیوں کے قافلے مکہ میں آ ٹھہرے تب نبی اکرمﷺ نے اُن کو دعوت دینے کا آغاز کیا۔ حضرت جابرؓ ابن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آنحضرت محمدﷺ عرفات کے مقام پہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دے رہے ہیں۔

آپ ﷺ لوگوں سے فرماتے اے اہل عرب:

تم میں سے کون ہے جو مجھے قریش کے مقابل پناہ دے کہ قریش نے مجھے اللہ کا کلام لوگوں تک پہنچانے سے روک رکھا ہے۔

ابن ہشام نے ایک صحابی سے روایت کرتے ہوئے لکھا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو ہجرت نبوی سے پہلے دیکھا کہ آپ ﷺ منیٰ کے مقام پر لوگوں کے ٹھکانوں پہ جاتے اور اُن سے کہتے لوگو:

اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ۔ حضرت ابو طارقؓ سے روایت کرتے ہوئے امام برہان الدین حلبیؒ نے لکھا کہ حضرت ابو طارقؓ نے کہا کہ پہلی بار میں نے نبی اکرم ﷺ کو ذوالمجاز کے میلے میں دیکھا۔

آپ ﷺ لوگوں سے جا کر ملتے اور فرماتے کہو!

"لا الہ الا اللہ فلاح پاؤ گے"۔

میں نے یہ بھی دیکھا کہ ایک اور شخص بھی آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ ہے اُس کا سینہ ابھرا ہوا تھا اور اُس کے گالوں سے شعلے سے نکلتے محسوس ہوتے تھے۔ وہ نبی اکرم ﷺ کو پتھر مارتا اور لوگوں کو متنبہ کرتا کہ خیال رکھنا یہ تمہیں تمہارے آبائی دین سے ہٹا دیں گے۔ یہ لات وعزیٰ کا انکار کرتے ہیں جو ہمارے معبود ہیں جن کو ہمارے باپ دادا صدیوں سے پوجتے چلے آئے ہیں۔

ابو طارق نے کہا:

میں اُس وقت کم سن ہی تھا اس لیے میں نے اپنے باپ سے آپ ﷺ کے بارے میں پوچھا ؟ میرے باپ نے مجھے بتایا کہ یہ بنو ہاشم کا ایک نوجوان ہے جس نے عربوں میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے اُن کا کہنا ہے کہ اللہ نے اُن پہ اپنی کتاب اتاری ہے۔

اور وہ دوسرا شخص جو آپ ﷺ کو اذیت پہنچا رہا ہے؟

میں نے اپنے باپ سے پوچھا؟

وہ اِن کا چچا ہے جس کا نام عبدالعزیٰ ہے لوگ اسے ابولہب کے نام سے جانتے ہیں۔

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ؛

نبی اکرم ﷺ کے صحابہ نے یہ بات ہم تک پہنچائی کہ جب حج کا موسم آیا اور عرب منیٰ وعرفات میں

جمع ہو گئے تو آنحضرت محمد ﷺ مختلف قبائل کے ٹھکانوں پہ جاتے اور اُن سے کہتے۔

اے بنی فلاں! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول اور پیغمبر بنا کے بھیجا گیا ہوں، اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو، کسی اور کو اس کا شریک مت بناؤ اور اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کے سوا تم جس جس کی بھی عبادت کرتے ہو اس سے باز آ جاؤ کیونکہ یہ تو کھلی ہوئی گمراہی ہے جو تمہیں عذاب جہنم تک لے جائے گی۔ تو کون ہے جو تم میں سے اللہ کی ذات پہ ایمان لاتا ہے، میری تصدیق کرتا ہے اور مجھے اپنی حفاظت اور پشت پناہی کا یقین دلاتا ہے تا کہ میں آسانی سے اللہ کے دین کو لوگوں تک پہنچا سکوں۔

ابن اسحٰق نے بیان کیا کہ؛

نبی اکرم ﷺ قبیلہ کندہ اور قبیلہ کلب کے کچھ افراد کے پاس گئے اور لوگ اِن قبائل کو بنو عبداللہ کے نام سے بھی جانتے تھے۔

آپ ﷺ اُن کے ٹھکانے پہ تشریف لے گئے اور اُن سے کہا:

اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ کا نام عبداللہ رکھ کے اُس کے ساتھ خیر کا معاملہ کیا ہے کیونکہ میں اس بارے میں آگاہ ہوں کہ اللہ کے نزدیک سب سے بہتر نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اُن کو دین اسلام کی دعوت دی اور اللہ کے کلام کو اُن پہ پیش فرمایا اور اُن کی جماعت سے مدد چاہی۔ مگر اُن لوگوں نے آپ ﷺ کی اعانت کرنے سے انکار کر دیا۔

اس کے بعد آپ ﷺ حضرت ابو بکرؓ صدیق کے ساتھ عربوں کے ایک اور قبیلے کی طرف گئے اور اُن کو اسلام کی دعوت دی۔

یہ بنی حنیفہ اور بنی عامر بن صعصعہ کے لوگ تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن کو دین اسلام کی دعوت دی اور قرآن حکیم کی آیات اُن کے سامنے تلاوت کیں۔

اُن لوگوں میں سے ایک شخص بولا:

ہم آپ ﷺ کی پیروی کرنے کے لیے تیار ہیں مگر ہماری ایک شرط ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے کہا' اسے بیان کرو۔

انہوں نے کہا:

ہم چاہتے ہیں کہ ہماری نصرت وامداد کے بعد جب آپ کو عربوں پہ غلبہ حاصل ہو جائے تو اس کے بعد حکمرانی پہ صرف ہمارا حق ہو۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن کو جواب دیا:

سرداری اور حکومت تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے وہ جس کو چاہے سونپ دے۔

عربوں کے سردار نے کہا:

تو کیا آپ ﷺ یہ چاہتے ہیں کہ آج ہم اپنے سینے عربوں کی تلواروں کے لیے کھول دیں اور کل کو حکومت کسی اور کے ہاتھ میں چلی جائے۔

ہمیں اس بات کی کوئی ضرورت نہیں جس کو آپ ﷺ پیش کر رہے ہیں۔

بنو عامر کا یہ قبیلہ جب اپنے وطن واپس پہنچا تب وہ اپنے اُس شیخ کے سامنے پیش ہوئے جس کو وہ بڑھاپے کی وجہ سے اپنے ساتھ نہیں لے جا سکے تھے مگر وہ اُن کا بزرگ تھا اور لوگوں کے دلوں میں اس کی عزت تھی لوگ اس کی دانش کے قائل تھے۔

اُس نے اپنے لوگوں سے کہا: مجھے بتاؤ ایام حج میں تمہارے ساتھ کیا گذری۔

لوگوں نے اپنے تمام حالاتِ سفر اپنے اُس جہاندیدہ بزرگ کے سامنے پیش کئے اور اپنی بات میں انھوں نے آنحضرت محمد ﷺ کا ذکر بھی کیا:

کہ نبی اکرم ﷺ نے اِن لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تھی۔

اُس کے متعلق مجھے کچھ اور بتاؤ۔

اُن کے بزرگ کا اشتیاق دیدنی تھا۔

لوگوں نے اُسے بتایا کہ وہ بنو ہاشم کا ایک جوان ہے جس کا نام محمد (ﷺ) ہے اُس نے دعویٰ کیا ہے وہ اللہ کا رسول ہے اور اللہ نے اُس پہ اپنی کتاب اتاری ہے اُس نے ہمیں بھی اپنے دین کی دعوت دی تھی۔

تب تمہاری عقل کیا گھاس چرنے گئی ہوئی تھی۔

بنو عامر کے برزگ شیخ نے اپنی قوم کو جھڑکا۔

اے بنی عامر! کیا اس غلطی کا مداوا ممکن ہے کیا تم جانتے ہو کہ بنو اسماعیل میں سے کسی نے کبھی جھوٹی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔

وہ یقیناً سچے ہیں اور اللہ کے رسول ہیں مگر تمہاری عقلوں کی تنگی نے تمہیں اُن کے انکار پہ آمادہ کر دیا۔

☯☯☯☯☯☯☯

حج کے اسی موسم میں نبی اکرم ﷺ بنی عبس، بنی سلیم، بنی غسان، بنی محارب بنی فرازہ، بنی نضر، بنی مرہ، بنی عذرہ اور بنی حضارمہ جیسے قبائل کے ٹھکانوں پہ بھی تشریف لے گئے اور اُن کو دین اسلام کی دعوت دی، توحید کی طرف بلایا، فلاح و کامیابی کی طرف راہنمائی کی۔ مگر اِن قبائل میں سے اکثر و بیشتر نے ایک ہی جواب دیا کہ چونکہ خود آپ کے اپنے گھر والوں نے آپ ﷺ کی پیروی نہیں کی جو آپ کو ہم سے بہتر جانتے ہیں تو ہم آپ کی پیروی کیوں کریں؟

اور یہ دراصل اُن کے دلوں کی کجی تھی جس نے انہیں نبی اکرم ﷺ کی بات کو غور سے سننے بھی نہ دیا۔ یا یہ اُن کے مقدر کا اندھیرا تھا جس نے انہیں اندھا کر رکھا تھا اور وہ نبی اکرم ﷺ کی دعوت حق کو پہچاننے سے عاری رہے تھے۔ عربوں میں سے جن قبائل نے نبی اکرم ﷺ کو نہایت برا جواب دیا تھا اُن میں بنو حنیفہ تھے اور بنو ثقیف تھے۔ بنی حنیفہ یمامہ کے رہنے والے تھے اور مسلیمہ کذاب جیسا برا فرزند انھی میں پیدا ہوا تھا جس نے اسلام میں فتنہ بپا کر دیا تھا اور خود اپنی نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا اور بنو ثقیف کا احوال اس سے قبل گذر چکا ہے یہ اہل طائف تھے۔

نبی اکرم ﷺ کی حدیث ہے کہ عربوں کے بدترین قبیلے بنی ثقیف اور بنو حنیفہ ہیں۔ تاہم یاد رہے کہ سب قبائل کے لوگوں نے آپ ﷺ کے ساتھ ناروا سلوک نہ کیا تھا بلکہ بعض قبائل نے آپ ﷺ کی بات نہایت ادب و احترام کے ساتھ سنی اور آپ ﷺ سے سوچنے کے لیے وقت مانگا۔ انھی میں بنو شیبان بن ثعلبہ بھی تھے جنھوں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حسن سلوک کیا اور آپ ﷺ کی بات کو توجہ کے ساتھ سنا۔ حضرت ابن عباسؓ نے روایت کی ہے کہ اسی موسم حج میں ایک دن نبی اکرم ﷺ بنی ثعلبہ کے خیموں کی طرف گئے اور اُن کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی تھے اور حضرت علیؓ بھی۔

نبی اکرم ﷺ نے قبیلہ شیبان ابن ثعلبہ کے سرداروں سے ملاقات کی جن میں مفروق ابن عمرو، ہانی ابن قصبیہ، مثنیٰ بن حارثہ وغیرہ شامل تھے۔مفروق اپنے قبیلے کا نمایاں شخص تھا وہ ایک بہت خوبصورت جوان تھا جس کی پیشانی کشادہ اور روشن تھی اور اپنے قبیلے میں اسی کو سب سے زیادہ فصیح البیان مانا جاتا تھا۔

اُس مجلس میں مفروق حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس بیٹھا تھا۔

چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اُس سے کہا:

آپ کے قبیلے کے آدمیوں کی تعداد کتنی ہے۔

مفروق نے کہا: ہم تعداد میں ہزار سے کچھ اوپر ہیں مگر تعداد کی یہ کمی ہم کو شکست سے دوچار نہیں کر سکتی کیونکہ ہمارے ہاں شجاع نوجوانوں کی کمی نہیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مفروق سے پھر پوچھا؟

آپ لوگ اپنی حفاظت کس طرح کرتے ہو۔ہم کوشش کرتے ہیں اور اپنی بھرپور طاقت کا استعمال کرتے ہیں فتح ونصرت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہے عطا کر دے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مفروق سے مزید پوچھا؟

تم لوگوں کی جب دشمن سے لڑائی ہوتی ہے تو اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے۔

مفروق نے کہا: جب ہم دشمن سے ٹکراتے ہیں تو پر جوش اور غضب ناک ہوتے ہیں اور جب ہمیں غصہ دلایا جائے تب پہاڑ بھی ہم سے لرزتے ہیں۔ہم لوگ اپنے ہتھیاروں اور سواریوں سے اپنی اولاد کے مقابل زیادہ محبت رکھتے ہیں اور اپنے جنگی گھوڑوں کو سنیت سنیت کر رکھتے ہیں اور جہاں تک فتح وشکست کا تعلق ہے تو وہ اللہ کے ہاتھ میں ہے کبھی وہ ہمیں فتح عطا فرماتا ہے اور کبھی ہمارے دشمن پہ مہربان ہوجاتا ہے۔

اب مفروق نے حضرت ابوبکرؓ سے سوال کیا؟

آپ لوگ شاید قریش سے ہیں، ہاں ہم قریش سے ہیں اور شاید آپ لوگوں نے سنا ہو کہ قریش کے ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔

مفروق نے کہا: ہاں ہم اس امر سے واقف ہیں اور مشتاق ہیں کہ اُس شخص سے ملیں۔۔

یہ محمد ابن عبداللہ (ﷺ) ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی انگلی سے نبی اکرم ﷺ کی طرف اشارہ کیا اور یہی اللہ کے وہ برگزیدہ رسول ہیں جن پہ کتاب اتاری جارہی ہے اور ہم لوگ اِن کے ساتھ اسی لیے تشریف لائے ہیں تا کہ آنحضرت محمد ﷺ آپ لوگوں کو دین اسلام کی دعوت دے سکیں۔ بنوشیبان کے سردار یہ سن کے خوش ہوگئے کہ نبی اکرم ﷺ اُن کے خیمے میں تشریف لائے ہیں۔ چنانچہ سب سے پہلے مفروق نے ہی نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کیا اور کہا: اے میرے قریشی بھائی۔

ہم کو بتایئے آپ لوگوں کو کس بات کی طرف بلاتے ہیں؟

آنحضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ میں لوگوں کو اس چیز کی طرف بلاتا ہوں کہ لوگ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور میں لوگوں کو اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ وہ میری اعانت کریں مجھے اپنی پناہ میں لے لیں کیونکہ میرے خاندان نے مجھے دین اسلام کی دعوت دینے سے روک رکھا ہے وہ خود بھی گمراہ ہیں اور لوگوں کو بھی گمراہی کی دعوت دیتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی ذات بے نیاز اور قابل تعریف ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پہ اپنی کتاب اتاری ہے اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اِن آیاتِ کریمہ کی تلاوت کی۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا
وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا
ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ
وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ O

(القرآن الحکیم سورۃ الانعام آیات 52...50)

ترجمہ:

”آپ اُن سے کہیے کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کے سناؤں جن کو تمہارے رب نے تم پہ حرام فرمایا ہے ان میں سے یہ ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ ماں اور باپ کے

ساتھ احسان کیا کرو، اور اپنی اولاد کو افلاس کے ڈر سے قتل نہ کیا کرو ہم اِن کو اور تم کو بھی رزق دیتے ہیں اور بے حیائی کے جتنے بھی طریقے ہیں ان کے پاس بھی مت جایا کرو خواہ وہ اعلانیہ ہوں خواہ پوشیدہ ہوں اور جس کا خون اللہ تعالیٰ نے تم پہ حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت کرو اِلہ یہ کہ تم حق پر ہو اس امر کا تم کو تاکیدی حکم دیا جاتا ہے تاکہ تم سمجھو''۔

☯☯☯☯☯☯☯

بنو شیبان بن ثعلبہ کے لوگ بڑے ذوق وشوق سے اللہ کا کلام سن رہے تھے اور وہ اس سے متاثر نظر آتے تھے۔ چنانچہ مفروق ابن عمرو کو کہنا پڑا کہ یہ کلام یقیناً بلند و برتر ہے اور یہ کلام یقیناً کسی زمین والے کا نہیں ہوسکتا۔

اس کے بعد مفروق نے کہا: اے میرے قریشی بھائی۔

اس کے علاوہ آپ ﷺ کس بات کی تلقین کرتے ہیں۔

تب نبی اکرم ﷺ نے سورۃ نحل کی کچھ آیات اُن کے سامنے پیش کیں۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآ ئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآ ءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ O وَاَوْفُوْا بِعَھْدِ اللّٰہِ اِذَا عٰھَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَیْمَانَ بَعْدَ تَوْکِیْدِھَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰہَ عَلَیْکُمْ کَفِیْلًا اِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ O وَلَا تَکُوْنُوا کَالَّتِیْ نَقَضَتْ غَزْلَھَا مِنْ بَعْدِ قُوَّۃٍ اَنْکَاثًا تَتَّخِذُوْنَ اَیْمَانَکُمْ دَخَلًا بَیْنَکُمْ اَنْ تَکُوْنَ اُمَّۃٌ ھِیَ اَرْبٰی مِنْ اُمَّۃٍ اِنَّمَا یَبْلُوْکُمُ اللّٰہُ بِہٖ وَلَیُبَیِّنَنَّ لَکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مَا کُنْتُمْ فِیْہِ تَخْتَلِفُوْنَO

(القرآن الحکیم سورۃ الانحل آیات 92...89)

ترجمہ؛

''بے شک اللہ تعالیٰ اعتدال اور احسان کو پسند فرماتے ہیں اور اہل قرابت سے حسن سلوک کا حکم دیتے ہیں اور کھلی برائی اور مطلق برائی اور ظلم کرنے سے منع فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ تم کو

نصیحت کرتے ہیں تاکہ تم ہدایت حاصل کرسکواور جب تم اللہ سے کوئی عہد کروتو اس کو پورا کرو
اور قسموں کواس کے مستحکم کرنے کے بعد پورا کرو جب کہ تم اللہ تعالیٰ کو بھی گواہ بنا چکے ہو بے
شک اللہ تعالیٰ کواس کا علم ہے جو کچھ تم کرتے ہو اور تم اُس دیوانی عورت کی طرح مت ہو جانا
جو اپنا سوت کاتتی ہے اور اُس کو پھر سے ادھیڑ دیتی ہے اپنی قسموں کو آپس میں فساد ڈالنے کا
ذریعہ نہ بناؤ محض اس لیے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے بڑھ جائے پس اللہ تعالیٰ یونہی
تمہاری آزمائش کرتا ہے اور جن چیزوں میں تم اختلاف کرتے رہے قیامت کے دن کے وہ
اِن سب کو عملاً تمہارے سامنے ظاہر کردے گا''۔

☯☯☯☯☯☯☯

قرآن حکیم کی یہ آیات سن کے مفروق پھر سے بول اٹھا:
خدا کی قسم! آپﷺ اونچے اخلاق اور بہتر اعمال کی دعوت دیتے ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے آپ
ﷺ کو جھٹلایا ہے یقیناً عقلوں سے عاری ہیں۔ مفروق نے اب اپنے ساتھ بیٹھے ایک اہم شخص کو
گفتگو میں شامل ہونے کی دعوت دی اور وہ ہانی ابن قبیصہ تھے۔ انھوں نے آنحضرت محمدﷺ کو
مخاطب کرتے ہوئے ہانی ابن قبیصہ کا تعارف کراتے ہوئے کہا:
میرے قریشی بھائی! یہ ہمارے دینی پیشوا ہانی ابن قبیصہ ہیں۔
ہانی ابن قبیصہ نے کہا:
ہم نے آپﷺ کی دعوت اور آپ کے پیغام کو غور سے سنا آپ اگر میرے اکیلے کی رائے جاننا
چائیں تو میں چاہتا ہوں کہ ہم ابھی اپنا دین چھوڑ دیں اور آپﷺ کی پیروی اختیار کرلیں مگر بہتر یہ
ہے کہ اس عمدہ کام کے لیے ہم اپنی قوم سے مشاورت کریں اور اس کے بعد کوئی فیصلہ کریں تاکہ وہ
آغاز کے لحاظ سے بھی عمدہ ثابت ہو اور انجام کے لحاظ سے بھی عمدہ رہے۔
اور اس کے لیے ہم ایک مجلس منعقد کریں گے کیونکہ رائے میں کمی جلدی کی وجہ سے ہوتی ہے پھر یہ کہ
ہماری قوم کے بہت سے اہم آدمی اس وقت حاضر نہیں ہیں اس لیے آپﷺ ہمیں سوچنے کے
لیے کچھ وقت دیں تاکہ ہم واپس جا کر اپنی قوم کی رائے بھی معلوم کرلیں۔ اس کے بعد اُن کے ایک

اوراہم آدمی مثنیٰ بن حارثہ گفتگو میں شامل ہوااوراُس نے کہا:

اے ہمارے قریشی بھائی!

ہم نے آپ کی دعوت اور پیغام کو غور سے سن لیا ہے اوراسے عمدہ تر پایا ہے مگر ہانی ابن قبیصہ نے عمدہ رائے دی ہے کہ اس بارے میں قوم کو اعتماد میں لینے کی ضرورت ہے اوراگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ کی قوم کے مقابلے میں آپ ﷺ کی اعانت کریں تو اس کے لیے بھی ہمیں سوچنا ہوگا کیونکہ کسریٰ شاہ ایران کے ساتھ ہم کئی معاہدوں میں بندھے ہوئے ہیں اور ہم نہیں چاہتے کہ لوگ ہمیں عہد ناشناس کہیں اس لیے ضروری ہے کہ پہلے کسریٰ ایران سے کیئے گئے معاہدوں سے آزادی حاصل کریں اس کے بعد آپ ﷺ کے دین کو قبول کریں۔

آنحضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

تم نے جو کچھ بھی کہا ہے سچ کہا ہے اور ہم سچ کہنے والے کو پسند کرتے ہیں اور جہاں تک اللہ کے دین کا تعلق ہے تو اس نے تو ہر حالت میں غالب ہونا ہی ہے چاہے کوئی انکار کرے یا اقرار۔

☯☯☯☯☯☯☯

مورخین نے صحابہ سے روایت کیا ہے کہ؛

اسی موسم حج میں آنحضرت محمد ﷺ نے قبیلہ بکر بن وائل کو بھی اسلام کی طرف رغبت دلائی۔

آنحضرت محمد ﷺ اُن سے ملے اوراُن سے کہا:

تم تعداد میں کتنے ہو۔

انھوں نے کہا! ہم تعداد میں بہت ہی کم ہیں۔

پھر تم اپنی حفاظت کس طرح کرتے ہو نبی اکرم ﷺ نے پوچھا؟

ہمیں اس کی ضرورت ہی نہیں اس لیے کہ ہم نے خود کو اہل فارس کی پناہ میں دے رکھا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا: تم میری دعوت قبول کرلو اللہ تعالیٰ تمھیں اس قابل بنادے گا اہل فارس تم سے پناہ طلب کرنے آئیں گے اِن کی عورتیں تمہاری دسترس میں ہوں گی اور اُن کے مرد

تمہارے غلام بن جائیں گے۔

بکر بن وائل کے لوگ نبی اکرم ﷺ کی باتیں سن کر حیران ہو رہے تھے اور حیرت سے اُن کے منہ کھلے ہوئے تھے اور وہ ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے کیا ایسا ہونا ممکن ہے؟

اسی دوران ابولہب دشمن اسلام کا وہاں سے گزر ہوا۔

لوگوں نے ابولہب سے پوچھا؟

آپ اِن کو جانتے ہیں۔

ابولہب نے کہا: میں اِن کو اچھی طرح جانتا ہوں اور تم لوگ اِن سے ہوشیار رہنا اس لیے کہ اِن کو دیوانگی کے دورے پڑتے ہیں۔ بکر بن وائل نے فوراً ہی ابولہب کی بات پہ یقین کر لیا اس لیے کہ جو باتیں نبی اکرم ﷺ نے اُن کو اہل فارس کے بارے میں کہیں تھیں اس وقت وہ لوگوں کو دیوانگی ہی محسوس ہوتی تھی۔ تاہم زیادہ دیر نہ گذری تھی کہ نبی اکرم ﷺ کے لبِ مبارک سے نکلنے والا ایک ایک لفظ عملاً اُن کے سامنے ظاہر ہوا۔ روم و فارس کی مملکتیں مٹ گئیں اور اُن کا نام لینے والا بھی کوئی باقی نہ رہا اور وقت نے ثابت کیا کہ سچ ہمیشہ غالب ہونے کے لیے آتا ہے اور نبی اکرم ﷺ کا غلبہ تو روز اول سے مقدر ہو چکا تھا۔

رمضان، 11 نبوی، 2 قبل ہجرت ،اپریل 620ء ... 621ء

مدینہ کے شاہ بخت

اللہ تعالیٰ اپنے ارادوں پہ سب سے زیادہ قدرت رکھنے والا ہے، چنانچہ جب اس نے اپنے دین کو پھیلانے کا ارادہ کیا تو ہدایت کا رخ اہل مدینہ کی طرف کر دیا۔ بیان کیا جا چکا ہے کہ نبی اکرم ﷺ حج کے دنوں میں نہایت تندہی اور سخت جانفشانی سے دین اسلام کا پیغام لوگوں تک پہنچاتے تھے اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ جانتے تھے کہ انہیں ہر قبیلے تک اللہ کا پیغام پہنچانا ہے قبل اس سے کہ وہ اپنے خیمے اکھاڑیں اور اپنے وطن کو لوٹ جائیں اور نبی اکرم ﷺ اس بات کو پسند نہ کرتے تھے کہ کوئی قبیلہ اُن کا پیغام سنے بغیر مکہ کی وادی سے کوچ کر جائے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ دن بھر مکہ کی گھاٹیوں میں فریضہ رسالت ادا کرتے رہے اور اس بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہ لوگ آپ ﷺ کی سن رہے ہیں یا اس کا انکار کر رہے ہیں اپنی بات اُن تک پہنچا رہے تھے۔ اور اُس دن بھی حسب معمول آپ ﷺ دن بھر لوگوں تک اللہ کا دین پہنچانے میں منہمک رہے، حسب معمول لوگوں کی اکثریت نے آپ ﷺ کی بات کو رد کیا۔ مگر آپ ﷺ کا شوق آپ کو صحرا کے ویرانے کی طرف لے گیا کہ دور دور تک راہ عشق کے کاروانوں کے ٹھکانے تھے مگر

وہ لوگ حقیقت ناشناس تھے اس لیے کہ اگرچہ وہ بیت اللہ کی محبت میں معمور دور دور سے آئے تھے مگر بیت اللہ کے طواف اور اُس سے منسلک حقیقی دین حنیف اُن کی نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا اس لیے انہیں نبی اکرم ﷺ کو پہچاننے میں بھی دقت پیش آ رہی تھی۔

نبی اکرم ﷺ اپنی دھن میں مگن دین حق کی سربلندی کے لیے صحرائے عرب کی اُس نیم تاریک شب میں تھکے تھکے قدموں سے رواں تھے کہ سارا دن ہی فریضہ رسالت میں گزر گیا تھا مگر کسی نے آپ ﷺ کی دعوت پر کان نہ دھرے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کی یہ ادا انتہائی پسند آئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پہ آسانی کرنے کا فیصلہ کیا اور اُن کی ملاقات اہل مدینہ کے اُس گروہ سے ہوئی جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کی دعوت پہ فوراً ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔

اہل مدینہ سے نبی اکرم ﷺ کی یہ پہلی ملاقات تھی جس کے بعد حالات اتنی تیزی سے بدلے کہ بہت کم عرصے میں اسلام عربوں کا مقبول ترین دین بن گیا اور یہی وہ تاریخ ساز ملاقات تھی جس کے بعد زمانے کا رخ اور حالات کا دھارا بدل کے رہ گیا۔

آپ ﷺ نے دور سے آتی کچھ آوازیں سنیں جیسے کچھ لوگ آپس میں بات کر رہے ہوں۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ اُن آوازوں کی سمت تشریف لے گئے اور وہاں اہل مدینہ کے کچھ خیمے تھے اور اس جگہ جہاں اہل مدینہ نے یہ خیمے گاڑھے تھے اُس کا نام مورخین نے عقبہ لکھا ہے۔

نبی اکرم ﷺ اُن کے قریب پہنچے اور اُن سے سوال کیا تم لوگ کس علاقے سے ہو اور تمہارا تعلق کس قبیلے سے ہے؟

انہوں نے کہا: ہم شہر مدینہ سے آئے ہیں اور ہمارا تعلق بنو خزرج سے ہے۔

کیا تم وہی ہو جن کا یہودیوں سے معاہدہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اُن سے سوال کیا؟

انہوں نے کہا ہاں ہم وہی ہیں جن کے یہودی قبائل سے معاہدے ہیں۔

کیوں نہ ہم یہاں بیٹھ جائیں تاکہ میں تم سے چند باتیں کر سکوں۔

اہل مدینہ نے کہا! ضرور کیوں نہیں تشریف لائیے۔

چنانچہ جب وہ لوگ اطمینان سے بیٹھ گئے تو آنحضرت محمد ﷺ نے اُن کو دین اسلام کی دعوت دی۔

ان سے دین اسلام کی خوبیاں اور بھلائیاں بیان کیں اور اس بات کا اظہار کیا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے کُل عالم کے لیے مبعوث کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اُن کے سامنے قرآن حکیم کی آیات کی تلاوت کیں اور اہل مدینہ کے چہروں کا بدلتا رنگ اس بات کا گواہ تھا کہ اُن کے دلوں میں روشنی ہو رہی تھی وہ نبی اکرم ﷺ کی دعوت سے متاثر نظر آتے تھے۔

انہوں نے کچھ دیر سوچا پھر آپس میں مشورہ کرنے لگے۔

وہ صدیوں سے یہودیوں کے ساتھ رہتے چلے آئے تھے اور یہودی انہیں آسمانی کتاب کی باتیں بتاتے رہتے تھے۔ خاص طور پہ وہ عربوں کو اُس آنے والے نبی سے ڈراتے اور اکثر انہیں کہتے کہ اُس نبی کی بعثت کا زمانہ قریب آلگا ہے جب وہ آجائیں گے تو ہم اُن کی پیروی اختیار کریں گے تب اللہ تعالیٰ ہمیں تم پہ ایسا غلبہ عطا فرمائے گا کہ ہم تمہیں عاد و ثمود کی طرح نابود کر دیں گے۔

نبی اکرم ﷺ کے عنقریب مبعوث ہونے کا تذکرہ اہل مدینہ کے ہاں اتنا مسلسل تھا کہ اہل مدینہ کا بچہ بچہ جانتا تھا کہ عرب میں اللہ کا کوئی نبی ظاہر ہونے والا ہے اس لیے نبی اکرم ﷺ نے جب اہل مدینہ سے اپنا تعارف کرایا اور اُن کو بتایا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں جنہیں اللہ نے تم لوگوں پہ مبعوث کیا ہے اور مجھ پہ کتاب بھی اتاری ہے تو اہل مدینہ کے چہروں پہ اس غیر متوقع خبر سے حیرت در آئی۔

انھوں نے آپس میں کہا: اے قوم جان لو خدا کی قسم یہ وہی ہیں جن سے یہودی آج تک ہم کو ڈراتے چلے آئے ہیں۔ اس لیے جلدی کر لو یہودیوں پہ سبقت اختیار کر لو اور نبی اکرم ﷺ پہ ایمان لے آؤ۔

باہمی مشاورت کے بعد وہ آنخضرت محمد ﷺ کے قریب آ بیٹھے اور کہا:

اے اللہ کے نبی! ہم اپنے پیچھے ایک قوم چھوڑ آئے ہیں جس میں شدید افتراق پایا جاتا ہے اپنے اللہ سے دُعا کریں کہ اوس وخزرج میں سلگنے والی آگ بجھ جائے کہ اس آگ نے اس سے قبل بھی بہت جوانمرد چاٹ لیے ہیں جن کی عقلوں پہ ہماری قوم کا دارومدار تھا۔ ہم نے آپ ﷺ کی تصدیق کی اور جو کچھ آپ لائے ہیں اسے بھی اختیار کیا اور ہم اپنی قوم کے سامنے بھی اس دعوت کو پیش کریں گے اور ہمیں امید ہے کہ وہ بھی جلد ہی اس بھلائی میں ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں گے اور آپ ﷺ پہ ایمان لے آئیں گے۔

عقبہ کی اُس رات جب ہلکی ہلکی خنک ہوا چل رہی تھی اور نبی اکرم ﷺ اطمینان کے ایک گراں بار احساس سے معمور تھے اس لیے کہ بہت سے دن گذرے تھے نبی اکرم ﷺ شدید محنت اور جانفشانی سے اللہ کے دین کی تبلیغ کر رہے تھے مگر لوگ تھے کہ اُن کی بدبختی اپنی انتہاؤں کو چھو رہی تھی اور وہ مسلسل انکار پہ تلے ہوئے تھے۔

مگر جب اہل مدینہ کے اس گروہ نے بغیر کسی بڑی جہدوسعی کے ایک معمول کی دعوت پہ فوراُ ہی لبیک کہا تو نبی اکرم ﷺ کو یوں محسوس ہوا جیسے اُن کو گذرے سارے دِنوں کی محنت کا عوض مل گیا جن میں لوگ اُن کا انکار کرتے چلے آئے تھے۔

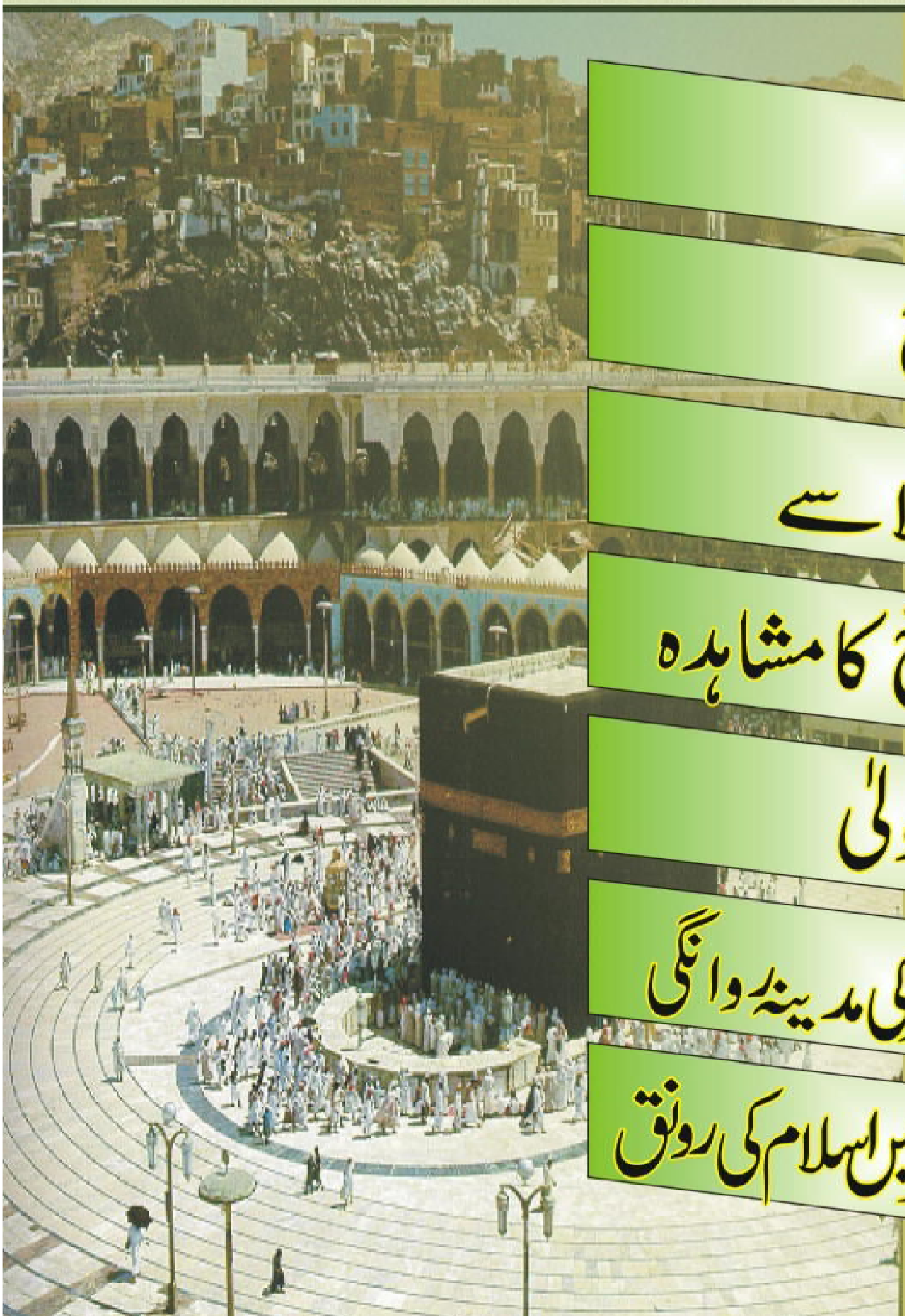
علامہ ابن اسحاقؒ نے لکھا ہے کہ اُس رات جب نبی اکرم ﷺ نے اہل مدینہ سے اولین ملاقات کی تو اس ملاقات میں جو شاہ بخت شامل ہوئے وہ تعداد میں چھ تھے۔اُن نام یہ ہیں۔

- حضرت ابوامامہ اسعدؓ بن زرارہ بن عدس
- حضرت عوفؓ بن حرث بن رفاعہ
- حضرت رافعؓ بن مالک
- حضرت قطبہؓ بن عامر
- حضرت عقبہؓ بن عامر
- حضرت جابرؓ بن عبداللہ

بظاہر یہ ایک معمولی کامیابی تھی لیکن درحقیقت یہ اسلام کے ایک نئے دور کا آغاز تھا کہ اللہ کے اِن چھ بلند کردار بندوں نے مدینہ واپس جا کر اس دردمندی اور تن دہی سے دین اسلام کی تبلیغ شروع کی کہ چند ہی مہینوں میں مدینہ کے بہت سے گھروں میں اسلام کی روشنی داخل ہوگئی،شہر مدینہ کو آج ہم شہر نبوی کہتے ہیں تو اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ اہل مدینہ نے جس رغبت اور محبت سے دین اسلام کو قبول کیا یہ سعادت عرب کی کسی اور قوم کو حاصل نہ ہوسکی۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس سعادت کے لیے ثعلبہ بن عمرو کی اولاد کو چن لیا جنہیں ہم اوس وخزرج کے نام سے جانتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اِن کی دین

اسلام سے محبت اور نبی اکرم ﷺ کی خاطر بے مثال قربانیاں پیش کرنے کی وجہ سے انہیں انصار کا نام دیا جسے اہل مدینہ نے اپنے لیے مقدس لقب تصور کیا۔

12 نبوی بمطابق رمضان 1 قبل ہجرت 20 مارچ 621ء



واقعہ اسراء

واقعہ معراج

خالق کے دلاسے

جنت دوزخ کا مشاہدہ

بیعت عقبہ اولیٰ

مصعب بن عمیرؓ کی مدینہ روانگی

مدینہ کے گھر گھر میں اسلام کی رونق

رمضان،12 نبوی، 1 قبل ہجرت ، مارچ 621ء ... 622ء

اسراء

بے کراں مسافتیں جب سمٹیں تو آنحضرت محمد ﷺ کے سامنے سے اسرار کے پردے بھی سرکنے لگے ۔خالق کائنات نے اُس شب اپنے محبوب کی دلجوئی کے لیے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے اور اُن کو اُس مقام ارفع تک پہنچایا جس کو قرآن میں سدرۃ المنتہیٰ کہا گیا۔ جہاں سوائے اُن مبارک قدموں کے کسی کی رسائی کا شائبہ تک نہیں کیا جا سکتا کہ اللہ ہی ہے جس کو چاہتا ہے عزت عطا کرتا ہے اور آنحضرت محمد ﷺ کی ذات کو اس مقام محمود کے لائق جانا گیا جہاں اُن کے دکھ راحت میں بدل گئے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ جب سے آپ ﷺ طائف سے تشریف لائے تھے تب سے آپ ﷺ کچھ اداس تھے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو مایوسی سے دور رکھتا ہے تاہم اتنی شدید جدوجہد کے بعد بھی جب منزل کے کوئی آثار نظر نہ آئیں تو انسانی مزاج میں قدرے تبدیلی ایک فطری سی بات لگتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ جب اپنی قوم کو دیکھتے اور سوچتے کہ یہ سب میری بات نہ سننے کی پاداش میں جہنم کی آگ کی نظر ہو جائیں گے تو دکھ کا ایک احساس آپ ﷺ کے اندر لہریں لینے لگتا اور پھر بنوثقیف کے لوگوں نے آپ ﷺ کے ساتھ جس طرح

کا بے ایمانہ سلوک کیا تھا اُس سے بھی آپ ﷺ کا دل دکھا ہوا تھا۔اور اللہ کو اپنے رسول سے بے انتہا محبت تھی جس کا اظہار قرآن حکیم میں بار ہا کیا گیا ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے دکھوں پہ مرہم رکھنے اور آپ ﷺ کی توجہ بٹانے کے لیے آپ ﷺ کو اپنے پاس بلا لیا۔[2*]

اور آپ ﷺ کے درجات کو اتنا بلند فرمایا کہ جس کی مثال نہیں دی جا سکتی۔

وہ سفر جس میں پہلے آپ ﷺ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے جایا گیا اور اس کے بعد آپ ﷺ کو عرش لامکاں کی سیر کرائی گئی اس کو مورخین معراج النبی ﷺ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔آپ ﷺ کو عرش بریں کے اُس مقام تک رسائی دی گئی جہاں جبرائیل علیہ السلام کے بھی پر جلتے تھے۔دراصل اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو اس امر کا مشاہدہ کرانا چاہتے تھے کہ عرش بریں پہ آپ ﷺ کی تکریم کس انتہاؤں پہ پہنچی ہوئی ہے۔

واقعہ معراج النبی ﷺ کے بارے میں قرآن میں حکیم ارشاد ہوتا ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ O

القران الحکیم (سورۃ بنی اسرائیل آیات 1/17)

ترجمہ:

"ہر عیب سے پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔بابرکت بنا دیا ہم نے اس کے گرد و نواح کو تا کہ ہم دکھائیں اپنے بندے کو اپنی قدرت کی نشانیاں۔بے شک وہی سب کچھ سننے والا اور سب کچھ دیکھنے والا ہے"۔

☯☯☯☯☯☯☯

معراج النبی ﷺ کے متعلق بے شمار روایات ہیں جن کو حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ،حضرت ابوسعید

خدریؓ، اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت معاویہ بن ابن سفیانؓ اور حضرت اُم ہانیؓ نے روایت کیا ہے اُن کے مطالعے سے علم ہوتا ہے کہ اُس شب جب نبی اکرم ﷺ اس مبارک سفر پہ تشریف لے گئے وہ رجب المرجب کی سترویں رات تھی''۔[*3]

حضرت اُم ہانیؓ نے روایت کیا ہے کہ؛

جس رات اللہ تعالیٰ نے آنحضرت محمد ﷺ کو معراج جیسی نعمت عظمیٰ سے نوازا گیا اُس شب نبی اکرم ﷺ ہمارے ساتھ ہی سوئے تھے اور میرے ہی گھر میں انہوں نے کئی دوسرے لوگوں کے ساتھ عشاء کی نماز ادا کی تھی۔ عشاء کی نماز کے بعد وہ لوگ سو گئے۔

پھر فجر کی نماز کے قریب آنحضرت محمد ﷺ نے لوگوں کو جگایا اور کہا:

اُٹھو نماز کا وقت ہو گیا ہے۔

جب دوسرے لوگ ایک طرف کو ہو گئے تو آنحضرت محمد ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

یہ بات تو تیرے علم میں ہے کہ میں نے عشاء کی نماز تم لوگوں کے ساتھ ادا کی تھی جانتی ہو اس کے بعد اللہ تعالیٰ مجھے یہاں سے بیت المقدس لے گیا جہاں میں نے دوسرے بہت سے انبیاء کے ساتھ نماز پڑھی اور اس کے بعد اب فجر کی نماز میں نے تمہارے ساتھ ادا کی ہے۔ میں اس بات پہ ششدر تھی اس لیے کہ مکہ سے بیت المقدس کی طرف اگر کوئی سوار تیزی سے بھی روانہ ہو تب بھی اس کو ایک ماہ کی مدت درکار ہے۔ جب کہ آپ ﷺ نے دعویٰ کیا کہ میں وہاں گیا بھی تھا اور اتنے قلیل وقت میں واپس بھی آ گیا ہوں۔

تاہم میں اپنے بھائی کی کئی ایسی باتوں سے آگاہ تھی جن کی حقیقت دوسرے لوگوں کو معلوم نہ تھی اس لیے میں نے احتیاطاً نبی اکرم ﷺ سے کہا:

یارسول اللہ ﷺ آپ نے مجھ سے تو یہ بات کہہ دی ہے اور میں نے سن بھی لی ہے مگر جب آپ دوسرے لوگوں سے ایسی باتیں بیان کریں گے جن پہ یقین کرنا مشکل ہوتا ہے تو لوگ آپ ﷺ کا مذاق اڑائیں گے جو مجھے پسند نہیں۔

اس کے بعد کی روایت دوسرے صحابہ نے کی ہے۔

آنحضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ میں اُم ہانی کے گھر سویا ہوا تھا تب مجھے ایسا لگا جیسے چھت پھاڑ کے

کوئی کمرے میں گھس آیا ہو۔ تھوڑی دیر بعد میرا یہ خیال درست ثابت ہوا۔ وہ تین تھے اِن میں حضرت جبرائیلؑ اور حضرت میکائیلؑ تھے اور تیسرے کے نام سے میں واقف نہ تھا۔[*4]

اُن میں سے کسی نے مجھے بازو سے پکڑ کے اٹھایا اور کہا:

اُٹھیں اور ہمارے ساتھ چلیں۔

میں کوئی بات کئے بغیر اٹھا اور اُن کے ساتھ چل دیا۔

نیند کا غلبہ تھا کہ دور ہی نہ ہوتا تھا تاہم مجھے اتنا یاد ہے کہ وہ مجھے حرم پاک میں لائے اور میں نے دیکھا کہ حجر میں میرے چچا حضرت حمزہؓ اور میرے چچازاد بھائی حضرت جعفرؓ بن ابی طالب سوئے ہوئے تھے۔ اُن کے درمیان کچھ جگہ خالی تھی اور نیند کے غلبے کی وجہ سے مجھ سے کھڑا نہیں ہوا جا رہا تھا اس لیے میں اُن کے بیچ ہی لیٹا اور سو گیا۔

پھر میں جانے کتنی دیر تک سویا رہا مجھے معلوم نہیں۔

حتیٰ کہ کوئی شخص میرے پاؤں کا انگوٹھا پکڑ کے اُس کو ہلا رہا تھا اور میں نے جانا کہ وہ حضرت جبرائیلؑ اور اُن کے ساتھی تھے۔

اُن میں سے ایک بولا:

اِن تینوں میں سے جو قوم کا سردار ہے اسے اٹھالو اور لے چلو۔

چنانچہ انہوں نے مجھے اٹھایا اور اپنے ساتھ آب زم زم کے کنویں تک لے آئے۔ انہوں نے مجھے لٹایا اور پھر میری ناف سے اوپر میرے سینے کو چاک کیا۔ معراج سے پہلے شق صدر کی روایات مستحکم ہیں حافظ ابن حجر اور قاضی عیاض نے اپنی کتابوں میں اِن کا تذکرہ کیا ہے۔[*5]

جب بھی نبی اکرم ﷺ کا سینہ چاک کیا گیا تو نہ وہاں سے خون نکلا اور نہ ہی کسی قسم کے درد کا احساس جاگا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ پورا واقعہ ہی عام عادت اور فطرت کے خلاف معجزے کے طور پہ ظاہر ہوا تھا۔

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

جب میرا سینہ چاک کرلیا گیا تب حضرت جبرائیلؑ نے حضرت میکائیلؑ سے کہا مجھے زم زم کا تشت دو تا کہ میں اِن کا قلب صاف کروں اور سینہ کھول دوں یعنی اِن کے سینے میں اطمینان اور ٹھنڈک بھر دو

ں ۔جبرائیل علیہ السلام نے میرا قلب باہر نکالا اوراس کو تین مرتبہ آبِ زم زم سے دھویا۔حضرت میکائیلؑ حضرت جبرائیلؑ کوزم زم کے تشت دیتے رہے اور وہ میرے دل کو دھوتے رہے حتیٰ کہ انہوں نے سات تشت زم زم کے استعمال کیئے۔اس کے بعد وہ سونے کا ایک تشت لائے جو ایمان و حکمت سے بھرا ہوا تھا۔یعنی نفس ایمان اور حکمت اوراس کی اصل سے بھرا ہوا طشت لے کے آئے جس میں معانی علوم وحکمت کو مادی شکل عطا کی گئی تھی یا یہ کہ اس تشت میں وہ چیز تھی جو ایمان وحکمت حاصل کرنے کا ذریعہ بنتی ہے۔اس کے بعد وہ ایک تشت اور لائے جو ایمان حکمت اور سکینت سے بھرا ہوا تھا۔انہوں نے اس کو بھی میرے سینے میں انڈیل دیا اوراس کے بعد میرے مونڈھوں کے بیچ مہر نبوت لگائی![*6]

چنانچہ جب وہ اس امر سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے میرے سینے کو بند کر دیا۔پھر اُن میں ایک براق کو لے آیا۔براق ایک سفید رنگ کا گھوڑا تھا جس کا قد گدھے سے زیادہ اور گھوڑے سے کم تھا اُس کے دو سفید پر تھے اور وہ بہت ہی حسین جانور دکھائی دیتا تھا۔اُس کے جسم کی سفیدی ایسی تھی کہ آنکھوں کو چکا چوند کرتی تھی۔

براق کے متعلق بہت سی روایات ہیں اِن سب کو یہاں بیان کرنا ممکن نہیں۔

تاہم اتنا ضرور ہے کہ براق کی رفتار اتنی تیز تھی کہ اُس کا اگلا قدم وہاں پڑتا تھا جہاں اس کی نگاہ پڑتی تھی۔ [*7]

یہی وہ سواری تھی جس پہ آپ ﷺ سوار ہو کے پہلے تو مسجد اقصیٰ گئے اوراس کے بعد سیر لامکاں کو تشریف لے گئے۔

دیگر جن صحابہ نے معراج النبی کے بارے میں آنحضرت محمد ﷺ سے احادیث روایت کی ہیں اُن میں سے کسی نے کہا: ہم سے رسول اللہ ﷺ نے بیان کیا کہ جب میں براق کے قریب پہنچا کہ اس پہ سواری کروں تو وہ بدکا اور اُس نے اپنے کان کھڑے کر کے آپس میں ملا لیے۔یہ دیکھ کر حضرت جبرائیلؑ نے براق کی پشت پہ ہاتھ رکھا اوراسے قدرے سختی سے مخاطب کرتے ہوئے کہا:

اے براق! کیا تجھے شرم نہیں آتی''۔

خدا کی قسم! تجھ پہ سوار ہونے والوں میں محمد ﷺ سے بڑھ کے اور کوئی بھی تیرے اللہ کے نزدیک

اتنا معزز نہ تھا جتنا کہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

یہ سن کر براق نادم ہوا اور اس کے جسم سے پسینہ بہنے لگا۔

تاہم کچھ دیر بعد وہ پرسکون ہوگیا تا کہ میں اُس پہ سواری کر سکوں۔ اور پھر میں اُس کی پشت پہ سوار ہو گیا۔ میں مسجد اقصیٰ جا پہنچا اور اپنے براق کو وہاں باندھا جہاں حضرت ابراہیمؑ اپنی سواری باندھا کرتے تھے۔

وہاں اللہ کے بہت سے انبیاء تھے جن سے حضرت جبرائیلؑ نے میری ملاقات کرائی تھی اور اُن میں حضرت موسیٰؑ تھے، حضرت عیسیٰؑ تھے اور حضرت ابراہیمؑ تھے۔ اور دیگر بہت سے لوگ تھے جن کو میں نہیں پہچانتا تھا۔ تاہم بعد میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے بتایا کہ اُن میں کوئی بھی نہ تھا جو اپنے اللہ کے ہاں معزز نہ ہو اس لیے کہ وہ سب تو انبیاء و رسل تھے جو آپ ﷺ سے پہلے لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلاتے رہے تھے۔

اس کے بعد اذان ہوگئی اور حضرت جبرائیل نے میرا بازو پکڑ کے مجھے آگے کیا تا کہ میں جماعت کراؤں اور میں نے نماز پڑھائی۔

مجھے احساس ہوا کہ بہت سے لوگوں نے میرے پیچھے نماز ادا کی ہے۔

غرض نماز ادا کرنے کے بعد جب ہم لوٹے تو حضرت جبرائیلؑ نے مجھ سے سوال کیا' اے اللہ کے رسول ﷺ کیا آپ جانتے ہیں کہ کتنے لوگوں نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز ادا کی؟

آپ ﷺ نے فرمایا نہیں میں نہیں جانتا۔

تب جبرائیل نے مجھے بتایا کہ اِن تمام نبیوں نے جن کو اللہ تعالیٰ نے آج تک اس دنیا میں ظاہر فرمایا ہے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا سفر معراج قریش کی بحث کا موضوع بن گیا تھا اور جب ابوسفیان سے قیصر روم نے آنحضرت محمد ﷺ کی بابت دریافت کیا اور ابوسفیان سے پوچھا؟

اللہ کے وہ نبی جنہوں نے تمہارے بیچ اپنی نبوت کا دعویٰ کیا ہے تم نے انہیں کبھی جھوٹ بھی بولتے دیکھا ہے؟

نہیں بالکل نہیں، ابوسفیان نے جواب دیا۔

پھر اسے یاد آیا اور وہ کہنے لگا چند دن ہوئے انہوں نے ایک ایسی بات کہی ہے جو جھوٹ لگتی ہے۔
انہوں نے کہا کہ وہ ایک ہی رات میں مکہ سے نکلے اور صبح سے پہلے پہلے بیت المقدس سے ہو کے واپس آ گئے۔اور ہم سمجھتے ہیں کہ ایسا ممکن نہیں اس لیے شاید وہ جھوٹ بول رہے تھے۔
اسی دوران قیصر روم کے دربار سے ایک راہب اٹھا اور اُس نے بلند آواز سے کہا:
جھوٹ وہ نہیں بلکہ تم بول رہے ہو اور اللہ کے پیغمبر کبھی جھوٹ نہیں بولا کرتے تمہاری اس بات کا کیا مطلب ہے۔
قیصر نے اپنے راہب سے پوچھا؟ راہب نے کہا:
دراصل میں اُس رات وہیں تھا جس رات عربوں کے یہ نبی بیت المقدس میں تشریف لائے تھے ۔ہوا یوں کہ میری عادت تھی کہ میں مسجد اقصیٰ کے تمام دروازے بند کر کے سویا کرتا تھا مگر اُس شام جب میں دروازے بند کرنے لگا تو ایک دروازے کے سوا سب دواز ے بند ہو گئے اور وہ دروازہ جو بند نہ ہوتا تھا وہ بیرونی دروازہ تھا جہاں باہر سے آنے والے سوار اپنی سواری باندھا کرتے تھے
میں نے کسی کو آواز دی اور کہا دیکھو دو چار آدمیوں کو بلا کے لاؤ تا کہ وہ زور لگا کے اس دروازے کو بند کر دیں دو چار جوان آ گئے اور انہوں نے اپنی پوری کوشش کر لی کہ وہ یہ دروازہ بند کر سکیں تاہم وہ ناکام رہے۔[*8]
میرے ساتھیوں میں سے کسی نے کہا:
شاید آج رات کو یہاں کسی نے آنا ہے اس لیے یہ دروازہ بند ہونے سے انکار کر رہا ہے۔
میں نے اُس کی بات کا جواب نہ دیا اور کہا:
شاید دیوار بیٹھ گئی ہے جس کا بوجھ اس دروازے پہ پڑ گیا ہے اس لیے بند ہونے سے انکار کر رہا ہے صبح بڑھئی کو بلا کر اس کی مرمت کرا دی جائے گی۔مگر اُس سے اگلی صبح جب ہم لوٹے تو وہ دروازہ ہاتھ کے اشارے سے بند ہو گیا کل جو دروازہ چار جوانوں سے ہلایا نہیں گیا وہ آج انگلی کے دبانے سے بند ہو گیا تھا۔
مجھے اس امر پہ حیرت تو ضرور ہوئی مگر میں نے اس بات کو زیادہ اہمیت نہ دی۔تاہم جب میں مسجد میں چلا پھرا تو مجھے ایسے بہت سے آثار دکھائی دینے لگے جیسے رات کو اس مسجد میں بڑی رونق رہی

ہو۔سواریوں کے باندھنے کی جگہ پہ بھی ایسے آثار موجود تھے کہ گذشتہ رات یہاں سواریاں باندھی گئی ہیں اور مسجد کے اندر تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے یہاں سینکڑوں ہزاروں افراد نے نماز ادا کی ہو۔ میں سارا وقت غور کرتا رہا مگر بات میری سمجھ میں نہیں آئی حتیٰ کہ اس عرب نے کہا کہ ہمارے نبی محمد ﷺ مسجد اقصیٰ میں تشریف لائے تھے تب میں نے جانا کہ اُس روز دروازہ بند ہونے سے انکار کیوں کر رہا تھا۔

اگرچہ مسجد اقصیٰ میں اللہ کے نبیوں کو نماز پڑھانے کے بعد رسول اللہ ﷺ سیر لامکاں کی طرف روانہ ہوگئے مگر اکثر مورخین نے اس کا تذکرہ بیت المقدس کی سیر سے الگ کیا ہے۔اور یہ ایک درست طریق ہے اس لیے کہ سیر بیت المقدس اور سیر لامکاں کی روایات اتنی زیادہ اور اتنی الجھی ہوئیں ہیں کہ اگر اِن دونوں مقدس سفروں کو ایک ساتھ بیان کر دیا جائے تو طوالت کی وجہ سے بات سمجھ آنے کی بجائے الجھ کے رہ جائے گی۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں جب میں مسجد اقصیٰ میں داخل ہوا تو میرے سامنے تین پیالے لائے گئے جن میں سے ایک میں پانی تھا دوسرے میں دودھ تھا اور تیسرے میں شراب تھی۔ [*9]

میں نے دودھ کو اختیار کیا،جس پہ جبرائیل علیہ السلام جو میرے ساتھ ہی کھڑے تھے وہ بہت خوش ہوئے اور کہا:

آپ ﷺ کی راہنمائی فطرت اور راستی کی طرف کی گئی ہے۔اگر آپ ﷺ شراب کو قبول فرما لیتے تو آپ ﷺ کی امت گمراہ ہو جاتی۔اس کے بعد آپ ﷺ نے انبیاء و رسل کو نماز پڑھائی اور واپسی کے لیے روانہ ہوئے۔ادھر جب اُم ہانیؓ سے حضرت عباس کو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ رات اپنے بستر سے غائب ہو گئے ہیں تو وہ بہت پریشان ہوئے۔وہ رات ہی کو آپ ﷺ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور حتیٰ کہ ذی طویٰ کے مقام پہ پہنچ کے آپ ﷺ کو آوازیں دینے لگے۔ابھی حضرت عباس نے آپ ﷺ کو ایک دو آوازیں ہی دیں تھیں کہ آنحضرت محمد ﷺ نے اپنے چچا کی پکار کا جواب دیا اور کہا:

لبیک یا ام، لبیک یا ام

حضرت عباس آواز کی طرف لپکے اور کہا:

بھتیجے تم نے ہم کو پریشان کر دیا ہے بتاؤ تو سہی کہ رات کہاں گذری۔

مسجد اقصیٰ میں۔

آنحضرت محمد ﷺ نے کہا اور آگے بڑھ گئے۔

ادھر آپ ﷺ کے چچا حیرت سے بت بے کھڑے تھے اور سوچ رہے تھے جو کچھ میرے بھتیجے نے کہا ہے وہ سچ ہے یا میرے کانوں نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ چنانچہ وہ دوبارہ آنحضرت محمد ﷺ کے پیچھے لپکے۔

انہوں نے دوبارہ آنحضرت محمد ﷺ سے اُن کے الفاظ کی تصدیق کی۔

آنحضرت محمد ﷺ نے دوبارہ اپنے چچا کو بتایا کہ وہ رات کو یہاں سے روانہ ہوئے تھے مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھی اور اب واپس آئے ہیں۔

امام برہان الدین حلبی نے لکھا ہے کہ؛

غالباً آنحضرت محمد ﷺ ذی طویٰ کے مقام پہ براق سے اترے تھے اور اس وقت صبح کا نور ابھی نہ پھیلا تھا جب آپ ﷺ اُم ہانی کے گھر داخل ہوئے۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ جب آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت اُم ہانی کو اپنے اس سفر کے بارے میں بتایا تو انہوں نے منع کیا کہ اپنی قوم کو اس بارے میں مت بتایئے گا وہ آپ ﷺ کو جھٹلائے گی۔ اور اُم ہانی نے آپ ﷺ کی چادر تھام رکھی تھی۔

حضرت اُم ہانی فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چادر کو جھٹکا دیا اور وہ میرے ہاتھ سے نکل گئی۔ آنحضرت محمد ﷺ حضرت اُم ہانی گھر سے نکل گئے اور حرم پاک کی طرف روانہ ہو گئے اُم ہانی پریشان تھیں اس لیے انہوں نے اپنی حبشی لونڈی نبعہ کو آواز دی اور کہا: رسول اللہ ﷺ کے پیچھے جاؤ اور دیکھو اُن کی قوم اُن سے زیادتی نہ کرے۔

نبعہ حرم پاک میں داخل ہوئی اور اُس نے دیکھا کہ قریش کا ایک گروہ حرم پاک میں حطیم کے مقام پہ بیٹھا تھا یہ جگہ کعبہ اور حجر اسود کے بیچ تھی اور حطیم میں لوگوں کے بیچ دھکم پیل جاری تھی اس لیے کہ لوگ اس بات کو جانتے تھے کہ اس مقام پہ کی جانی والی دُعا قبول کی جاتی ہے۔

چنانچہ اس وجہ سے یہاں ہجوم تھا اور لوگ ایک دوسرے پہ گرے جاتے تھے۔

آنحضرت محمد ﷺ اُن کے پاس سے خاموشی سے گذر گئے اس لیے کہ اُن میں قریش کا کوئی سردار نہ تھا۔اس کے بعد آپ ﷺ مسجد حرام میں داخل ہوئے اور ایک کونے میں جا کے خاموشی سے بیٹھ گئے۔دراصل آپ ﷺ کو اُم ہانی کی نصیحت یاد آ رہی تھی اور آپ ﷺ اس بات کو محسوس کر رہے تھے کہ اُم ہانی کی بات میں وزن ہے اس لیے کہ جو بات وہ اپنی قوم کو بتانے جا رہے تھے اس میں حق تعالیٰ کی قدرت اور نبی اکرم ﷺ کی شانِ ارفع کا اظہار تھا اور قریش انہی باتوں سے تو چڑتے تھے۔

اس لیے نبی اکرم ﷺ خاموشی سے بیٹھے سوچ رہے تھے کہ قریش کا شیطان اعظم ابو جہل آپ ﷺ کے پاس آ کھڑا ہوا۔

وہ مسخرے پن سے بولا: اے محمد! کیا کوئی نئی بات ہوئی ہے؟

نبی اکرم ﷺ نے سر اٹھا کے ابو جہل کو دیکھا اور مسکرا کے کہا:

ہاں! کل رات مجھے سفر کرایا گیا۔

ابو جہل نے دلچسپی سے پوچھا' کہاں کا؟

بیت المقدس کا! نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا۔

آپ (ﷺ) رات کو یہاں سے گئے تھے پھر آپ بیت المقدس پہنچے اس کے بعد آپ ﷺ وہاں سے واپس ہوئے اور صبح ہونے سے پہلے آپ ہمارے درمیان ہیں۔

ابو جہل نے اُس بات کو دوہرایا جو اس کی سمجھ میں آئی تھی۔اس کے بعد آنحضرت محمد ﷺ سے تصدیق چاہی۔

آپ ﷺ نے تصدیق کر دی۔

ابو جہل نے فوری طور پہ کوئی ردعمل ظاہر نہ کیا بلکہ وہ کچھ سوچتا رہا۔پھر اُس نے صحن حرم میں نظر دوڑائی اور وہاں اہل قریش کی کئی مجالس سجی تھیں۔

ابو جہل نے نبی اکرم ﷺ سے کہا: اگر میں آپ کی قوم کو بلا لوں تب بھی آپ اس بات پہ قائم رہیں گے جو آپ نے مجھ سے کہی ہے۔

ہاں تب بھی میں اس بات سے انکار نہ کروں گا جو سچ ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

تب ابو جہل نے اپنے منہ صحن حرم کی طرف کیا اور زور سے پکارا:

اے بنی کعب ابن لوئی، ابو جہل کی آواز سنتے ہی لوگ اپنی اپنی مجالس سے اٹھے اور ابو جہل کی طرف چلنے لگے۔

ابو جہل نے کہا: لوگو کیا تم جانتے ہو محمد (ﷺ) کیا کہتے ہیں؟

لوگوں نے کہا' نہیں بخدا ہم نہیں جانتے؟

ابو جہل نے کہا:

محمد (ﷺ) کہتے ہیں کہ رات انہوں نے بیت المقدس تک کا سفر کیا ہے اور پھر وہاں سے واپس مکہ بھی پہنچ گئے ہیں۔ لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کی طرف دیکھا اور اُن کی نظروں میں استفار تھا؟

تب آنحضرت محمد ﷺ کھڑے ہوئے اور کہا:

اے قوم قریش، بخدا! اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں کہ میں گذشتہ رات بیت المقدس گیا اور میں نے اللہ کے بہت سے انبیاء کے ساتھ نماز پڑھی۔ اُن میں حضرت موسیٰ بھی تھے حضرت عیسیٰ بھی تھے اور حضرت ابراہیمؑ بھی تھے۔

لوگو! اگر تم اللہ پہ یقین کرنے والے ہوتے تو اس کی نشانیوں اور اس کی قدرتوں میں کبھی شک نہ کرتے۔ ابو جہل نے دیکھا کہ اُس کی قوم نرم پڑ رہی ہے اور رسول اللہ ﷺ کی سچی باتوں سے متاثر ہو رہی ہے تو وہ پھر میدان میں اتر آیا اور جلدی سے آنحضرت محمد ﷺ سے سوال کیا؟

اگر آپ نے حضرت عیسیٰ حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ نماز ادا کی ہے تب آپ اُن کا حلیہ بیان کریں۔

ابو جہل کی تائید میں کچھ آوازیں بلند ہوئیں۔

تاہم آنحضرت محمد ﷺ نے بغیر کسی توقف کے اِن انبیاء کا حلیہ بیان کرنا شروع کر دیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: جہاں تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تعلق ہے تو وہ نہ تو زیادہ لمبے ہیں نہ زیادہ پستہ قد بلکہ اُن کا قد درمیانہ ہے، اُن کا سینہ چوڑا ہے اور چہرے کا رنگ سرخ و سفید ہے یعنی اُن کے رنگ پہ سرخی غالب ہے اور ایسا لگتا ہے کہ جیسے اُن کی داڑھی سے نور کے موتی برس رہے ہوں اور اُن

کے بال ایسے ہیں جیسے ابھی کسی حمام سے غسل کر کے نکلے ہوں اور بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوں۔

اس کے بعد آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حلیہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: اور جہاں تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعلق ہے تو وہ موٹے اور گندمی رنگ کے تھے چنانچہ اسی لیے اُن کا ایک ہاتھ معجزے کے طور پہ بالکل سفید ہو جاتا تھا جو اُن کے بدن کے باقی رنگ کے خلاف تھا اُن کا قد اتنا لمبا تھا کہ قوم شنودہ کے آدمی معلوم ہوتے تھے۔

اس کے بعد آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت ابراہیمؑ کا حلیہ بیان فرمایا:

جہاں تک حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا تعلق ہے تو خدا کی قسم کہ وہ تم میں سب سے زیادہ شکل وصورت اور عادات کے حوالے سے مجھ سے مشابہ ہیں اور میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو اُن سے زیادہ مجھ سے مشابہت رکھتا ہو۔

مشرکین پہلے تو حیرت سے منہ پھاڑے نبی اکرم ﷺ کی زبان سے سابقہ انبیاء ورسل کا حلیہ سنتے رہے اس کے بعد انہوں نے اپنے آقاؤں کے اشارے سے ایک دم شور کرنا اور نبی اکرم ﷺ کا مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ وہ آپ ﷺ کے ساتھ تقریباً بدتمیزی پہ اتر آئے تھے وہ شور کر رہے تھے حیرت کے اظہار کے طور پہ اُن میں سے کچھ آپ ﷺ کے بالوں میں ہاتھ پھر رہے تھے۔

آخر عربوں کے ایک سردار معطم بن عدی نے اِن لوگوں کو چپ کرایا۔

اس کے بعد اُس نے نبی اکرم ﷺ سے کہا:

اگرچہ آج سے پہلے میں نے آپ کے معاملے سے کچھ زیادہ تعرض نہیں کیا بلکہ یہی سمجھا کہ یہ معاملہ اتنا سخت نہیں ہے وقت کے ساتھ خود ہی سلجھ جائے گا مگر آج تو آپ نے حد ہی کر دی اور وہ بات بیان کی جس کو کوئی بھی عقل سلیم رکھنے والا شخص تسلیم نہیں کرے گا۔

میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے جھوٹ بات کہی، اس لیے کہ بیت المقدس کا سفر اتنا دور دراز کا اور دشوار کن ہے کہ اُس کے راستے کے پہاڑوں کی بلندیاں اور پستیاں عبور کرتے ہوئے ہمارے جوان اونٹوں کا پتا بھی پانی ہو جاتا ہے اور ایک آپ ہیں کہ بلا تعامل کہتے ہیں کہ گذشتہ رات آپ بیت المقدس گئے تھے۔ لات وعزیٰ کی قسم! نہ میں تمہاری تصدیق کر سکتا ہوں اور نہ ہی اپنے

کسی حلیف کو اس بات کی طرف راغب کر سکتا ہوں۔

اس دوران حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی وہاں پہنچ چکے تھے۔

انہوں نے معطم بن عدی کی ساری گفتگو سنی اور بولے، اے معطم تو نے اپنے بھتیجے کو بہت بری بات کہی اور اُس سے بہت بری طرح پیش آئے ہو، تم کہتے ہو کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں خدا کی قسم وہ سچ کہتے ہیں اور میں اس بات کی تصدیق کرتا ہوں کہ نبی اکرمﷺ گذشتہ رات بیت المقدس تشریف لے گئے تھے۔

عرب حضرت ابو بکرؓ اس کے طرزِ تخاطب پہ حیران تھے کیونکہ اُن کے مطابق نبی اکرمﷺ کی بات کو عقلی طور قبول نہیں کیا جا سکتا اور اس نام نہاد عقل نے انسان کو بہت خوار کرایا ہے۔

اگر انسان اپنی عقل کو لے کے کسی مثبت منزل کو نکلے تو ہر راہ پہ اسے اپنے خالق کے نشان ملتے ہیں، خالق کی ہر نشانی نے اُس کا سر خالق کے در پہ جھکایا ہے اور آج کے دور میں بھی عقل کی پوجا کرنے والے ایسے لوگوں کی کمی نہیں کہ جو چیز اُن کے عقلی معیار سے فروتر ہو وہ اس کا انکار کر دیتے ہیں، جہاں سر جھکانے کا موقع ہوتا ہے وہاں تکبر سے کھڑے ہو جاتے ہیں اور جہاں قبول کرنے کا موقع ہوتا ہے وہاں وہ اپنی عقل کے گھوڑے دوڑاتے ہوئے انکار تک جا پہنچتے ہیں۔ آج کے اس جدید دور میں تو عقل کا خمار کچھ زیادہ ہی بڑھ گیا ہے اور لوگ یہ بات ماننے کے لیے تیار ہی نہیں کہ آخر عقل کی کوئی آخری حد تو ہوگی؟؟؟

سمجھ والے جانتے ہیں کہ عقل کی آخری حد ہے اس لیے کہ انسانوں کا وہ قبیلہ جو کائنات کی ہمہ پہلو رونق کا مشتاق ہے اور جنھیں عرف عام میں سائنس دان کہا جاتا ہے وہ جانتا ہے کہ انھیں علم سے بہت تھوڑا حصہ عطا کیا گیا ہے وہ اپنی نارسایوں سے آگاہ ہیں اور گاہ بہ گاہ اس کا اعتراف بھی کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ناسا (NASA) کی حال ہی میں شائع ہونے والی ایک تحقیق میں بتایا گیا ہے کہ ہزاروں سال سے علم فلکیات نے کائنات کا جو تصور پیش کیا تھا وہ روبہ شکست ہے اس لیے کہ جدید آلات کی وجہ سے آج کا ماہر فلکیات اس بات کو جان چکا ہے کہ نظام شمسی کی وہ حدود جو اس نے اپنے علم سے متعین کی تھیں وہ قصہ پارینہ بن چکی ہیں اور ایسے لاتعداد نظام شمسی اس کائنات میں موجود ہیں جن کا انسان کو ابھی تک کوئی سراغ تو نہیں ملا تاہم وہ اس بات کو ضرور جان چکا ہے کہ

''ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں''۔

(NASA) کی شائع کردہ اس تحقیق میں بتایا گیا ہے کہ ماہر فلکیات نے دعویٰ کیا ہے کہ انھوں نے اپنے نظامِ شمسی کے علاوہ بھی خلا میں کئی نظامِ شمسی دریافت کیے ہیں جن کا مطالعہ ابھی ممکن نہیں اس لیے کہ انسان تو ابھی تک اُس نظامِ شمسی کے بارے میں بھی حتمی نتائج سے کافی دور جس کا وہ باسی ہے۔

دراصل انسان کی کج روی اُسے اس بات پہ اکساتی ہے کہ وہ خالق کی کائنات کے بارے میں اُس تخیل پہ قائم رہے جو صدیوں سے مروج چلا آ رہا ہے اور جس میں اُسے قدرے کامیابی بھی حاصل ہوئی ہے۔ چنانچہ انسان نے چاند پر قدم رکھے، مریخ کی تصاویر حاصل کیں موسم کا حال معلوم کرنے کے لیے مصنوعی سیارے خلا میں بھیجے اور مواسلات کے نظام کو جدید تر بنانے کے لیے خلائی اسٹیشن قائم کیے۔ یہ سب باتیں درست ہیں مگر اِن کا اطلاق معراج پر کرنا اس لیے نادانی ہوگی کہ انسان نے جو اصول ضوابط مقرر کیے ہیں وہ اِس نظامِ شمسی کے متعلق ہیں جس کو وہ کسی حد تک جانتا ہے۔

مگر اس بنیاد پر یہ کہہ دینا کہ اُسے پوری کائنات کا علم حاصل ہو گیا ہے سراسر جہالت ہے۔ انسان کا مبلغ علم بلیک ہول پر ختم ہو جاتا ہے اس کے بعد کائنات میں کیا کیا رنگ بکھرے ہیں انسان ہنوز اُس سے ناواقف ہے۔ چنانچہ وہ انسان جو اُس نظامِ شمسی کے بارے میں بھی حتمی رائے سے گریزاں ہے جس کا وہ باسی ہے تو اُسے اس بات کا کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ اُس خالق کائنات کے کسی عمل پر اعتراض لگانے بیٹھ جائے۔ تاہم صدیوں سے انسان کی نارسائی اُس کے لیے الجھن اور ردِعمل کا باعث بنتی رہی ہے اور اکثر و بیشتر یہ الجھن انکار پہ ختم ہوئی ہے اور خالق کا یہی انکار علم کے رستے کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے کاش کہ آج کا جدید انسان اس بات کو سمجھے؟؟؟

جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے تو وہ اللہ کے ہر حکم اور ہر عمل پر سر جھکاتے ہیں اس لیے کہ انھیں یقین کی دولت سے نوازا گیا ہے اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ خالق نے انھیں علم سے بہت ہی کم حصہ دیا ہے بلکہ صرف اتنا دیا ہے جتنے کی اُس کو ضرورت تھی۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

وَمَا أُوتِيتُم مِّن الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا O

القرآن الحکیم (سورۃ بنی اسرائیل 85/17)

ترجمہ:

''اے انسانو: تم کو علم کا بہت ہی تھوڑا حصہ عطا کیا گیا ہے''۔

☯☯☯☯☯☯☯

عقل کی آخری حد سے حیرت سے شروع ہوتی ہے اور جب انسان کچھ کچھ جاننے لگتا ہے تو اس کی حیرت کم ہونے لگتی ہے مگر خالق کا خوف اس کا احاطہ کر لیتا ہے اور یہیں سے اُس دانش کا آغاز ہوتا ہے جو انسان کو اس دنیا میں بھی کامیاب اور سر بلند کرتی ہے اور آخرت میں بھی یقینی کامیابی اُس کا مقدر ٹھہرتی ہے اس لیے کہ اُس نے تکبر کی بجائے جستجو اور جہد وسعی کا راستہ اپنایا اور اس راستے میں اُسے زیادہ دور تک جانے کی ضرورت نہ تھی اس لیے کہ جو کوئی بھی خالق کی تلاش کا ارادہ لیے منزل کی طرف نکلتا ہے تو منزل خود اپنا سفر اُس متلاشی کی جانب شروع کر دیتی ہے تب ملاپ ایک یقینی بات ہے۔

کتاب مواہب الدنیہ میں لکھا ہے کہ:

حضرت ابو بکرؓ نے آنحضرت محمد ﷺ کی تصدیق کی اور ایمان لانے والے تمام مومنین نے آپ ﷺ کی تصدیق کی مگر مسلمانوں میں سے کچھ ایسے بھی تھے جن کا دل اس بات پہ یقین کرنے کو تیار نہ تھا کہ آنحضرت محمد ﷺ گذشتہ شب بیت المقدس گئے تھے۔ مورخین نے اگر چہ ایک ایسے گروہ کا ذکر ضرور کیا ہے جن کے ایمان کمزور تھے اور ایسی باتوں سے اپنے دین سے برگشتہ ہو جاتے تھے۔ تاہم مورخین نے اُن میں سے کسی کا نام نہیں لکھا اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ یہ محض مورخین کا خیال ہو کہ کچھ مسلمانوں نے آنحضرت محمد ﷺ کی بات نہیں مانی۔

امام حلبیؒ نے سیرت حلبیہ میں لکھا ہے کہ؛

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا یقین اپنی انتہا کو پہنچا ہوا تھا اس لیے جب نبی اکرم ﷺ نے لوگوں سے اس بات کا تذکرہ کیا کہ میں گذشتہ رات بیت المقدس کی طرف گیا تھا اور میں نے بہت سے انبیاء کے

ساتھ نماز ادا کی تب حضرت ابوبکر صدیقؓ سے راستے میں کسی سے کہا:

سنا ہے آپ کے دوست نے کیا کہا ہے؟

کیا کہا ہے، حضرت ابوبکرؓ نے دریافت کیا؟

تو اُس شخص نے اپنے لہجے میں حیرت بھرتے ہوئے کہا انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ گذشتہ شب وہ بیت المقدس تشریف لے گئے تھے اور رات ہی رات میں واپس بھی آ گئے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا، انہوں نے سچ فرمایا ہے۔

اور واقعہ بتانے والے کا جی چاہا کہ وہ بے ہوش ہو جائے۔

مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ یقین کی کوئی انتہا نہیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے اُس شخص سے کہا:

تم اس بات پہ حیران ہو کہ وہ کہتے ہیں کہ آپ بیت المقدس گئے ہیں مگر اس بات پہ حیران نہیں ہوتے کہ اللہ کا فرشتہ اُن کو صبح و شام غیب کی خبروں سے آگاہ کرتا ہے۔

قصیدہ ہمزیہ کے شاعر نے اس امر کی تائید کی ہے۔

حظی المسجد الحرام بمشاہ

ولم یش حظہ ایلیاء

مسجد حرام کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ آنحضرت محمد ﷺ اس میں چلتے پھرتے رہے اور یہی فضیلت مسجد اقصیٰ کے حصے میں بھی آئی۔

ثم رائی یحدث الناس شبکرا

اذا تتہ من ربہ النعماء

اس طرح اِن دونوں مسجدوں کو یہ سعادت حاصل ہو گئی اور وہ فضیلت میں برابر ہو گئیں چنانچہ جب نبی اکرم ﷺ بیت المقدس سے واپس تشریف لائے تب اللہ کی نعمتوں کے شکر کے طور

پہ آپ ﷺ نے اس امر کا اظہار لوگوں سے کیا۔[*10]

✡✡✡✡✡✡✡✡

جب حضرت ابوبکرؓ نے معطم بن عدی کی بات کو رد کیا اور نبی اکرم ﷺ کی تصدیق کی تو معطم بن عدی کو یہ بات بری لگی۔ چنانچہ اُس نے حضرت ابوبکر ﷺ کو مخاطب کیا اور کہا اے ابوقحافہ! تم بھی اُس مسجد کی طرف گئے ہو اور میں نے بھی بیت المقدس کا سفر اختیار کیا ہے اور اگر تم سمجھتے ہو کہ تمہارے صاحب سچ بول رہے ہیں تو اِن سے کہو وہ ہمیں مسجد اقصیٰ کے متعلق کچھ بتائیں۔

اس سوال سے اس کا مقصد یہ تھا کہ نبی اکرم ﷺ مسجد اقصیٰ کا نقشہ بیان نہ کر سکیں گے اور وہ لوگوں کے سامنے اپنی سچائی ثابت کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اُن کے دل میں یہ بات اس لیے آئی تھی کہ وہ جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ آج تک بیت المقدس کی طرف نہیں گئے۔

تاہم اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو آسانی عطا فرمائی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کی مدد کو لپکے۔ انہوں نے بیت المقدس کو آپ ﷺ کی نظروں کے سامنے عیاں کر دیا اور آپ ﷺ قریش کے سوالات کے جواب دینے لگے۔

قریش آپ ﷺ سے پوچھتے گئے کہ فلاں دروازہ کہاں ہے؟

دالان کہاں ہے، منبر کہاں ہے؟

سیڑھیاں کہاں ہیں وغیرہ وغیرہ۔

امام حلبیؒ نے اس ضمن میں نبی اکرم ﷺ سے جو روایت تحریر کی ہے اُس میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

جب قریش نے مجھے جھٹلایا اور مجھ سے بیت المقدس کے متعلق ایک ایک چیز کی تفصیلات پوچھنا شروع کیں تو میں مشکل میں پڑ گیا اس لیے کہ میں اگرچہ بیت المقدس گیا تھا مگر اتنی تھوڑی سی دیر میں بہت سی چیزیں دیکھنے سے رہ گئیں تھیں چنانچہ اُن کے سوالات سے مجھے قدرے تنگی پیش آ رہی تھی یہاں تک میں اٹھ کر حجر اسود کے پاس جا کھڑا ہوا تب جبرائیل حاضر ہوئے اور کہا، رسول اللہ ﷺ غم نہ کیجئے۔

اُس نے اپنا ایک پر پھیلا دیا اور بیت المقدس اپنی پوری جزیات کے ساتھ نمایاں ہو گیا تب میں قریش کے سوال کو سنتا اور پھر جبرائیل کے پر پہ نظر ڈال کے اس سوال کا جواب دے دیتا۔

اس طرح قریش کا کوئی ایسا سوال نہ تھا جس پہ مجھے مشکل پیش آئی ہو اور میں اُن کو ایسے جواب دے رہا تھا جیسے میں سینکڑوں بار بیت المقدس گیا ہوں۔ قریش اپنے تجارتی قافلوں کے ساتھ شام کا سفر کرتے ہی رہتے تھے اس لیے مسجد اقصیٰ اُن کے لیے کوئی اجنبی جگہ نہ تھی وہ اس کے ایک ایک دروازے ایک ایک کھڑکی سے آگاہ تھے۔

چنانچہ مجبوراً ہی سہی مگر قریش کو یہ بات تسلیم کرنی پڑی کہ آنحضرت محمد ﷺ واقع ہی بیت المقدس تشریف لے گئے تھے۔ تاہم عادت کے مطابق قریش اپنی ضد پہ قائم رہے کہ دراصل وہ کسی بھی عقلی دلیل کو اپنے تعصب پہ غلبہ نہ پانے دیتے تھے۔

معطم بن عدی اور دوسرے اہل قریش اگر چہ کچھ پریشان تھے مگر انہوں نے اس پریشانی کا اظہار نہ کیا تھا مبادا عام لوگ اس امر کو اُن کی شکست جانیں اور وہ جانتے تھے کہ اس صورت میں لوگوں کا اعتماد اِن سے اٹھ جائے گا اور ہوسکتا ہے وہ محمد ﷺ کی پیروی اختیار کر لیں۔ چنانچہ اسی خدشے کو پیش نظر رکھتے ہوئے وہ اکثر سوال سے سوال نکالتے رہتے تھے۔

اور آج بھی انہوں نے ایسا ہی کیا۔

اُن میں سے کوئی قریشی بولا:

آپ ﷺ نے آخر مکہ سے لے کر شام تک کا سفر کیا ہے کیا آپ ﷺ ہمیں اپنے راستے میں گذرنے والے واقعات کے متعلق کچھ نہیں بتائیں گے۔

آنحضرت محمد ﷺ نے فرمایا: ضرور!

میری سچائی کی ایک علامت تو یہ ہے کہ جب میں بیت المقدس کی جانب عازم سفر تھا تب فلاں وادی میں میرے قریب سے فلاں قبیلے کا ایک قافلہ گذرا اور میری سواری کی بو پا کے اُن کا ایک اونٹ بدکا اور بھاگ کھڑا ہوا۔

وہ قافلہ کل پرسوں یہاں پہنچنے والا ہے تم اُن سے پوچھ سکتے ہو کہ فلاں رات کو تمہارا ایک اونٹ سامان گرا کے بھاگ نکلا تھا یا نہیں؟؟

اس کے بعد میں پھر سے اپنے سفر پہ روانہ ہو گیا۔

کچھ دیر بعد مجھے کچھ پیاس کا احساس ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک قافلہ ہے جس نے پڑاؤ ڈالا ہوا ہے اور اُس کے اکثر لوگ دن بھر کی مشقت کے بعد بے سُد ہو کر سو رہے ہیں تب میں نے اپنی سواری کو روکا اور پانی تلاش کیا۔

وہاں ایک برتن کو ڈھک کے رکھا گیا تھا ہم اُس کی طرف گئے اور اُس برتن میں پانی تھا۔

میں نے اپنی پیاس بجھائی اور وہاں سے چلنے کو تھا کہ میری سواری یعنی براق نے اُس برتن کو پاؤں مارا اور اسے الٹ دیا جس کی وجہ سے برتن کا پانی بہہ نکلا دراصل میرا براق بھی پانی پینا چاہتا تھا چنانچہ اُس نے بہتے پانی کو پیا اور سیر ہوا اس کے بعد میں اپنی سواری پہ بیٹھا اور ہم بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے۔ قریش نے اِن نشانیوں کی بھی تصدیق کی مگر اُن کے دل نرم نہ ہوئے اس لیے کہ ہدایت اللہ کی طرف سے ہے۔[11*]

رفعتوں کی طرف



وہ امورِ عقل جن کی توجیح سے عاجز ہے، وہ مناظر جو خاص
رسول اللہ ﷺ کی چشمِ مبارک کے لیے چنے کیے گئے۔ اُن
لمحات ومعاملات کا قصہ جن سے خالق کی کبریت اور رحمت
کے در وا ہوتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی عظمت ورفعت کا
احساس نمایاں ہوتا ہے کہ اللہ نے کسی اور رسول کو اس طرح
اپنا مہمان نہ بنایا تھا۔

رمضان، 12 نبوی، 1 قبل ہجرت ، مارچ 621ء ... 622ء

معراج النبی

کئی مورخین نے اسراء اور معراج کو الگ الگ بیان کیا ہے اُن کا کہنا یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو بیت المقدس لے جانا اور وہاں انبیاء کی ایک جماعت کے ساتھ اُن کا نماز ادا کرنا ایک الگ واقعہ ہے اور سفر معراج پہ روانہ ہونا ایک الگ واقعہ ہے۔ تاہم اکثر مورخین نے اس قول کو رد کیا ہے اور کہا ہے کہ اسراء اور معراج ایک ہی رات کو ہوئی تھی اور اس بارے میں بہت سی مستحکم روایات موجود ہیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر بات پہ قدرت رکھتا ہے اس لیے یہ بات قرین قیاس ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ بیت المقدس میں انبیاء و رسل کو نماز پڑھا چکے تب آپ ﷺ آسمانوں کی سیر پہ روانہ ہو گئے ہوں۔ اکثر مورخین کا رجحان اسی طرف ہے۔ ابن اسحٰق ؒ کے حوالے سے امام سہیلیؒ نے اس ضمن میں لکھا ہے کہ مجھ سے ابو سعید خدریؓ نے کہا کہ انہیں ایک ایسے شخص نے اس بات سے آگاہ کیا ہے جسے میں جھوٹا نہیں سمجھتا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

جب میں بیت المقدس میں ظہور پذیر ہونے والے واقعات سے فارغ ہوا تو وہاں ایک سیڑھی لائی گئی جو اتنی خوبصورت تھی کہ میں نے اِس سے قبل اُس سے زیادہ خوبصورت کوئی چیز نہ دیکھی تھی۔اور وہ اتنی خوبصورت تھی کہ نزع کے وقت بھی مردہ اس سے نگائیں چرانے کو مشکل جانے۔

پھر میرے رفیق نے مجھ سے کہا: آپ ﷺ اس سیڑھی پہ چڑھ جائیں۔

میں اُس سیڑھی پہ چڑھا حتیٰ کہ وہ مجھے آسمان کے دروازوں میں سے ایک دروازے تک لے گئی جسے بابِ حفظ کہا جاتا تھا۔

مجھے بتایا کہ یہ آسمانِ دنیا کا دروازہ ہے۔

باب حفظ پہ ایک فرشتہ تھا جس کا نام اسماعیل تھا اور اس کے ماتحت بارہ ہزار فرشتے تھے اور اُن بارہ ہزار فرشتوں میں سے ہر ایک کے ماتحت مزید بارہ بارہ ہزار فرشتے تھے اور اُن کی اصل تعداد کیا ہے اللہ ہی جانتا ہے۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ"

اور تمہارے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا جو اُن کا خالق ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

چنانچہ جب میں جبرائیل کے ساتھ آسمان دنیا میں داخل ہوا تو اس آسمان کے دربان نے حضرت جبرائیل سے سوال کیا؟

یہ کون ہیں،اور کیا انہیں بلایا گیا ہے؟

جبرائیل نے جواب دیا میرے ماں باپ اِن پہ قربان یہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور اِن کو بلایا گیا ہے۔اب تم راستے سے ہٹ جاؤ اور وہ فرشتہ ہٹ گیا۔

اور اُس نے مجھے بھلائی کی دُعا دی۔

مشاہدات

ابن اسحٰق مزید لکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، آسمان دنیا پہ مجھ سے مختلف ملائکہ نے بات کی اور وہ میرے وہاں پہنچنے پہ بہت مسرور تھے اور بات بات پہ اپنی مسرت کا اظہار کر رہے تھے۔ تب میں نے محسوس کیا کہ اُن میں سے ایک فرشتہ ایسا بھی ہے جسے شاید میرا وہاں آنا اچھا نہیں لگا کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ باقی سب فرشتے تو مسکرا رہے ہیں خوشیاں منا رہے ہیں اور مجھے دُعا دے رہے ہیں، اچھے لفظوں میں میری مدح کر رہے ہیں مگر وہ ایک طرف منہ بنائے کھڑا ہے جیسے اُسے کوئی خوشی نہ ہو۔

تب میں نے جبرائیل کو پکارا اور اُس سے پوچھا؟

جبرائیل! کیا اُس فرشتے کو میرے یہاں آنے کی خوشی نہیں ہوئی۔

میں نے اُنگلی سے اُس فرشتے کی طرف اشارہ کیا اور حضرت جبرائیل نے جب اُس فرشتے کو دیکھا تو مسکرا دیئے پھر مجھ سے کہا:

یارسول اللہ! ﷺ

وہ اس لیے خوش نہیں ہو رہا کہ اس کا خوشی سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے وہ دوزخ کا داروغہ ہے اور اُس کا نام مالک ہے۔ کئی لاکھ سالوں سے ہم میں سے کسی نے اسے مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا اسی لیے وہ آج بھی نہیں مسکرا رہا شاید اسے مسکرانا آتا ہی نہ ہو۔

حضرت جبرائیل نے آنحضرت محمد ﷺ سے کہا:

آیئے اُس کے پاس چلتے ہیں مگر وہ کسی سے مسکرا کے نہیں ملتا اس لیے شاید آج بھی نہ مسکرائے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب ہم دورخ کے امین اس فرشتے کے پاس پہنچے تو میں نے جبرائیل سے کہا:

جبرائیل کیا تم مالک سے یہ نہیں کہو گے کہ وہ ہمیں دوزخ دکھائے۔

حضرت جبرائیل نے کہا:

کیوں نہیں یارسول اللہ ﷺ ضرور!

جبرائیل نے مالک سے کہا:

اے مالک! آنحضرت محمد ﷺ کے سامنے سے پردہ ہٹا دو تا کہ آپ ﷺ جہنم کے عجائبات کا مشاہدہ کر سکیں۔

چنانچہ مالک نے اپنے بازو کو حرکت دی اور جہنم کا پردہ ہٹ گیا۔

وہ چشم زدن میں شرر فشاں ہو گئی۔ وہ میرے اتنے قریب لائی گئی کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ مجھے نظر آنے والی تمام اشیاء کو ہڑپ کر جائے گی۔

آنحضرت محمد ﷺ نے جبرائیل کو کہا:

مالک سے کہو! ابھی جہنم کو ڈھانپ دے یعنی یہ مجھے دکھائی دینا بند ہو جائے۔

اور مالک نے ایسا ہی کیا۔

☯☯☯☯☯☯☯

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے بعد ہم آگے بڑھے اور ہم نے دیکھا کہ ایک حسین وجمیل عورت ہے جو بال کھولے کھڑی ہے یوں لگتا تھا وہ کسی کا انتظار کر رہی ہے۔ جب ہم اُس کے قریب سے گذرے تو اُس نے نبی اکرم ﷺ کو پکارا اور کہا: میں آپ ﷺ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔

نبی اکرم ﷺ نے اُس عورت کو نظر انداز کیا اور اس کے قریب سے گذر گئے تاہم آپ ﷺ کو اس عورت کے بارے تجسس تھا اس لیے آپ ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا، جبرائیل یہ کون تھی؟

جبرائیل نے کہا: یارسول اللہ ﷺ یہ عورت دراصل دنیا کی تمثیلی شکل تھی آپ ﷺ نے بہت اچھا کیا جو اسے نظرانداز کیا ورنہ آپ ﷺ کی امت آخرت کے بجائے دنیا کو اختیار کر لیتی۔

☯☯☯☯☯☯☯

یہاں تک آپ ﷺ چلتے گئے، راستے کے کنارے پہ آپ ﷺ نے ایک بڑھیا کو دیکھا جس کے چہرے کی جلد اس بات کی گواہ تھی کہ اُس کی عمر بہت زیادہ ہو چکی ہے اُس سے بدبو آ رہی تھی۔

جب نبی اکرم ﷺ اُس بڑھیا کے قریب سے گذرے تو اُس بڑھیا نے بھی آپ ﷺ کو پکارا اور کہا: میری بات سنئے!

مگر نبی اکرم ﷺ نے اس بڑھیا کو بھی نظرانداز فرمایا اور آگے بڑھ گئے۔

تاہم نبی اکرم ﷺ نے جبرائیل سے پوچھا؟

یہ بڑھیا کون تھی؟

یہ بھی دنیا ہی تھی جو اپنی اصل شکل میں تھی۔

☯☯☯☯☯☯☯

اس کے بعد آنحضرت محمد ﷺ آسمان دنیا پہ ہی آگے بڑھے اور انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص ہے جو بیٹھا ہوا ہے اور اُس کے سامنے بنو آدمؑ کی ارواح پیش کی جا رہی ہیں اور آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ وہ حضرت آدمؑ ہیں۔

چنانچہ جب کوئی روح اُن پہ پیش کی جاتی تو وہ خوش ہوتے اور اس روح کو بھلائی سے یاد کرتے اور کہتے، یہ عمدہ روح ہے جو عمدہ جسم سے نکلی ہے۔

لیکن پھر اُن پہ کوئی روح پیش کی جاتی تو وہ اپنے چہرے کو اُس سے پھیر لیتے اور فرماتے، اس کو مجھ سے دور لے جاؤ یہ ایک بری روح ہے جو کسی برے جسم سے نکلی ہے۔

حضرت جبرائیل نے مجھ کو بتایا کہ چونکہ روئے زمین پہ بسنے والے تمام انسان حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں اس لیے اُن کی اولاد کو پہلے اُن کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور حضرت آدمؑ کی اولاد میں سے جو کافر ہیں جب اُن کی ارواح آپ پہ پیش کی جاتی ہیں تو آپ کو اذیت ہوتی ہے کہ باوجود عقل عطا ہونے کے یہ انسان خالق کی پہچان سے عاری رہا جس کی وجہ سے اس کا جسم بھی ناپاک رہا اور اس کی روح سے بھی بدبو آرہی ہے اس لیے حضرت آدمؑ اسے وہاں سے دور ہٹانے کا حکم دیتے۔

☯☯☯☯☯☯☯

یہ ایک طویل روایت ہے جس کے راوی حضرت ابوسعید خدریؓ ہیں وہ اپنی روایت کو جاری رکھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد آنحضرت محمد ﷺ جبرائیل کے ساتھ آسمان دنیا کی مزید سیر کے لیے آگے بڑھے تو رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جن کے ہونٹ اونٹوں کی طرح لٹکے ہوئے تھے اور اُن کے ہاتھوں میں انگارے بھرے تھے وہ اِن انگاروں کو اپنے منہ میں ڈال رہے تھے میں نے جبرائیل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟

اُس نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں ظلم کرنے والے تھے اور یتیم کا مال کھانے سے باز نہ آتے تھے۔

☯☯☯☯☯☯☯

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہم کچھ اور آگے گئے تو میں نے دیکھا کہ وہاں کچھ لوگ ہیں جن کے پیٹ بہت بڑے ہیں اُن کے پیٹ اتنے بڑے تھے کہ اس سے قبل ہم نے اتنے بڑے پیٹ کبھی نہ دیکھے تھے لگتا تھا کہ یہ ابھی پھٹ جائیں گے۔ وہ آگ میں ڈالے جاتے تو اپنے بڑے پیٹوں کی وجہ سے مزاحمت پہ قدرت نہ رکھتے تھے، چنانچہ وہ آگ میں روندے میں جاتے اور اذیت سے اُن کی چیخیں دور تک جاتی تھیں۔

آنحضرت محمد ﷺ نے پوچھا جبرائیل یہ کون لوگ ہیں۔

یہ وہ لوگ ہیں جو سود لیتے تھے اور اللہ سے نہ ڈرتے تھے۔ جبرائیل نے جواب دیا۔

☯☯☯☯☯☯☯

ابوسعید خدریؓ نے روایت کیا کہ آنحضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ!

جب ہم کچھ اور آگے گئے تو ہم نے دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جن کے ایک طرف عمدہ اور صاف گوشت رکھا ہے اور اُن کی دوسری طرف بدبودار اور گندہ گوشت پڑا تھا اور وہ لوگ صاف ستھرا اور عمدہ گوشت چھوڑ کے گندہ اور بوسیدہ گوشت کھا رہے تھے۔

میں نے جبرائیل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں اور عمدہ گوشت چھوڑ کے گندہ گوشت کیوں کھا رہے ہیں؟

حضرت جبرائیل نے جواب دیا یارسول اللہ ﷺ !

یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حسین و جمیل بیویاں دے رکھیں تھیں مگر وہ اپنی بیویوں کو چھوڑ کر دوسری عورتوں کی طرف راغب رہتے اور جن عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے اِن پہ حلال کر رکھا تھا وہ اِن کی بجائے اُن عورتوں کے پاس جاتے جن کو اللہ تعالیٰ نے اِن پہ حرام کر رکھا تھا۔

☯☯☯☯☯☯☯

ہم آگے بڑھے اور ہم نے دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جن کے سروں کو کچل کے ریزہ ریزہ کر دیا جاتا ہے اور پھر وہ سر جلد ہی اپنی اصل حالت پہ آ جاتے اور اُن کو پھر سے کچل دیا جاتا۔

میں نے جبرائیل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟

جبرائیل نے جواب دیا یارسول اللہ ﷺ یہ وہ لوگ ہیں جو فرض نمازوں سے کوتاہی کیا کرتے تھے۔

☯☯☯☯☯☯☯

اس کے بعد ہم کچھ اور آگے گئے تو ہم نے دیکھا کہ!

ایک آدمی ہے جس کے پاس لکڑیوں کا گھٹا ہے جو اس سے اٹھایا نہیں جاتا مگر وہ اس گھٹے میں اور

لکڑیاں ملائے جا رہا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے جبرائیل سے پوچھا؟

یہ شخص کون ہے!

یارسول اللہ ﷺ یہ وہ شخص ہے جس کے پاس لوگوں کی امانتیں پڑی رہتیں تھیں مگر یہ اُن کی حفاظت سے کوتاہی کرتا تھا''۔

☯☯☯☯☯☯☯

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہم کچھ اور آگے گئے تو ہم نے دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جو جہنم کے سلگے ہوئے پتھر چبا رہے ہیں اور زقوم کو کھا رہے ہیں۔

میں نے جبرائیل سے پوچھا؟

جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟

جبرائیل نے جواب دیا یارسول اللہ ﷺ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کو سمیٹ سمیٹ کر رکھتے تھے اور صدقہ اور زکواۃ نہ دیتے تھے۔

☯☯☯☯☯☯☯

حضرت ابوسعید خدریؓ نے مزید روایت کیا کہ جب نبی اکرم ﷺ اور حضرت جبرائیل کچھ اور آگے بڑھے تو انہوں نے دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جن کے ہونٹ اور زبانیں لوہے کی کینچیوں سے کاٹی جا رہی ہیں تب آنحضرت محمد ﷺ نے جبرائیل سے پوچھا؟

یہ لوگ کون ہیں؟

حضرت جبرائیل نے جواب دیا! یارسول اللہ ﷺ!

یہ وہ وعظ اور خطیب ہیں جو آپ ﷺ کی امت میں فتنہ پیدا کیا کرتے تھے۔

☯☯☯☯☯☯☯

اس کے بعد ہم مزید آگے بڑھے تو ہم نے دیکھا کہ کچھ عورتیں ہیں جو پستانوں کے بل لٹکی ہیں۔

میں نے جبرائیل سے پوچھا یہ کون ہیں؟

جبرائیل نے جواب دیا کہ یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنے مردوں کی اولاد میں ایسے بچے شامل کرتی ہیں جو اُن کے شوہر سے نہیں ہوتے۔

یعنی وہ اپنے شوہروں کی اولاد میں ملاوٹ کرتی ہیں۔

ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ مجھ سے قاسم بن محمد نے روایت کی کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس عورت پہ اللہ تعالیٰ کا غصہ اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے اور بہت شدید ہو جاتا ہے جس نے اپنے مردوں میں اس بچے کو شامل کیا جو اس کے شوہر کا نہ تھا اس عورت نے اسے شوہر کے مال سے پروان چڑھایا اور خفیہ رازوں کو اپنے سینے میں چھپایا۔

☯☯☯☯☯☯☯

ابو سعید خدریؓ اپنی اس طویل روایت میں مزید بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ اس کے بعد ہم دوسرے آسمان پہ گئے اور وہاں میری ملاقات دو خالہ زاد بھائیوں سے کرائی گئی جو حضرت عیسیٰ بن مریمؑ اور حضرت یحییٰ بن زکریاؑ تھے۔

☯☯☯☯☯☯☯

پھر ہم تیسرے آسمان کی طرف پرواز کر گئے اور وہاں ہم نے ایک حسین و جمیل شخص کو دیکھا کہ اُس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔

میں نے جبرائیل سے پوچھا یہ کون ہیں؟

یہ آپ کے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام ہیں اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے صاحب زادے ہیں۔

☯☯☯☯☯☯☯

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

اس کے بعد ہم چوتھے آسمان پہ پہنچے اور وہاں میں نے ایک شخص کو دیکھا اور جبرائیل سے پوچھا یہ شخص کون ہے؟

جبرائیل نے جواب دیا۔

یہ حضرت ادریسؑ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے زمین سے اٹھالیا تھا۔

☯☯☯☯☯☯☯

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اس کے بعد ہم پانچویں آسمان پہ پہنچے اور وہاں میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ تشریف فرما تھے جن کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے اور یہ سفید بال اُن پہ خوب جچ رہے تھے اور میں نے اس سے قبل کسی بوڑھے کو اتنا حسین وجمیل نہ دیکھا تھا۔

تب میں نے جبرائیل سے پوچھا یہ کون ہیں؟

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

یہ اپنی قوم کے محبوب حضرت ہارون علیہ السلام ہیں۔

☯☯☯☯☯☯☯

ابوسعید خدریؓ نے کہا:

اس کے بعد آنخضرت محمد ﷺ کو چھٹے آسمان پہ لے جایا گیا اور وہاں میں نے ایک شخص کو دیکھا جو گندم گوں طویل اور چھریرے بدن کا آدمی ہے اُن کا قد اتنا لمبا تھا کہ وہ بنوشنودہ کا فرد لگتے تھے۔

میں نے پوچھا، اے جبرائیل یہ کون صاحب ہیں؟

جبرائیل نے کہا!

آنخضرت ﷺ یہ آپ کے بھائی موسیٰ بن عمران ہیں۔

☯☯☯☯☯☯☯

اس کے بعد ہم ساتویں آسمان پہ پہنچ گئے اور وہاں میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ ہیں جو بیت المعمور کے دروازے کے پاس کرسی ڈالے بیٹھے ہیں۔ بیت المعمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور جو ایک بار داخل ہونے کی سعادت حاصل کر لیتا پھر قیامت تک اُس کو دوبارہ یہ سعادت حاصل نہیں ہوتی اس لیے کہ اللہ کے ملائکہ کی تعداد کتنی ہے کوئی نہیں جانتا اور اللہ اپنے رازوں میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

میں نے محسوس کیا کہ بیت المعمور کے دروازے پہ پایا جانے والا شخص میرا ہم شکل لگتا تھا تب میں نے جبرائیل سے سوال کیا یہ کون ہیں؟

جبرائیل نے جواب دیا۔

یارسول اللہ ﷺ یہ آپ کے باپ ابراہیم خلیل اللہ ہیں۔

☯☯☯☯☯☯☯

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اس کے بعد ہم کو جنت میں لے جایا گیا جہاں میں نے ایک حسین و جمیل حور دیکھی جس کا حسن و جمال تعجب میں ڈالنے والا تھا۔

میں نے اُس سے پوچھا تو کس کے لیے ہے؟

اُس نے جواب دیا کہ میں زید بن حارثہؓ کے لیے ہوں۔

سفر معراج سے واپسی کے بعد آنحضرت محمد ﷺ نے زید بن حارثہؓ کو اس حور کی خوشخبری سنائی۔

☯☯☯☯☯☯☯

ابوسعید خدریؓ نے روایت کی کہ آنحضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ معراج کی شب میری ملاقات اللہ کے اُن بندوں سے بھی کرائی گئی جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے تھے۔

آنحضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ وہ دن کی کسی ایک گھڑی میں فصل بوتے اور اگلے ہی لمحے وہ فصل تیار ہو کر کٹنے کے قابل ہو جاتی اس کے بعد وہ پھر فصل بوتے اور لمحوں میں ہی وہ فصل دوبارہ کٹنے کے لیے تیار ہو جاتی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ پھر میں جنت کے قریب سے گذرا اور

جنت سے بھینی بھینی اور بہت ہی عمدہ خوشبو اٹھ رہی تھی اور ہر طرف سے ٹھنڈی اور عمدہ ہوائیں آ رہی تھیں اور وہیں آپ ﷺ کو ایک دلکش آواز سنائی دی۔

حضور اکرم ﷺ نے جبرائیل سے پوچھا؟

یہ آواز کیسی ہے؟

جبرائیل علیہ السلام نے کہا: یارسول اللہ ﷺ یہ جنت کی آواز ہے جو کہہ رہی ہے اے پروردگار مجھے وہی کچھ دے جس کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔

علامہ ابن کثیر نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے کہ جنت اپنے لوگوں کو پکار رہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ میرے عشرت کدے کے موتی سونا چاندی مونگے شہد دودھ اور پانی اور شراب کے کٹورے بہت زیادہ ہو گئے ہیں۔

اس کو حق تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا کہ ہر وہ مومن مرد اور عورت تجھ میں داخل ہوگا جو محمد ﷺ پر اور میرے دیگر رسولوں پہ ایمان لاتا ہو اور میرے ساتھ کسی اور کو شریک نہ ٹھہراتا ہو اور مجھ سے بڑھ کے کسی اور کو نہ مانتا ہو اور نہ میرے برابر کسی کو جانتا ہو اور نیک عمل کرتا ہو۔سن لے جس کے دل میں ذرا سا بھی ڈر ہو اس کا دل ہر قسم کے خوف و خطر سے محفوظ رہے گا یاد رکھ جو مجھ سے مانگتا ہے میں اسے محروم نہیں رکھتا جو مجھے قرض دیتا ہے یعنی نیک عمل کرتا ہے اور میری راہ میں خرچ کرتا ہے میں اُس کو ضرور عمدہ بدل دوں گا اور جو مجھ پہ بھروسا کرتا ہے توکل کرتا ہے میں اس کی پونجی کو اس کی ضروریات کے لیے کافی کر دیتا ہوں اور میں ہی سچا معبود ہوں میرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں میرا وعدہ سچا ہے جو کبھی غلط نہیں ہو سکتا مومن کی نجات یقینی ہے اور اللہ ہی ہے جو برکت والا اور سب سے بہترین خالق یعنی پیدا کرنے والا ہے۔

☯☯☯☯☯☯☯

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ حضرت جبرائیلؑ مجھے جس آسمان تک بھی لے کر پہنچتے اور اس میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرتے تو وہاں سوال کیا جاتا۔

تمہارے ساتھ کون ہیں، حضرت جبرائیلؑ جواب دیتے۔

میرے ساتھ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

پوچھا جاتا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟

حضرت جبرائیلؑ جواب دیتے! ہاں

اس پہ فرشتے آنحضرت محمد ﷺ کو دُعا دیتے اور کہتے اللہ تعالیٰ اس عظیم بھائی اور مخلص دوست کی عمر دراز فرمائے۔

☯☯☯☯☯☯☯

بعض روایتوں میں بیان کیا گیا ہے کہ!

جب نبی اکرم ﷺ مسجد اقصیٰ سے فارغ ہوئے تو اُن کے لیے ایک سیڑھی لائی گئی یہ زمرد کی سیڑھی تھی جو اتنی خوبصورت تھی کہ اس سے بہتر سیڑھی ہو ہی نہیں سکتی اس سیڑھی کے متعلق یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ اللہ کے نیک بندوں پہ جب موت کا وقت آتا ہے تب یہ سیڑھی اُن کے سامنے لائی جاتی ہے اسی لیے اُن کی آنکھیں آسمان کی طرف لگ جاتی ہیں۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سیڑھی کے دس پائے تھے جن میں سے سات پائے تو سات آسمانوں کے لیے تھے آٹھواں سدرۃ المنتہیٰ پہ پہنچنے کے لیے۔

نواں مستوی کے لیے یعنی اس جگہ کے لیے جہاں عرش رکا ہوا ہے، اور دسواں پایہ آنحضرت محمد ﷺ کو حریم ناز تک لے گیا۔

☯☯☯☯☯☯☯

جب نبی اکرم ﷺ ساتویں آسمان سے رخصت ہونے لگے تو حضرت ابراہیمؑ نے اُن سے کہا: اے اللہ کے نبی آج رات آپ کے رتبے کو اتنا بلند فرما دیا جائے گا کہ اس سے قبل یہ رتبہ کسی اور کو حاصل نہ ہو سکا آپ یہاں سے بلند درجات کی طرف تشریف لے جانے والے ہیں اور آپ ﷺ کی امت سب امتوں سے کمزور ہے اس لیے جہاں تک ممکن ہو اپنی امت کے لیے آسانیاں حاصل کرنے کی

کوشش کرنا۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کو وہ بلند رتبہ عطا کیا گیا جس کی اس سے قبل کوئی مثال نہ تھی اور جب آپ ﷺ خوشی خوشی حریم ناز سے نیچے کی طرف آئے تو اُن کا گذر حضرت موسیٰ بن عمران کے پاس سے ہوا۔

موسیٰ بن عمران نے آنحضرت محمد ﷺ کو آواز دی اور کہا؛

اے میرے بھائی یہ تو بتایئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ امت پہ کیا فرض کیا ہے

آنحضرت محمد ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لیے دن بھر میں پچاس نمازیں فرض کی ہیں یہ سن کر موسیٰ بن عمران نے کہا' اے میرے بھائی نماز ایک بڑا بوجھ ہے آپ ﷺ کی امت اس کو نہ اٹھا سکے گی آپ واپس اللہ تعالیٰ کے پاس جائیں اور تخفیف کی درخواست کریں۔ چنانچہ آنحضرت محمد ﷺ اپنے رب کی طرف لوٹ گئے اور اپنی امت کے لیے تخفیف کی درخواست کی۔

اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں۔

اس کے بعد میں پھر واپس آیا اور میں موسیٰ بن عمران کے پاس سے گذرا اور اُن کو اپنی کامیابی کی اطلاع دی۔

یہ سن کے وہ مسکرا دیئے اور کہا:

میرے بھائی آپ ﷺ کی امت اس کی متحمل نہیں ہوسکتی پھر جایئے اور اپنی امت کے لیے آسانی طلب کیجئے۔

چنانچہ آنحضرت محمد ﷺ کئی بار اپنے رب کے پاس گئے اور اپنی امت کے لیے آسانی طلب کی۔ حتیٰ کہ صرف پانچ نمازیں رہ گئیں۔

اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ تمہاری امت نمازیں تو پانچ پڑھے گی مگر اُس کو ثواب پچاس نمازوں ہی کا دیا جائے گا اس لیے کہ ہمارے ہاں زبان نہیں لوٹائی جاتی۔ آنحضرت محمد ﷺ جب پانچ نمازیں لے کر واپس آئے تب بھی حضرت موسیٰ نے اُن سے یہی کہا کہ یہ آپ کی امت پہ بھاری ہوں گی اس لیے آپ ﷺ واپس جایئے اور تخفیف کی درخواست کریں۔ تاہم اب کی بار آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت موسیٰ کی بات کو نظر انداز کیا اور فرمایا! اب مجھے اپنے رب کے پاس جاتے ہوئے شرم آتی ہے۔

واقعہ اسرأ اور معراج کی روایات بہت زیادہ ہیں جن کی صحت اور عدم صحت پہ بھی علماء کے ہاں ایک بحث پائی جاتی ہے اس ضمن میں ہم نے جس قدر مناسب جانا تحریر کر دیا اور ہر کام اللہ کے حکم کا مقید ہے۔[*12]

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ

مدینہ میں اسلام اس تیزی سے پھیلا کہ یہودی پریشان ہوکررہ گئے اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ اوس وخزرج اسلام کی روشنی قبول کرنے کے بعد اُن کی اطاعت سے نکل جائیں گے اور وہ اہل مدینہ سے جو معاشی اور سیاسی فوائد حاصل کررہے تھے اب وہ اس سے محروم ہوجائیں گے۔

رمضان، 12 نبوی، 1 قبل ہجرت ، مارچ 621ء ... 622ء

بیت عقبہ اولیٰ

شہر مدینہ کی ہوائیں اب پہلے سے زیادہ معطر تھیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے نام لینے والے اُس کی حمد و تسبیح میں مشغول تھے۔شہر مدینہ کے دیوار و دراب پہلے سے زیادہ روشن تھے کہ اِن دیوار و در کو دیدار محبوب کے شوق نے اس ذوق جنوں سے نواز دیا تھا جس کے بعد پتھر بھی موم ہو جایا کرتے ہیں۔تو اس شہر دلربا کے دیوار در سے اگر روشنی جھانکنے لگی تھی تو اس میں کون سی عجیب بات تھی اور شہر کے گُل و گلزار بھی اب پہلے سے زیادہ مہکنے لگے تھے کہ اُن میں اس کائنات کا سب سے برتر فرد اترنے والا تھا اور اس شہر کی رونقیں اپنے اندر اُس خلا کو محسوس کر رہی تھیں جس کا اس سے پہلے انہیں کوئی شعور نہ تھا مگر جب سے انہیں کسی کی آمد کی اطلاع دی گئی تھی تب سے وہ اپنی پلکیں اُن راہوں پہ بچھانے کو ترساں تھیں، جہاں جہاں سے اُس رونق کائنات نے گذرنا تھا جس کا چرچا زمین پہ بھی تھا اور آسمانوں پہ بھی تھا۔بہاریں دامن کشا تھیں کہ وہ اُس گل سرسبد کا استقبال کریں جس کے لیے انہیں معمور کیا گیا تھا، مقرر کیا گیا تھا کہ وہ خالق کے ہر حکم کے تابع تھیں۔اسی طرح شہر مدینہ کی سرزمین اُن قدموں کو چومنے کے لیے بیقرار تھی تو شہر مدینہ کے اوپر

جگمگانے والے ستارے آپس میں اُن لمحوں کا تذکرہ کرتے تھے جب وہ نیچے جھانکیں گے تو انہیں کائنات کی سب سے حسین ہستی کا دیدار نصیب ہوگا اور چاند کچھ پریشان تھا کہ اُن کا حسن تو اُس صاحب کے مقابل گہنا جائے گا جس کا تذکرہ زمین و آسمان میں ہے اور ملائکہ جس پہ صبح و شام درود و سلام کی بارش کیئے رکھتے ہیں۔تو کیا تب بھی لوگ میری مہکی چاندنی کا لطف محسوس کریں گے جب اِن کے ساتھ سرور کائنات تشریف فرما ہوں گے۔

شہر مدینہ کے لوگ ایک انجانے احساس کو محسوس کر رہے تھے جس نے اِن اندر اُس انمول تبدیلی کو جنم دیا تھا کہ اب وہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے نہ رہے تھے۔اُن کے اندر کی وحشت اور انتقام کے شعلے جیسے بجھ سے گئے تھے اور وہ جس کو بھی دیکھتے تھے محبت سے دیکھتے تھے کہ اب وہ دین محبت کے پیرو تھے اور جب سے انہوں نے اس دین کو اختیار کیا تھا تب سے انہیں زندگی کا وہ حسن دکھائی دینے لگا تھا جس کا اس سے پہلے انہیں کوئی شعور نہ تھا کہ اس سے قبل اُن کی انتہائے خواہش یہی تھی کہ اُن کا دشمن اُن کی نظروں کے سامنے ذلیل وخوار ہو مگر اب ان کے شوق بھی نئے تھے اور منزلیں بھی نئی ،اُن کی جستجو بھی نئی تھی اور انتہائے آرزو بھی منفرد اور اُن میں سے بہت سوں کی انتہائے آرزو تو یہ تھی کہ کب وہ لمحہ آئے جب وہ نبی اکرم ﷺ کا دیدار کریں اور اسی شوق کی دیوانگی اہل مدینہ میں سے کچھ افراد کو پھر سے مکہ لے آئی اور عقبہ کے مقام پر اُن لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پہ دین اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔

اسی کو مورخین نے بیت عقبہ اولیٰ کہا ہے۔جس کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے مورخین نے لکھا ہے کہ وہ بارہ لوگ تھے جو مدینہ سے شوق آرزو سینے میں سجائے مکہ آئے تھے۔چونکہ وہ حج کے موسم تھے اس لیے عربوں کے کونے کونے سے قافلے سرزمین مکہ پہ اتر رہے تھے،اس لیے نبی اکرم ﷺ کا اہل مدینہ کے کسی قافلے سے ملنا کوئی عجیب بات نہ تھی۔پھر آنحضرت محمد ﷺ کا یہ معمول تھا کہ آپ ﷺ حاجیوں کے کیمپوں میں جا کر انہیں دعوت اسلام دیتے رہتے تھے وگرنہ اگر اہل قریش کو معلوم ہو جاتا کہ نبی اکرم ﷺ اہل مدینہ کے دلوں میں گھر کر رہے ہیں تو وہ یقیناً اپنا اثر ورسوخ استعمال کرتے اور اہل مدینہ پہ اپنا دباؤ بڑھاتے۔حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت کرتے ہوئے امام ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ انہوں نے فرمایا میں اُس بیت میں موجود تھا اور ہم بارہ لوگ تھے جن سے نبی اکرم ﷺ نے ہم سے عورتوں کی بیت کی طرح بیت لی۔عورتوں کی طرح بیت سے مراد یہ ہے کہ

چونکہ یہ بیت جہاد فرض ہونے سے قبل لی گئی تھی اس لیے اس میں جہاد شامل نہیں تھا۔حضرت عبادہ بن صامتؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے ہم سے اِن باتوں میں بیت لی۔

- یہ کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔
- ہم چوری نہ کریں گے۔
- ہم بدکاری نہ کریں گے۔
- ہم اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گے۔
- ہم کسی پہ بہتان نہ دھریں گے۔
- اور ہر نیک کام میں نبی اکرم ﷺ کی معاونت کریں گے۔

بیت لینے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا اگر تم لوگ اس بیت پہ کھڑے رہے تو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے جنت کے دروازے کھول دے گا۔اگر کسی نے گناہ کیا اور اسے اس کا خمیازہ دنیا میں ہی بھگتنا پڑا تو وہ اس گناہ کا کفارہ ہو جائے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ وہ آخرت کے مہیب عذاب سے اپنے لوگوں کو محفوظ رکھنے کے لیے اس دنیا کی کچھ عارضی تکالیف میں مبتلا کر دیتا ہے ۔اگر اللہ تعالیٰ تمہارے کسی گناہ کی پردہ پوشی فرمادے تو تم بھی خاموش ہو رہو۔اور عقبہ کی اُس شب جن لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پہ بیت کی امام عبداللہ سہیلی نے اُن کے نام یوں درج کئے ہیں۔

- حضرت ابوامامہؓ اسعد بن زرارہ بن عدس
- حضرت عوفؓ بن حرث بن رفاعہ
- حضرت رافعؓ بن مالک
- حضرت قطبہؓ بن عامر

- حضرت عقبہؓ بن عامر
- حضرت جابرؓ بن عبداللہ
- حضرت ابوالہیثمؓ مالک بن تیہان
- حضرت عویمؓ بن ساعدہ
- حضرت قطبہؓ بن عامر بن حدیدہ
- حضرت ذکوانؓ بن قیس
- حضرت خالدؓ بن مخلد
- حضرت عباسؓ بن عبادہ [*13]

ابن اسحق کے حوالے سے امام عبداللہ سہیلی نے الروض الانف میں بیت عقبہ اولی کی مزید تفصیلات درج کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ جب اہل مدینہ کے یہ خوش قسمت افراد اپنے وطن کو لوٹنے لگے تو انہوں نے آنحضرت محمد ﷺ سے درخواست کی کہ یارسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ دین کی سمجھ رکھنے والا کوئی صحابی بھیج دیں جو نہ صرف یہ کہ ہم کو دین سکھائے بلکہ اُن لوگوں کو بھی دین اسلام کی طرف بلائے جو ابھی تک دولت اسلام سے محروم ہیں۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت مصعبؓ بن عمیر کو اُن کے ساتھ کردیا۔

اہل مدینہ کو اسلام کی دعوت

حضرت مصعبؓ بن عمیر اہل مدینہ کو دین سکھاتے ،قرآن پڑھاتے اس لیے اہل مدینہ نے اُن کو " اَلْمُقْرِیٰ " کہہ کے پکارنا شروع کر دیا۔عاصم بن عمرو قتادیؓ انصاری نے اس بات کو روایت کیا ہے کہ اگر چہ اسلام مدینہ میں دور دور تک پھیل چکا تھا اور اوس وخزرج کے اکثر گھرانے اس دولت سے مالا مال ہو چکے تھے۔لیکن ابھی تک ہمارے دل ایک دوسرے کے لیے صاف نہ ہوئے تھے۔چنانچہ جب جمعہ کا موقع آیا تو اس مسئلہ نے سر اٹھایا کہ امام بنوخزرج سے ہوگا یا بنواوس سے کیونکہ دونوں قبائل کے لوگوں نے مخالف قبیلے کے امام کے پیچھے نماز ادا کرے سے انکار کر دیا تھا۔اس لیے جمعہ کی نماز میں ہماری امامت حضرت مصعبؓ بن عمیر ہی کیا کرتے اس طرح اطمینان سے دونوں قبائل کے لوگ اُن کے پیچھے نماز ادا کر لیتے کہ حضرت مصعبؓ بن عمیر نہ تو بنواوس سے تھے اور نہ بنوخزرج سے بلکہ وہ تو اہل مکہ کے سردار گھرانے قریش سے تھے جو نبی اکرم ﷺ کا قبیلہ تھا۔اہل مدینہ اسعدؓ بن زرارہ کے گھر نماز جمعہ ادا کیا کرتے کیونکہ اُن کا گھر بہت بڑا تھا۔اس سے قبل حضرت مصعبؓ بن عمیر کی میزبانی کا شرف بھی انہیں کو حاصل ہوا تھا۔اس کے علاوہ بھی حضرت اسعدؓ بن زرارہ کا کردار مدینہ میں اسلام پھیلانے کے حوالے سے بہت اہم تھا۔علامہ عبدالرحمٰن عبداللہ سہیلیؒ حضرت اسعدؓ بن زرارہ کے بارے میں الروض الانف میں لکھتے ہیں کہ ایک روز جب حضرت اسعدؓ بن زرارہ اور حضرت مصعبؓ بن عمیر شہر مدینہ میں لوگوں کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے اور حضرت اسعدؓ بن زرارہ حضرت مصعبؓ بن عمیر سے کہہ رہے تھے کہ اگر اوس وخزرج کے سردار اسلام قبول کر

لیتے تو پھر اسلام مدینہ میں غالب آجاتا۔ وہ لوگوں کو دین اسلام کی تعلیم دیتے ہوئے بئیر مرق نامی کنویں پہ پہنچے اور بہت سے لوگ اُن کے گرد جمع تھے اور اُن کی بات غور سے سن رہے تھے۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر بہت ہی دلنشیں انداز میں لوگوں کو قرآن حکیم کی آیات پڑھ کے سناتے اور دین اسلام کی تبلیغ اس انداز میں کرتے کہ اُن کے الفاظ لوگوں کے دلوں میں چھید ڈال دیتے اور لوگ اسلام کے سائے میں آجاتے پھر وہ بنوظفر کے ایک باغ میں پہنچے اور ستانے کے لیے بیٹھ گئے۔

حضرت اسعدؓ بن زرارہ کا خالہ زاد بھائی سعد بن معاذ اُن کو دیکھ رہا تھا اور چونکہ ابھی اُس نے اسلام قبول نہ کیا تھا اس لیے وہ اس ساری سرگرمی کو ناپسندیدہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

سعدؓ بن معاذ اور اسیدؓ بن حضیر کا تعلق بنوعبدالاشہل کے سرداروں سے تھا۔

سعد بن معاذ نے اسید بن حضیر سے کہا: [14*]

اِن لوگوں کے پاس جاؤ اور اُن سے کہو کہ ہم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ وہ ہمارے کمزور لوگوں کو گمراہ کریں۔ انہیں اس بات سے آگاہ کرو کہ اگر ہمارے اور اُن کے درمیان قریب کی رشتہ داری نہ ہوتی تو ہم انہیں اس بات سے بزور شمشیر روک دیتے جسے ہم مناسب نہیں سمجھتے۔

چنانچہ اسید بن حضیر نے اپنے نیزہ لیا اور حضرت اسعدؓ اور حضرت مصعب بن عمیرؓ کی طرف آئے۔

حضرت اسعدؓ بن زرارہ نے اسید بن حضیر کو اپنی طرف آتے دیکھا تو حضرت مصعبؓ بن عمیر سے کہا:

آپ کے پاس اس قوم کا اہم آدمی آرہا ہے اس پہ قرآن پیش کریں اگر یہ اسلام قبول کرلے تو مدینہ کے بہت سے گھر اسلام کی روشنی سے منور ہوجائیں گے۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ نے کہا:

اگر تو میرے کہنے سے وہ بیٹھ گیا تو پھر انشاءاللہ حالت کفر میں نہ اٹھے گا۔

اسید بن حضیر اِن لوگوں کے پاس آیا اور اِن کو خوب ڈانٹا پھر کہا:

آئندہ وہ ہمارے علاقے میں اس طرح کی سرگرمیوں میں ملوث نظر نہ آئیں۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ نے کہا:

میرے بھائی اگر تم بیٹھ جاؤ تو ہم تمہیں دین اسلام کے بارے میں کچھ بتائیں اگر بات تمہارے دل

کو لگے تو قبول کر لینا اور اگر پسند نہ آئے تو رد کر دینا۔

تم نے انصاف کی بات کہی ہے۔

حضیر نے کہا اور اپنا نیزہ ایک طرف گاڑھ کے اُن کے پاس بیٹھ گیا۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ نے انہیں اسلام کی تعلیم دی، اسلام کی حقانیت اور قرآن کے استدلال پہ اُن کی توجہ مرکوز کرائی اور سب سے آخر میں کلام پاک سے کچھ آیات اُن کے سامنے تلاوت کیں۔

حضرت اسعد بن زرارہؓ نے کہا:

ہم نے اسید بن حضیر کے کچھ کہنے سے پہلے ہی اسلام کا اُجالا اُن کے چہرے پہ پھیلتا دیکھ لیا تھا۔

چنانچہ اسید بن حضیر نے اُن سے کہا:

جب کوئی شخص اسلام قبول کرنا چاہے تو وہ سب سے پہلے کیا کرتا ہے؟

عرب سردار کی زبان میں لرزش تھی اور یہ رعبِ قرآن کی وجہ سے تھی۔

حضرت اسعد بن زرارہؓ نے کہا:

اے میرے خالہ کے بیٹے جا اور غسل کر اور پاک کپڑے پہن کے آ، اس کے بعد ہم تم کو دین اسلام میں داخل کر لیں گے۔ چنانچہ اسید بن حضیرؓ وہاں سے اٹھے تو وہ حالت کفر میں ہرگز نہ تھے اور حضرت معصب بن عمیرؓ کا دعویٰ سچا تھا۔

اسید بن حضیرؓ غسل کر کے آئے اور دین اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد انہوں نے دو نفل نماز ادا کی اور اس دولت کے حاصل ہونے پہ اللہ کا شکر ادا کیا۔

اس کے بعد اسید بن حضیرؓ نے کہا:

میں تمہاری طرف اپنی قوم کے سردار کو بھیجتا ہوں اُس کو دین اسلام کی طرف بلاؤ خدا کی قسم اگر اُس نے اسلام قبول کر لیا تو شام تک قبیلے کا کوئی فرد اسلام سے بیگانہ نہ رہے گا۔

اسعد بن زرارہؓ نے کہا:

انشاء اللہ اُن کو بھی ہدایت نصیب ہوگی۔

اسید بن حضیرؓ واپس اپنی قوم کی طرف گیا۔

سعد بن معاذ نے اسیدؓ کو دیکھا تو کہا:

خدا کی قسم! یہ جو چہرہ لے کے گیا تھا اُس کے ساتھ واپس نہیں آیا۔

اسید قریب پہنچا تو سعد نے کہا: کہو کیا رہا۔

اسید نے کہا: میں اُن لوگوں تک آپ کا پیغام پہنچا دیا ہے اور انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ آپ کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کریں گے۔ اس کے بعد اسیدؓ سعد بن معاذ کے پاس جا بیٹھا اور اُس کے کان سرگوشی کرتے ہوئے کہا:

مجھے معلوم ہوا ہے کہ بنو حارثہ کے کچھ لوگ اسعد بن زرارہؓ کو قتل کرنے کے ارادے سے اُن کی طرف گئے ہیں، دراصل وہ آپ کے خالہ زاد کو قتل کر کے آپ کو نیچا دکھانا چاہتے ہیں۔

سعد بن معاذ نے یہ بات سنی تو اچھل کے کھڑے ہو گئے اور کہا:

میرا نیزہ لاؤ:

خدا کی قسم! میں اُن کو اپنے مقصد میں ہرگز کامیاب نہ ہونے دوں گا۔

سعد بن معاذ اپنا نیزہ ہاتھ میں لہراتے ہوئے تیزی سے بنوظفر کے اُس باغ کی طرف گئے جہاں اسد بن زرارہؓ حضرت مصعبؓ بن عمیر کے پاس بیٹھے تھے۔ سعد بن معاذ باغ میں پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ اسعد بن زرارہؓ اور اُن کا مہمان آرام واطمینان سے ہیں۔ سعد بن معاذ سمجھ گئے کہ اسید یہ چاہتا ہے کہ میں اِن لوگوں سے بات کروں۔

چنانچہ سعد بن معاذ نے اسعد بن زرارہؓ اور حضرت مصعب بن عمیرؓ کو برا بھلا کہا اور اُن کو یہاں سے چلے جانے کو کہا۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ نے اُن سے کہا:

اگر آپ تھوڑی دیر ہمارے پاس بیٹھ جائیں اور ہم آپ سے وہ بات کریں جس کا ہمیں اشتیاق ہے تو اس کے بعد آپ کی مرضی کے مطابق ہم یہاں سے چلے جائیں گے اور جو بات ہم آپ سے کرنا چاہتے ہیں اگر وہ آپ کو پسند آئے تو اسے اختیار کر لینا ورنہ رد کر دینا۔

سعد بن معاذ نے کہا: یہ تم نے انصاف کی بات کہی ہے۔

انہوں نے اپنا نیزہ ایک طرف رکھا اور کہا، کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟

حضرت مصعب بن عمیرؓ نے اپنے خاص دلنشیں انداز میں دین اسلام کا تعارف سعد بن معاذ کے

سامنے پیش کیا اور اس کے سامنے قرآن حکیم کی آیات تلاوت کیں۔

سعد بن معاذ کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا:

اسعد بن زرارہؓ نے کہا خدا کی قسم! ہم جان گئے کہ قرآن حکیم نے سعد بن معاذؓ کے دل کو چھولیا ہے اور قرآن حکیم کا اُجالا اُن کے چہرے پہ پھیلنے لگا ہے۔

اس کے بعد ہماری توقع کے مطابق انہوں نے کہا:

جب کوئی آدمی تمہارے دین میں داخل ہونا چاہے تو کیا کرے۔

اسعد بن زرارہؓ نے خوشی سے کہا:

میرے خالہ کے بیٹے بس غسل کر کے پاکی حاصل کرو اور پاک وصاف کپڑے پہن کر چلے آؤ۔ سعد بن معاذؓ اٹھے اور غسل کر کے اِن کے پاس آ گئے۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ نے اُن کو دین اسلام میں داخل کیا اور انہیں نماز پڑھنے کا طریقہ سکھایا۔

اس کے بعد حضرت سعد بن معاذؓ حضرت اسیدؓ کی طرف آئے اور اُن کو کہا:

اپنی قوم کو اکٹھا کرو۔

جب اُن کی قوم کے لوگ اکٹھے ہو گئے تو حضرت سعد بن معاذؓ نے اُن سے پوچھا؟

اے بنوعبد شہل: تم میں میری کیا حیثیت ہے۔

سعد بن معاذؓ کی قوم نے جواب دیا:

آپ ہمارے سردار ہیں آپ ہم سب میں رائے کے اعتبار سے افضل اور عقل کے اعتبار سے برتر ہیں۔

اس پہ حضرت سعدؓ نے فرمایا:

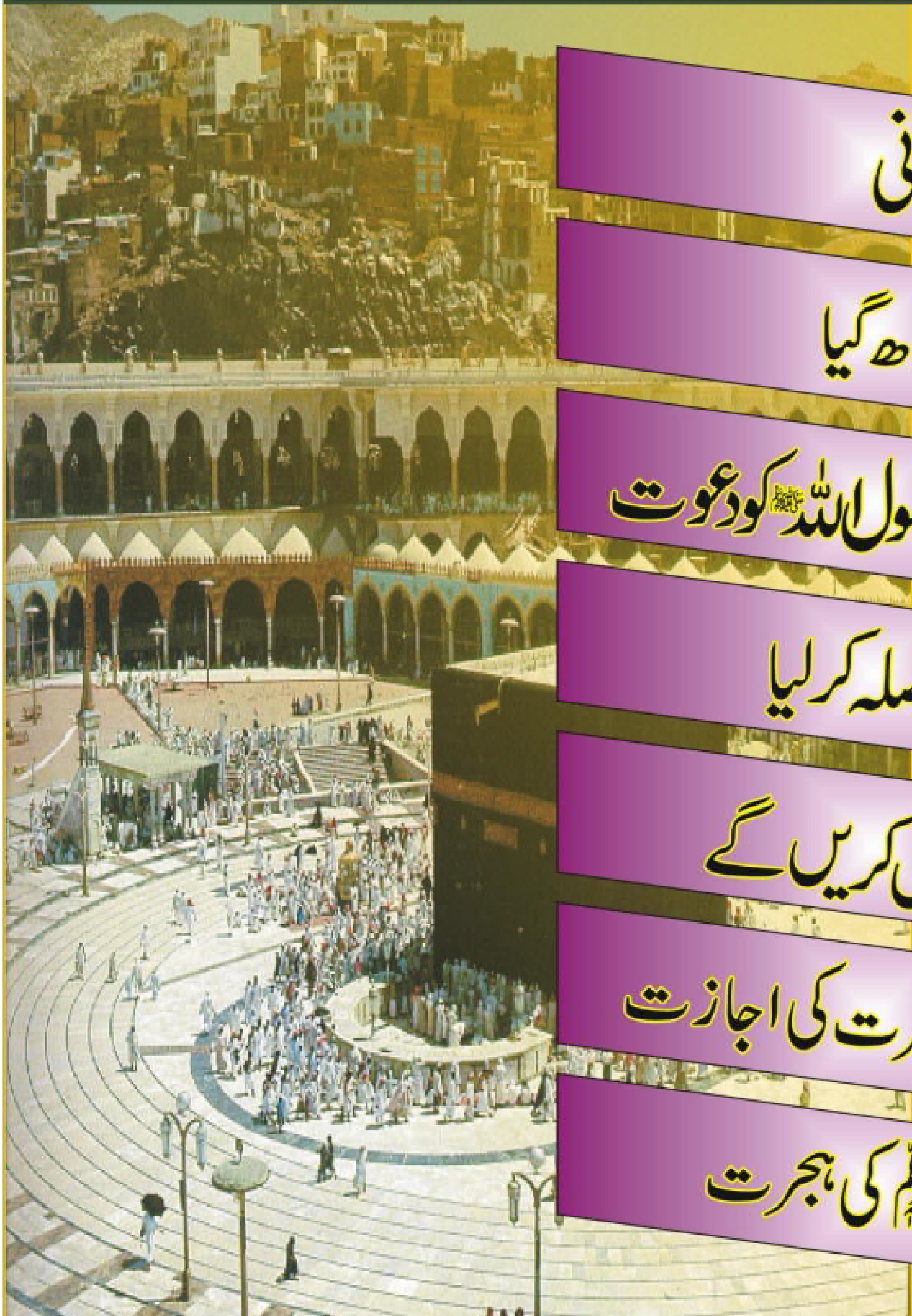
تو سنو تمہارے مردوں اور تمہاری عورتوں سے میرا کلام کرنا اس وقت تک حرام ہے جب تک کہ تم لوگ اللہ اور اُس کے رسول محمد ﷺ پہ ایمان نہ لے آؤ۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ اور حضرت اسعد بن زرارہؓ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم شام تک بنوعبد الاشہل کی کوئی عورت اور کوئی مرد نہ تھا جس کا سینہ اسلام سے منور نہ ہو چکا ہو۔ حضرت سعد بن معاذؓ کے گھر میں لوگوں کا بہت بڑا ہجوم تھا اور لوگ حضرت مصعب بن عمیرؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر رہے تھے۔

تب مدینے میں صرف چند گھرانے بچے تھے جو اسلام کی روشنی سے محروم تھے ورنہ مدینے کے اکثر لوگ اسلام قبول کر چکے تھے۔

بنواوس کے جو خاندان ابھی اسلام سے دور تھے اُن میں سب سے بڑا گھرانہ خطمہ کا تھا کہ وہ صرف اپنے شاعر اور قائد ابوقیس بن الاسلت کی بات غور سے سنتے تھے اور کسی کی آواز پہ کان نہ دھرتے تھے۔ پھر غزوہ خندق کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے اُن کے شاعر ابوقیس بن الاسلت نے اپنی قوم سے کہا: میں نے جان لیا ہے کہ اب اسلام ہی غالب رہے گا اور اس کی صداقت بھی مجھ واضح ہو چکی ہے اس لیے تم لوگ اسلام قبول کر لو۔ چنانچہ اُس کی دعوت پہ بنوامیہ زید، خطمہ، وائل اور واقف جیسے خاندان بھی دین اسلام میں داخل ہو گئے اور مدینہ میں اسلام کی روشنی پوری آب و تاب سے پھیل گئی۔

13 نبوی سال ہجرت بمطابق 10 مارچ 622ء



بیعت عقبہ ثانی

قریش کا ظلم بڑھ گیا

اہل مدینہ کی رسول اللہ ﷺ کو دعوت

قریش نے فیصلہ کرلیا

رسول اللہ ﷺ کو قتل کریں گے

مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت

13 نبوی، چند ماہ قبل ہجرت ، 622ء - 623ء

بیت عقبہ ثانی

اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ مدینہ میں اسلام کی روشنی تیزی کے ساتھ پھیل رہی تھی اور اس کے گھر گھر میں اسلام کے چراغوں سے روشنی ہو رہی تھی۔ لوگ جوق در جوق اسلام قبول کر رہے تھے۔ ہر طرف امن و آشتی کا دور دورہ تھا۔ اوس و خزرج اپنی دشمنی بھول چکے تھے اور اب مدینے کا ہر فرد اس بات کا خواہش مند تھا کہ آنحضرت محمد ﷺ اُن کے درمیان تشریف لے آئیں۔ چنانچہ امسال حج کے موسم میں اہل مدینہ کا بہت بڑا قافلہ مکہ پہنچا تھا اور اُس میں اُن کا سردار ابی بن سلول بھی شامل تھا جو ابھی اسلام سے دور تھا ۔ اگرچہ بعد میں اُس نے اسلام قبول کر لیا تھا مگر ہمیشہ نفاق کا شکار رہا اور اسی حالت میں مرا۔ مدینہ کے مسلمانوں نے ایام تشریک کے وسط میں عقبہ کے مقام پہ نبی اکرم ﷺ سے ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ ابن اسحاق نے معبد بن کعب بن ابی کعب سے روایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہم مدینہ سے مکہ کی جانب عازم سفر ہوئے اور راستے میں جب نماز کا وقت آیا تو ہم میں افتراق در آیا۔ وہ ایسے کہ ہمارے ساتھ براء بن معرور بھی تھے جو اسلام قبول کر چکے تھے مگر وہ اُس قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے انکاری تھے جس

کی طرف نبی اکرم ﷺ نماز پڑھتے تھے۔

اُن کا موقف یہ تھا کہ میں پسند نہیں کرتا کہ میں اُس مسجد کی طرف پشت کروں جو ہمارے باپ ابراہیم نے تعمیر کی تھی اور جو عربوں کا مرکز ومحور ہے۔ یاد رہے کہ دو ہجری تک مسلمان بیت المقدس کی طرف منہ کر کے ہی نماز پڑھا کرتے تھے لوگوں نے براء بن معرور کو اس امر سے روکنے کی کوشش کی مگر انہوں نے کہا:

تم چاہے میری موافقت کرو چاہے مخالفت میں تو کعبہ کی طرف ہی منہ کر کے نماز پڑھوں گا۔ چنانچہ جب نماز کا وقت آتا تو ہم سب اُسی قبلے کو اختیار کرتے جس کو رسول اللہ ﷺ نے اختیار کر رکھا تھا مگر براء بن معرور ہم سے علیحدہ نماز ادا کرتے اور اپنا رخ کعبہ مکرمہ کی طرف کرتے۔

حتیٰ کہ ہم مکہ پہنچ گئے اور ہم براء بن معرور کے اس فعل سے نالاں تھے۔

ہم میں بہت سے تھے جنہوں نے ابھی تک نبی اکرم ﷺ کی زیارت نہ کی تھی چنانچہ ہم نے لوگوں سے نبی اکرم ﷺ کے متعلق پوچھا:

لوگوں نے کہا آپ اُن کو نہیں پہچانتے؟

ہم نے کہا؛ نہیں ہم نے انہیں نہیں دیکھا۔

انہوں نے کہا:

تم میں سے کسی نے حضرت عباسؓ کو دیکھا ہے اور اہل مدینہ میں بہت سے تھے جنہوں نے حضرت عباسؓ کو دیکھا ہوا تھا اس لیے کہ حضرت عباسؓ تجارت کے سلسلے میں اکثر مدینہ کا سفر کیا کرتے تھے۔

اہل مدینہ نے کہا، ہاں ہم حضرت عباسؓ کو جانتے ہیں۔

تب لوگوں نے ہم سے کہا: حرم پاک چلے جاؤ جو شخص حضرت عباسؓ کے دائیں جانب بیٹھا ہوگا وہی محمد رسول اللہ ﷺ ہوں گے۔

اس طرح ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت عباسؓ نے ہمارا استقبال کیا۔

حضرت عباسؓ نے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

یارسول اللہ! آپ اِن لوگوں کو پہچانتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛ نہیں۔

حضرت عباسؓ نے ہمیں آنحضرت محمد ﷺ سے متعارف کرایا۔

انہوں نے کہا: یہ براء بن معرور ہیں جو اپنی قوم کے سردار ہیں اور اہل مدینہ سے ہیں۔ یہ کعب بن مالک ہیں جو اپنی قوم کے اہم آدمی ہیں۔

یہ کعب شاعر ہیں، رسول اللہ ﷺ نے استفار کیا؟

حضرت کعب کہتے ہیں آنحضرت محمد ﷺ کا ایک شاعر کے طور پہ یاد رکھنا مجھے بہت اچھا لگا اور مجھے ہمیشہ اس بات پہ فخر رہا۔

اس کے بعد ہم نے براء بن معمور کا مقدمہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے پیش کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے براء بن معرور سے کہا:

كُنْتَ عَلٰى قِبْلَةٍ لَوْ صَبَرْتَ عَلَيْهَا۔

تم ایک قبلے پہ تھے تم کو چاہیئے تھا کہ تم صبر کرتے۔

تب حضرت براء بن معرور نبی اکرم ﷺ کے قبلے پہ لوٹ آئے اور ہمارے ساتھ بیت المقدس ہی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ آخر وہ رات آ گئی جس رات ہم نے نبی اکرم ﷺ سے عقبہ کی گھاٹیوں میں ملاقات کرنی تھی۔

ہم رات کو اپنے مشرک بھائیوں کے ساتھ ہی سوئے پھر جب دو تہائی رات گذر گئی تو ہم ایک ایک کر کے اٹھے اور خاموشی سے اپنے خیموں کو چھوڑا ہمارے ساتھ عبداللہ بن عمرو بھی تھے جو ابھی اپنے آبائی دین پہ تھے۔

ہم نے اُن سے کہا: آپ ہمارے سردار اور راہنما ہیں اور ہم نہیں چاہتے کہ آپ جہنم کی آگ کا ایندھن بنیں اس لیے آپ اسلام قبول کر لیں۔ جب ہم نے انہیں بتایا کہ ہم سب دین اسلام پہ ہیں اور ہم بہت سے تھے تعداد میں اسی کے قریب تھے تو انہوں نے کوئی تعرض نہ کیا اور کہا:

جس دین پہ میری قوم ہے میں بھی اسی دین پہ ہوں۔

اُن کے اس اقرار سے ہمیں بہت خوشی حاصل ہوئی دراصل ہمیں اُن کے متعلق ایک اطمینان سا تھا اسی لیے ہم نے انہیں مشرکوں کے بیچ چھوڑنا پسند نہ کیا اور وہ ہمارے اعتماد پہ پورے اترے تھے۔

ہم ایک ایک کر کے عقبہ کی گھاٹی میں جمع ہو گئے۔ ہم کل بہتر مرد تھے اور دو

عورتیں بھی ہمارے ساتھ تھیں۔عورتوں میں ایک حضرت نسیبہ بن کعب تھیں جنہیں بعد میں مورخین نے اُم عمارہ کے نام سے یاد کیا،اُس رات جو دوسری عورت ہمارے ساتھ اس بیت میں شامل ہوئی اُن کا نام اسماء بنت عمرو ام منیع تھا۔

یہ روایت حضرت کعب بن مالکؓ کی ہے۔انھوں نے فرمایا کہ ہم گھاٹی میں رسول اللہ ﷺ کا انتظار کررہے تھے۔پھر نبی اکرم ﷺ تشریف لائے اور اُن کے ساتھ اُن کے چچا حضرت عباس تھے جو اگرچہ ابھی تک اپنے آبائی دین پہ تھے مگر نبی اکرم ﷺ سے اُن کی محبت کسی سے ڈھکی چھپی نہ تھی۔ پھر جب نبی اکرم ﷺ ہمارے درمیان تشریف فرما ہوگئے تو سب سے پہلے حضرت عباس ہی ہم سے مخاطب ہوئے۔

حضرت عباس کھڑے ہوئے اورانہوں نے کہا:

"اے گروہ خزرج!تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ ہم میں کس حیثیت کے مالک ہیں ہم نے اِن کی حفاظت اپنی جانوں پہ مقدم رکھی ہے اور ہم سب اِن سے محبت کرتے ہیں اِن میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو آپ ﷺ پہ ایمان لے آئے ہیں اور وہ بھی شامل ہیں جو آپ ﷺ کی رائے سے متفق نہیں۔ نبی اکرم ﷺ ہمارے ہاں محفوظ و مامون ہیں اور اپنے شہر اور اپنے لوگوں کے بیچ دشمن اِن کے بارے میں بے بس ہے۔مگر اِن کی رائے یہ ہے کہ یہ آپ لوگوں کے ساتھ جانا چاہتے ہیں اور تم لوگوں سے مل جانا چاہتے ہیں۔چنانچہ اگر تم محسوس کرتے ہو کہ تم لوگوں میں اس عہد کے نبھانے کی قدرت ہے جو تم رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کے سلسلے میں کرنا چاہتے ہو تب تو کوئی ہرج نہیں کہ رسول اللہ ﷺ تمہارے ساتھ چلے جائیں مگر یاد رکھو کل کو جب تم اپنے سرداروں کے سروں کو عربوں کے ہاتھوں کٹتا دیکھ کے پیچھے ہٹنے والے ہو تو بخدا آج ہی اس عہد سے باز آ جاؤ ہم رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کے لیے کافی ہو جائیں گے اور تم جانتے ہو کہ کل اگر تم لوگ رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کی ذمہ داری پورا نہ کر سکے تو یہ اس دنیا میں بھی بہت بڑی ندامت ہے اور آخرت کے لیے تو سراسر گھاٹے کا سودا ہے،چنانچہ اگر تم کو اس بات کو جانتے ہو کہ اس عہد کے بعد ہو سکتا ہے کہ سارا عرب تمہارا دشمن ہو جائے

اور ہر کالا اور سرخ تم سے برسر پیکار ہو جائے تمہارے مال برباد ہو جائیں تو تب بھی تم اپنے اس عہد پہ قائم رہو گے اور رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرو گے تب تم محمد ﷺ سے بیعت کر لو دوسری صورت میں رک جاؤ اور سوچ لو کہ تم کو کیا کرنا ہے۔[15*]

☯☯☯☯☯☯☯

اہل مدینہ میں عاصم بن عمرو قتادہؓ نے حضرت عباس کو جواب دیا:

آپ نے جو کہا ہم نے سن لیا:

ہم چاہتے کہ اب اللہ کے رسول ہم سے کچھ کہیں اور ہمیں بتائیں کہ وہ اپنے لیے اور ہمارے لیے کس بات کو پسند کرتے ہیں ہم انشاء اللہ اُسی کو اختیار کرنے والے ہیں جس کا رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم دیں گے۔

تب نبی اکرم ﷺ گویا ہوئے۔

سب سے پہلے آپ ﷺ نے قرآن حکیم کی تلاوت کی۔

لوگوں پہ دین اسلام کی حقیقت بیان کی اُن کو اللہ کے دین کی طرف دعوت دی اور اس کے بعد فرمایا:

میں تمہیں اس شرط پہ بیعت کرتا ہوں کہ تم ہر اُس چیز سے میری حفاظت کرو گے جس سے تم اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہو۔

براء بن معرور آگے بڑھے اور رسول اکرم کے دستِ اقدس کو پکڑا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم یقیناً ہر اس چیز سے آپ ﷺ کا تحفظ کریں گے جس سے اپنے بیوی بچوں کا تحفظ کرتے ہیں۔ہم جنگی چالوں کے ماہر ہیں اور ہمارے حلیف بہت ہیں اور ہم نسل در نسل ہتھیاروں کو عمدگی سے چلانا جانتے ہیں۔

انصار مدینہ میں سے ایک اور اٹھا اور اُس نے کہا:

اور وہ ابوالہیثم بن تیہان تھے۔

انہوں نے عرض کی یا رسول ﷺ ہمارے اور یہودیوں کے درمیان معاہدے ہیں ہم انہیں ختم کر

دیں گے تو اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو غلبہ عطا فرما دیں گے تو ایسا تو نہ ہوگا کہ آپ اپنی قوم کی طرف لوٹ آئیں۔

نبی اکرم ﷺ نے ابوالہیثم بن تیہان کی بات سن کے تبسم فرمایا اس کے بعد کہا:

اَلدَّمُّ اَلدَّمُّ وَالْهَدْمُ اَلْهَدْمُ اُنَا مِنْكُمْ وَاَنْتُمْ مِنِّیْ اُحَارِبُ مَنْ حَا رَبْتُمْ وَاُسَالِمُ مَنْ سَالَمْتُمْ۔

تمہاری پناہ میری پناہ ہے اور تمہاری حرمت میری حرمت ہوگی میں تم سے اور تم مجھ سے ہو میں اس سے جنگ کروں گا جس سے تم جنگ کرو گے اور میں اس سے صلح کروں گا جس سے تم صلح کرو گے۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اہل مدینہ سے فرمایا:

تم لوگ اپنے راہنما چن لو اور مجھے اُن افراد کے نام بتاؤ جو تمہارے درمیان اس وقت فیصلہ کریں جب تم میں اختلاف رونما ہو۔ اس طرح اہل مدینہ کے لیے بارہ نقیب بنائے گئے جن میں سے نو کا تعلق خزرج سے اور تین کا تعلق اوس سے تھا۔

امام عبداللہ سہیلی نے ان بارہ نقیبوں کے نام یوں لکھے ہیں۔

- حضرت ابوامامہ اسعد بن زرارہؓ
- حضرت سعد بن ربیعؓ
- حضرت عبداللہ بن رواحہؓ
- حضرت رافع بن مالکؓ
- حضرت براء بن معرورؓ
- حضرت عبداللہ بن عمروؓ
- حضرت عبادہ بن صامتؓ
- حضرت سعد بن عبادہؓ
- حضرت منذر بن عمروؓ
- حضرت اسید بن حضیرؓ

۞۔ حضرت سعد بن خثیمہؓ

۞۔ حضرت رفاعہ بن عبدالمنذرؓ [16*]

جب نبی اکرم ﷺ نے اہل مدینہ کے لیے نقیب مقرر کردیئے اور اُن سے دین اسلام کی پیروی اور اللہ کے رسول کی حفاظت کا عہد بھی لے لیا تو اس کے بعد یہ مجلس اختتام پذیر ہوئی۔ وقت نے ثابت کیا کہ اہل مدینہ نے اللہ کے رسول سے جو عہد کیا اُس کو نہایت جانفشانی اور دلجوئی سے پورا کیا ۔انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مل کر عربوں سے جنگ کی اور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کیے گئے عہد وفا کو اپنے خون سے پورا کیا۔ چنانچہ یوں بیعت عقبہ ثانی اپنے اختتام کو پہنچی۔

شرکائے بیعت عقبہ ثانی

بیعت عقبہ ثانی میں 73 مرد اور دو عورتوں نے شرکت کی۔ یہ وہ خوش بخت لوگ تھے جن کی محبت سے اسلام دور دور تک پھیلتا چلا گیا، یہ وہ سعادت مند روحیں تھیں جن کے تذکرے سے قلم روشن ہو جاتی ہے، یہ وہ ارفع اخلاق لوگ تھے جنھوں نے نبی اکرم ﷺ سے جو عہد کیا اسے پورا کیا اور جہاں نبی اکرم ﷺ کا پسینہ گرا وہاں انھوں نے اپنا خون گرایا۔ مورخین نے شرکائے بیعت عقبہ ثانی کے ناموں اور حالات کو محفوظ رکھا اور امت کے آنے والے لوگوں کو منتقل کیا ہم یہاں بیعت عقبہ ثانی میں شامل اصحابِ رسول اللہ ﷺ کے نام اور کچھ حالات لکھنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری رہنمائی فرمائے۔

بیعت عقبہ ثانی میں بنو اوس کے گیارہ لوگ شامل ہوئے پہلے ہم انھی کا تذکرہ کرتے ہیں۔

1. حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ (اپنے قبیلے کے نقیب تھے)۔
2. حضرت ابو الھیثم رضی اللہ عنہ (اِن کو بھی نقیب مقرر کیا گیا تھا۔ جنگ بدر میں شرکت کی سعادت حاصل کی)۔
3. حضرت سلامہ بن سلامہ بن وقش رضی اللہ عنہ (بدری ہیں اللہ تعالیٰ نے انھیں جنگ بدر میں شامل ہونے کی سعادت عطا فرمائی)۔
4. حضرت ظہیر بن رافع رضی اللہ عنہ
5. حضرت ابو بردہ بن دینار رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شامل تھے)
6. حضرت فہیر بن ھیثم بن نابی بن مجرعہ رضی اللہ عنہ

7 ◄◄ حضرت سعد بن خیمہ رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شہادت کی خلعت اوڑھی)۔

8 ◄◄ حضرت رفاعہ بن عبد منذر بن زنیر رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شریک تھے)۔

9 ◄◄ حضرت عبداللہ بن جبیر بن نعمان رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شریک تھے، جنگ اُحد میں مسلمان تیراندازوں کے سالار تھے، جنگ اُحد میں ہی شہادت کا رتبہ حاصل کیا)۔

10 ◄◄ حضرت معان بن عدی بن جد رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شریک تھے، رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں اکثر معرکوں میں دکھائی دیتے ہیں، جنگ یمامہ میں شہادت حاصل کی)۔

11 ◄◄ حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شریک تھے)۔

بیعت عقبہ ثانی میں اہل مدینہ کی طرف سے قبیلہ بنو خزرج کے 62 لوگ شامل ہوئے جن کے نام اور کچھ حالات ذیل میں تحریر کیے جا رہے ہیں۔

12 ◄◄ حضرت ابوایوب خالد بن زید رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شامل تھے، حضرت امیر معاویہ کے عہد میں رومیوں کے خلاف لڑتے ہوئے روم ہی کے علاقے میں کہیں شہادت کا بلند مقام حاصل کیا)۔

13 ◄◄ حضرت معاذ بن حارث رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شریک تھے، عام طور پہ اُن کی نسبت اُن کی ماں کی طرف کی جاتی ہے اور انھیں معاذ بن غفرا کہا جاتا ہے، یہ وہی معاذ ہیں جنھوں نے کم سنی کے باوجود اپنے بھائی معوذ کے ساتھ مل کر جنگ بدر میں امت کے فرعون ابوجہل کو قتل کیا تھا)۔

14 ◄◄ حضرت معوذ بن غفرا رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شرک تھے بالکل کم سن تھے۔ معاذ بن غفرا سے چھوٹے تھے)۔

15 ◄◄ حضرت عوف بن غفرا رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شریک تھے اور معاذ بن غفرا اور معوذ بن غفرا کے تیسرے بھائی تھے)۔

16 ◄◄ حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شرک تھے، جنگ یمامہ میں شہید ہوئے)۔

17 ◄◄ حضرت ابو امامہ اسد بن زرارہ رضی اللہ عنہ (رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں شامل تھے اور اپنے قبیلے کے نقیب مقرر کیے گئے تھے، جب نبی اکرم ﷺ مدینہ پہنچے تو اُس کے چند روز بعد ہی ابو امامہ نے وفات پائی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ابو امامہ وہی تھے جن کی وفات پر مسلمانوں نے سب سے پہلی نماز جنازہ ادا کی اس لیے کہ اس سے قبل نماز جنازہ مشروع نہ ہوئی تھی)۔

18 ◄◄ حضرت سہل بن عتیق رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شریک تھے)۔

19 ◄◄ حضرت اوس بن ثابت بن منذر رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شریک تھے)۔

20 ◄◄ حضرت ابو طلحہ بن زید بن سہل رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شریک تھے)۔

21 ◄◄ حضرت قیس بن ابی صعصعہ رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شریک تھے، ساقہ پہ کماندار تھے)۔

22 ◄◄ حضرت عمرو بن غزیہ رضی اللہ عنہ

23 ◄◄ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شریک تھے، جنگ اُحد میں شہید ہوئے)۔

24 ◄◄ حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شریک تھے، جنگ اُحد میں شہید ہوئے)۔

25 ◄◄ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شریک تھے، بہت عمدہ شاعر تھے، جنگ اُحد اور احزاب میں بھی شریک تھے، غزوہ موتہ میں اُن کو لشکر اسلام کا امیر مقرر کیا گیا اور انھیں حکم دیا گیا کہ جب حضرت جعفر بن طیارؓ شہید ہو جائیں تو امیر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ ہوں گے چنانچہ حضرت جعفرؓ کی شہادت کے بعد علم انھوں نے اٹھایا اور جانبازی سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے)۔

26 ◄◄ حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شریک تھے)۔

27 ◄◄ حضرت عبداللہ بن زید ثعلبہ رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شریک تھے، جب مسلمانوں میں اس بات کا مشورہ ہوا کہ نماز کے لیے مسلمانوں کو کس طرح بلایا جائے تو یہ حضرت زیدؓ ہی تھے جنھوں نے خواب میں اذان کا طریقہ دیکھا اور رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی

منظوری دے دی جس کے بعد پندرہ سو سال سے خطہ ارض پہ اللہ اکبر کی صدائیں گونج رہی ہیں اور نصیب والے اس صدا پہ کان دھرتے ہیں)۔

28 حضرت خلاد بن سوید رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شریک تھے، جنگ اُحد میں شریک تھے ، جنگ احزاب میں شریک تھے، غزوہ بنو قریظہ کے درمیان گلی سے گزر رہے تھے کہ کسی یہودی نے چھت سے بھاری پتھر اُن پہ پھینک دیا جس کی وجہ سے وہ شہید ہو گئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سوید کو دو شہیدوں کا اجر ملے گا)۔

29 حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ (بیعت عقبہ ثانی میں تشریف لانے والے اہل مدینہ میں سب سے کم سن یہی تھے، اسی وجہ سے انھیں جنگ بدر میں شرکت کی اجازت نہ دی گئی)۔

30 حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شریک تھے)۔

31 حضرت فروہ بن عمرو بن دوفہ رضی اللہ عنہ

32 حضرت خالد بن قیس بن مالک رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شریک تھے)۔

33 حضرت رافع بن مالک رضی اللہ عنہ (اپنے قبیلے کے نقیب تھے)۔

34 حضرت ذکوان بن عبد قیس رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شریک تھے، جنگ اُحد میں شہید ہوئے)۔

35 حضرت عباد بن قیس بن عامر رضی اللہ عنہ (بدری صحابی ہیں)۔

36 حضرت اخوہ حارث بن قیس رضی اللہ عنہ (بدری صحابی ہیں)۔

37 حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ (اپنے قبیلے کے نقیب مقرر کیے گئے، تاہم رسول اللہ ﷺ ابھی ہجرت کر کے مدینہ نہ پہنچے تھے کہ انھوں نے وفات پائی، انھوں نے وصیت کی کہ میرے مال کا تیسرا حصہ رسول اللہ ﷺ کو دے دیا جائے، تاہم نبی اکرم ﷺ نے اِس کو قبول نہیں کیا اور اُن کے وارثوں کو لوٹا دیا۔

38 حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ (براء بن معرور کے بیٹے تھے جن کا ذکر ابھی کیا گیا ہے، بدر، احد اور خندق کی لڑائیوں میں شامل رہے، خیبر کی فتح کے بعد جب ایک یہودی عورت نے نبی اکرم ﷺ کو زہریلی بکری کا گوشت کھانے کے لیے پیش کیا تو یہ بشر بن براء ہی تھے جو اُس وقت

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، رسول اللہ ﷺ نے انھیں اپنے ساتھ کھانے میں شامل کیا، حضرت بشر بن براء یہ زہریلا گوشت کھانے کی وجہ سے شہید ہو گئے)۔

39 ◄◄ حضرت سنان بن سیفی رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شریک تھے)۔

40 ◄◄ حضرت طفیل بن نعمان رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شریک تھے، جنگ خندق میں شہید ہوئے)۔

41 ◄◄ حضرت معقل بن منذر رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شریک تھے)۔

42 ◄◄ حضرت یزید بن منذر رضی اللہ عنہ (معقل بن منذر کے بھائی تھے، جنگ بدر میں شریک تھے)۔

43 ◄◄ حضرت مسعود بن زید بن سبیع رضی اللہ عنہ

44 ◄◄ حضرت ضحاک بن حارثہ رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شریک تھے)۔

45 ◄◄ حضرت یزید بن خزام رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شریک تھے)۔

46 ◄◄ حضرت خبار بن صخر رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شریک تھے)۔

47 ◄◄ حضرت طفیل بن مالک رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شریک تھے)۔

48 ◄◄ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ (دربار نبوی کے شاعر تھے)۔

49 ◄◄ حضرت سلیم بن عامر رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شریک تھے)۔

50 ◄◄ حضرت قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شریک تھے)۔

51 ◄◄ حضرت ابوالمنذر یزید بن عامر رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شریک تھے)۔

52 ◄◄ حضرت ابوالیسر کعب بن عمرو رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شریک تھے)۔

53 ◄◄ حضرت سیفی بن سواد بن عباد رضی اللہ عنہ

54 ◄◄ حضرت ثعلبہ بن غنمہ بن عدی رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شامل تھے، جنگ خندق میں شہید ہوئے)۔

55 ◄◄ حضرت اخوہ عمرو بن غنمہ رضی اللہ عنہ

56 ◄◄ حضرت عبس بن عامر بن عدی رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شریک تھے)۔

57 حضرت خالد بن عمرو بن عدی رضی اللہ عنہ

58 حضرت عبداللہ بن حتیس رضی اللہ عنہ (بنو قضاعہ کے حلیف تھے)۔

59 حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شریک تھے، جنگ اُحد میں شہادت پائی)۔

60 حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

61 حضرت معاذ بن عمرو بن جموع رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شریک تھے)۔

62 حضرت ثابت بن جزع رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شریک تھے، آٹھ ہجری میں فتح مکہ کے بعد مسلمانوں نے جب اہل طائف کا محاصرہ کیا تو اس معرکہ میں شہید ہوئے)۔

63 حضرت عمیر بن حارث رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شریک تھے)۔

64 حضرت خدیج بن سلامہ رضی اللہ عنہ

65 حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ (بہت بعد میں طاعون کی وبا میں شہید ہوئے)۔

66 حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ (بدر سمیت اکثر معرکوں میں شریک رہے)۔

67 حضرت عباس بن عبادہ رضی اللہ عنہ (جنگ اُحد میں شہید ہوئے، بدر میں شریک نہیں ہوئے کیونکہ اُس وقت وہ مکہ میں قیام پذیر تھے)۔

68 حضرت ابو عبدالرحمان یزید بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ

69 حضرت عمرو بن حارث بن کندہ رضی اللہ عنہ

70 حضرت رفاعہ بن عمرو بن زید رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شرک تھے)۔

71 حضرت عقبہ بن وہب بن کلدہ رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شریک تھے)۔

72 حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ (جنگ بدر میں شریک تھے)۔

73 حضرت منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ (بیعت عقبہ ثانی کے موقع پر اپنے قبیلے کے نقیب مقرر ہوئے، بدر و احد میں شریک تھے، معونہ نامی کنویں پہ جب مسلمانوں کو قتل کیا گیا تو یہ قتل ہونے والوں میں شامل تھے اس لیے انھیں شہید معونہ بھی کہا جاتا ہے۔

74 حضرت اُم عمارہ رضی اللہ عنہا (بیعت عقبہ ثانی کے موقع پر دو خواتین بھی موجود تھیں جن میں

ایک اُم عمارہ تھیں۔اُن کا تعلق بنونجار سے تھا جو رسول اللہ ﷺ کا ننھیالی قبیلہ تھا)۔

75 ◄◄ حضرت اُم صنیع اسماء بنت عمرو رضی اللہ عنہا (بیعت عقبہ ثانی میں شامل ہونے والی دوسری خاتون ہیں)۔[*17]

کعب بن مالک کا قصیدہ

غم ہو یا خوشی، جنگ ہو یا امن، اہل عرب اپنے جذبات کا اظہار شعر کی زبان میں ہی کیا کرتے حضرت کعب بن مالکؓ کا شمار اہل مدینہ کے اُن شعرا میں کیا جاتا ہے جن پہ قوم بجا طور پہ فخر کرتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت کعب بن مالکؓ دربار نبوی کے شاعر بن گئے تھے، وہ حضرت حسان بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور حضرت کعب بن زہیر اسلمیؓ کے ساتھ مل کر مدحت رسول اللہ ﷺ میں مگن رہتے۔ وہ عرب کے اُن شعرا کا جواب دیتے جو رسول اللہ ﷺ کی ہجو کی جرأت کرتے، یاد رہے کہ جس قبیلے کے پاس عمدہ شاعر موجود نہ ہو عرب اُس قبیلے کو یتیم تصور کیا کرتے اس لیے رسول اللہ ﷺ کے گرد اہل مدینہ کے شاعر اپنا حصار قائم رکھتے اور اُن کی طرف سے مدافعت کرتے۔ حضرت کعب بن مالکؓ اُن لوگوں میں شامل تھے جنھوں نے رسول اللہ ﷺ سے عقبہ کی پہاڑی میں بیعت کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی مدافعت کا عہد کیا۔ جب بیعت کی تکمیل ہوگئی تو حضرت کعب بن مالکؓ نے ایک عمدہ قصیدہ کہا جس کے کچھ شعر درج کیے جاتے ہیں۔

اَبْلِغْ اُبَيًّا اَنَّهٗ قَالَ رَاْيَهٗ

وَحَانَ غُدَاةُ الشِّعْبُ وَالْحِيْنُ وَاقِعُ

ابی کو یہ پیغام پہنچا دو کہ اس کی رائے غلط نکلی ہے شعب ابی طالب کی صبح گذر چکی ہے اور اب موت واقع ہونے والی ہے۔

اَبَی اللّٰہُ مَا مَنَّتْکَ نَفْسُکَ اَنَّہٗ
بِمِرْصَادِ اَمْرِ النَّاسِ رَاءٍ وَسَامِعُ

تیرے نفس نے جن خواہشات کا اظہار کیا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو پورا کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَاَبْلِغْ اَبَا سُفْیَانَ اَنْ قَدْ بَدَ الَنَا
بِاَحْمَدَ نُوْرٌ مِنْ ھُدِیٰ اللّٰہُ سَاطِعُ

اور ابوسفیان کو بھی یہ بتا دو کہ اللہ لوگوں کے معاملات کا نگہبان ہے وہ دیکھنے اور سننے والا ہے اور نبی اکرم ﷺ کی ذات سے وابستہ نور تو ہر لحہ پھیلنے والا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

فَلَا تَرْغَبَنْ فِیْ حَشْدِ اَمْرٍ تُرِیْدُہٗ
وَاَلِّبْ وَجَمِّعْ کُلَّ مَا اَنْتَ جَامِعُ

جس امر کے پورا ہونے کی تو آرزو رکھتا ہے اس میں رغبت نہ کر اور جو کچھ اکٹھا کرنا چاہتا ہے کر لے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَدُوْنَکَ فَاعْلَمْ اَنَّ نَقْضَ عُھُوْدِنَا
اَبَاہُ عَلَیْکَ الرَّھْطُ حِیْنَ تَبَایَعُوْا

خوب جان لے ہمارے قبیلے نے اس عہد کو توڑنے سے انکار کر دیا ہے جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کیا تھا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

اَبَاہُ الْبَرَاءُ وَابْنُ عَمْرٍو کِلَا ھُمَا
وَاَسْعَد یَا بَاہٗ عَلَیْکَ وَ رَافِعُ

جس طرح براء اور ابن عمرو نے اس بیعت کے توڑنے سے انکار کیا اسی طرح اسعد اور رافع بھی اس سے انکاری ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَ سَعْدٌ اَبَاہٗ السَّاعِدِیُّ وَ مُنْذِرُ
لَا نُفِکَ اِنْ حَا وَلْتَ ذٰلِکَ جَا دِعُ

حضرت سعد جن کے اجداد ساعدی ہیں اور حضرت منذر نے بھی اس عہد کے توڑنے سے انکار کیا اور گر تو نے اور کوشش کی تو تیری ناک کٹ جائے گی۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَمَا ابْنُ رَبِیْعٍ اِنْ تَنَا وَلْتَ عَھْدَہٗ
بِمُسْلِمِہٖ لَا یَطْمَعَنْ ثَمَّ طَا مِعُ

اور ابن ربیع بھی اس عہد کو نہیں توڑیں گے خواہ تو کتنی ہی کوشش کر لے وہ رسول اللہ کو تیرے حوالے کرنے والے نہیں ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَاَیْضًا فَلَا یُعْطِیْکَہٗ ابْنُ رَوَاحَۃَ
وَاِخْفَارُہٗ مِنْ دُوْنِہٖ السَّمُّ نَا قِعُ

کسی لالچی کو بھی اس ضمن میں کسی طرح کا لالچ نہیں دیا جا سکتا اور ابن رواحہ بھی اس معاملے میں تیری حمایت نہ کریں گے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَفَاءٌ بِہٖ وَالْقَوْقَلِیُّ بْنُ صَامِتٍ
بِمُنْدُوْحَۃٍ عَمَّا تَحَاوَلَ یَافِعُ

یہ سب باوفا لوگ ہیں قوقلی ابن صامت میں بھی اتنی وسعت نہیں کہ وہ اس امر کو روک سکے جس کا تو ارادہ کر رہا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

اَبُوْ ھَیْثَمَ اَیْضًا وَفِیٌّ بِمِثْلِھَا
وَفَاءٌ بِمَا اَعْطٰی مِنَ الْعَھِدِ خَانِعُ

اسی طرح ابوالہیثم بھی باوفا ہیں اور اپنے عہد کی پاسداری کرنے والے ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَمَا ابْنُ حُضَیْرٍ اِنْ اَرَدْتَ بِمُطْمَعٍ
فَھَلْ اَنْتَ عَنْ اُحْمُوْقَۃِ الْغَیِّ نَازِعُ

اگر تو ابن حضیر کے پاس بھی اپنا مقصد پورا کرنے کے لیے جائے گا تو وہاں بھی تجھے کامیابی حاصل نہ ہوگی۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَسَعْدٌ اَخُوْ عَمْرٍو بِنْ عَوْفٍ فَاِنَّہٗ
ضَرُوْحٌ لِمَا حَاوَلْتَ مِنَ الْاَمْرِ مَانِعُ

کیا تو اپنی ندامت کی حماقت سے باز آجائے گا کہ عمرو بن عوف کے بھائی حضرت سعد بھی تیرے ارادوں کو پاؤں کی ٹھوکر سے اڑانے والے ہیں اور اس امر کو روکنے والے ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

اُ وْلَاكَ نَجُوْمٌ لَا يُغِبُّكَ مِنْهُمْ
عَلَيْكَ بِنَحْسٍ فِىْ دُجٰى اللَيْلِ طَالِعُ
اور یہ تمام ستارے ہیں جو رات کی ظلمت میں تجھ پہ نحوست لے کر طلوع ہوں گے۔[18*]

۞۞۞۞۞۞۞۞

شیطان کی پکار

اگرچہ بیعت عقبہ اپنے مقاصد حاصل کر چکی تھی اور لوگ نبی اکرم ﷺ کے ہاتھوں پہ بیعت کر چکے تھے مگر ابھی نبی اکرم ﷺ اہل مدینہ کے درمیان ہی تھے جب مکہ کی وادیوں سے شیطان نے اہل قریش کو پکارا اور اُن کو انصار مدینہ کے عزائم کی خبر دینا چاہی۔

اچانک منیٰ سے عرفات تک ایک آواز گونجی:

منیٰ کی منزلوں میں اترنے والو! کیا تمہیں خبر بھی ہے کہ محمد (ﷺ) کہاں ہیں اور انصار کہاں ہیں وہ تمہارے خلاف اکھٹے ہوگئے ہیں۔ یہ آواز عقبہ کی اُن گھاٹیوں میں بھی سنی گئی جہاں اللہ کے رسول ﷺ اہل مدینہ سے بیعت لینے میں مصروف تھے۔ اس لیے مسلمانوں کے ہاں ایک بے چینی نے جنم لیا تاہم اللہ کے رسول ﷺ نے مسلمانوں کو تسلی دی اور کہا:

گھبرانے کی کوئی بات نہیں یہ شیطان ہے جو اپنی ناکامی پہ سیخ پا ہے۔

اس کے بعد لوگوں کو آنحضرت محمد ﷺ نے حکم دیا کہ اپنے پڑاؤ کی طرف چلے جاؤ۔

اس پہ حضرت عباس بن عبادہ بن نضلہؓ نے اٹھے اور کہا: یارسول اللہ ﷺ!

ہم اپنے پڑاؤ میں چلے جاتے کہ آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے ورنہ خدا کی قسم ہمیں کسی سے کوئی خوف لاحق نہیں ہے اور اگر آپ ﷺ ہمیں اجازت دیں تو صبح کی روشنی پھیلتے ہی ہم اہل قریش کو اپنی تلواروں کی نوک پہ رکھ لیں اور ہمیں اپنی تلواروں پہ بھی اعتماد ہے اور اپنے بازوؤں پہ بھی۔

مگر مجھے ابھی اس بات کی اجازت نہیں۔

آنحضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

تاہم اگلی صبح تک قریش کو اس بات کی بھنک پڑ گئی تھی کہ گذشتہ رات کچھ نہ کچھ ہوا ضرور ہے۔ چنانچہ اگلی صبح قریش کے کئی سردار اہل مدینہ کے خیموں میں گئے اور اُن سے بات چیت کی۔

ابو جہل نے کہا اے گروہ خزرج؛

ہمیں یہ اطلاع ملی ہے کہ آپ لوگ محمد (ﷺ) کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں اور اُن کے ساتھ مل کے ہمارے ساتھ جنگ کرنا چاہتے ہیں مگر یہ بات ہمارے لیے سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے کہ ہماری تلواریں تمہاری تلواروں سے ٹکرائیں۔

اوس اور خزرج کے مشرکین قسمیں کھانے لگے کہ اس طرح کی کوئی بات نہیں۔

اور وہ سچ کہہ رہے تھے اس لیے کہ وہ مسلمانوں کی سرگرمیوں سے لاعلم تھے یہاں تک کہ عبداللہ بن ابی سلول نے کہا:

یہ اتنی بڑی بات ہے کہ میری قوم مجھے اس سے الگ نہیں رکھ سکتی۔ اس سے اگلے روز یہ لوگ مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے مگر اس دوران قریش کو اس بات کا پتہ چل گیا کہ مدینہ کے مسلمانوں نے عقبہ کی گھاٹیوں میں نبی اکرم ﷺ سے ملاقات بھی کی ہے اور اُن کے ساتھ مل کے اہل قریش کے ساتھ جنگ کرنے کا معاہدہ بھی کیا ہے۔ چنانچہ قریش کے بہت سے ہتھیار بند نوجوان اہل مدینہ کے تعاقب میں روانہ ہوئے، مگر اہل مدینہ اُن کی پہنچ سے دور نکل چکے تھے۔

تاہم قافلے سے پیچھے رہ جانے والے اہل مدینہ کے دو افراد قریش کے ہتھے چڑھ گئے اور وہ انہیں اپنے ساتھ مکہ لے آئے۔ قریش جن دو آدمیوں کو گرفتار کرنے میں کامیاب رہے تھے اُن کے نام سعد بن عبادہ اور منذر بن عمرو تھے۔

اہل مکہ جب اپنے اِن دو قیدیوں کو مکہ لا رہے تھے تو راستے میں کسی طرح منذر بن عمرو اُن کو جل دینے میں کامیاب رہے اور فرار ہو گئے۔

اہل قریش نے اُن کا غصہ حضرت سعد بن عبادہؓ پہ اتارنا شروع کر دیا۔

حضرت سعدؓ نے اس واقعے کو خود ہی روایت کیا ہے۔

چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ:

میں اپنے اونٹ کی تلاش میں قافلے سے پیچھے رہ گیا تھا اور قریش کے ہتھے چڑھ گیا تھا۔ جب منذر بن عمروؓ بھی اُن کے ہاتھوں سے نکل گیا تو انہوں نے میرے بازو میری گردن کے ساتھ باندھ دیئے اور میرے منہ پر بے تحاشہ تھپڑ مارنے شروع کر دیئے۔

اُن کے کسی آدمی نے مجھے میرے لمبے بالوں سے پکڑ رکھا تھا۔

اسی طرح وہ مجھے کھینچتے ہوئے مکہ لے آئے وہاں اُن کا ایک سردار آیا اور اُس نے کہا یہ کون ہے جس پہ تم اس بری طرح تشدد کر رہے ہو۔

وہ ابوالبختر ی بن ہشام تھا۔ اس نے مجھے دیکھا اور پہچان لیا۔

پھر اُس نے مجھے کہا: تیرا ناس ہو!

کیا تو قریش کے کسی آدمی کو نہیں جانتا جو یوں اِن سے مار کھا رہا ہے۔

میں نے اُس سے کہا:

میں قریش مکہ میں سے جبیر بن معطم کو پناہ دیا کرتا ہوں جب وہ مدینے آتے ہیں اور اس کے علاوہ حرث ابن حرب بن امیہ کو بھی پناہ دیا کرتا تھا۔

تب ابوالبختر ی نے مجھے کہا: تو اُن کو پکارتا کیوں نہیں؟

چنانچہ میں نے زور زور سے اِن لوگوں کو پکارنا شروع کیا۔

ابوالبختر ی نے مجھ سے کہا: رہنے دے اور اپنا گلہ نہ پھاڑ و میں انہیں تمہاری طرف بھیجتا ہوں۔

ابوالبختر ی حرم پاک میں پہنچا اور اُس نے جبیر ابن معطم سے کہا:

اُدھر وادی ابطح میں کچھ لوگوں نے قبیلہ خزرج کے کسی آدمی کو پکڑ رکھا ہے اور اسے مار رہے ہیں اور وہ تمہارا نام لے کے پکار رہا ہے۔

جبیر ابن معطم اٹھا اور تیزی سے وادیٔ ابطح کی طرف روانہ ہو گیا۔

وہاں پہنچ کے اس نے مجھے قریش کے ظلم و جبر سے نجات دلائی ایک عرصے کے بعد اس واقعہ کے بارے میں حضرت حسان بن ثابتؓ نے کچھ اشعار کہے جن سے انتخاب پیش کیا جا رہا ہے۔

لَسْتَ اِلیٰ سَعْدٍ وَلَا الْمَرْءِ مُنْذِرِ
اِذَا مَا مَطَا یَا الْقَوْمِ اَصْبَحْنَ ضُمَّرَا

نہ تو سعد کی طرح ہو سکتا ہے اور نہ منذر کی طرح خاص کر اس وقت جب کہ اُن کے لیے چھریری سواریاں تیار کی جائیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

فَلَوْ اَبُوْ وَهْبٍ لَمَّرَّتْ قَصَا ئِدُ
عَلَی شَرَفِ الْبَرْقَاءِ یَهْوِیْنَ حُسْرًا

اور اگر تو ابو وھب نہ ہوتا تو پھر قصائد برقاء کی چوٹی سے بھی گذر جاتے اور وہ تھک کر نیچے گر جاتے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

اَتَفْخُرُ بِا لْکَتَّانِ لِمَّا لَبِسْتَهٗ
وَقَدْ تَلْبَسُ الْاَنْبَاطُ رَیْطًا مُقَصَّراً

کیا کوئی روئی کا لباس پہن کے فخر کرتا ہے حالانکہ کہ نبطی بھی سفید چادریں پہنتے ہیں چنانچہ تو اُس اونگھنے والے کی طرح ہو جا جو قیصر یا کسریٰ کے شہروں کا خواب دیکھتے ہیں۔[19*]

✡✡✡✡✡✡✡✡

قریش کی جہالت نے اُن کو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم سے دور کر دیا تھا جس کے نتیجے میں وہ ہدایت سے بھی دور ہو گئے تھے۔ چنانچہ اب وہ محض زمین کا بوجھ تھے اور اب اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُنھیں مسلمانوں کی تلواروں کی خوراک بننا تھا اور اگلے کچھ برسوں میں ایسا ہی ہوا۔

13 نبوی، چند ماہ قبل ہجرت ، 622ء - 623ء

مسلمانوں کی جہاد کی اجازت

ابن سحٰق کے حوالے سے امام عبداللہ سہیلیؒ نے الروض الانف میں تحریر کیا ہے کہ بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد مکہ کے کفار غیض وغضب سے بھر گئے تھے اور انہوں نے مسلمانوں پہ ظلم وستم کا بازار گرم کر دیا تھا حتیٰ کہ خود آنحضرت محمد ﷺ بھی اُن کے دستِ جبر سے محفوظ نہ تھے۔ابن اسحٰق کے مطابق انھی دنوں نبی اکرم ﷺ پہ سورۃ حج کی وہ آیات اتاریں گئیں جن میں مسلمانوں کو جہاد کی اجازت مرحمت فرمائی گئی۔حالانکہ اس سے قبل مسلمانوں کو اہل کفر کے مظالم کے مقابل صبر کرنے اور درگذر کرنے کا حکم تھا اور خون ریزی اُن کے لیے حلال نہ کی گئی تھی۔تب مسلمان اپنے حالات اور مصائب کے لیے اللہ تعالیٰ کے در پہ رورو کے دعائیں کرتے تھے اور اپنے پروردگار سے اِن مشکل حالات میں ثابت قدمی کی فریاد کرتے۔قریش مسلمانوں کو ظلم وستم کا نشانہ بناتے تھے اور اُن کا مطالبہ یہ تھا کہ لوگ نبی اکرم ﷺ کی رسالت اور اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور توحید کا انکار کر دیں مگر مسلمانوں کا دل اب اُس گندگی میں پھر سے اترنے کو کسی صورت تیار نہ ہوتا تھا اس لیے وہ سر جھکائے کفار کے جبر وستم کو برداشت کرتے اور اپنے اللہ سے بہتر فیصلے کی دُعا

کرتے۔ مسلمانوں کو کفار قریش کے جاہلوں سے منہ موڑے رہنے کا حکم تھا اور صبر کے سوا اُن کے پاس کو چارہ نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد حبشہ کی طرف ہجرت کر چکی تھی جہاں وہ اطمینان اور دین کی سلامتی کے ساتھ اپنی زندگی کے دن گذار رہے تھے۔

باقی ماندہ مسلمانوں کو اب مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم ملنے والا تھا۔ چنانچہ جب قریش مکہ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف بغاوت کی اور سرکشی کی راہ اپنائی اور اس عزاز و تکریم کو رد کیا جو نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن پہ پیش کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اُن سے ہدایت کا داعیہ سلب کر لیا اور اُن کے مقدر میں اس دنیا کی ذلت اور دوسری دنیا میں خوفناک عذاب لکھ دیا۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے صحابیوں پہ ظلم کیا اور انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے سے روکا۔ نبی اکرم ﷺ کے خلاف زبان درازی کی۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کیا اور دین توحید پہ ایمان لانے والوں کو شہر مکہ چھوڑنے پہ مجبور کیا حتیٰ کہ انھوں نے اللہ کے رسول کو اللہ کے گھر میں عبادت سے بھی روک دیا تو اللہ تعالیٰ نے نبی مکرم ﷺ کو اِن دشمنوں کے خلاف جنگ کی اجازت دے دی۔ ظلم کرنے والوں اور دین توحید سے بغاوت کی راہ پہ جانے والوں کے خلاف خون ریزی کی اجازت عطا فرمادی۔

چنانچہ حضرت عروہ بن زبیرؓ نے روایت کی کہ:

ظلم و جبر کے اُس ماحول میں جب سورۃ حج کی یہ آیات اتریں تو مسلمانوں نے اپنے ہتھیاروں کو لیا اور اُن کی دیکھ بھال کی، اُن کو تیار کیا اور اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نبی اکرم ﷺ کے اشارہ ابرو منتظر ہو گئے۔ اگرچہ مکہ میں اس امر کی ضرورت پیش نہ آئی اس لیے مسلمانوں کو نبی اکرم ﷺ سمیت مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم آ گیا تھا۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفارِ قریش کے ظلم کے خلاف بدلہ لینے کی اجازت عطا فرمادی تو مسلمانوں نے اس پہ اپنے پروردگار کا شکر ادا کیا اس لیے کہ وہ تو کب سے اس امر کے منتظر تھے کہ وہ اللہ کی راہ میں اپنا خون پیش کریں اور اپنی وفا پہ مہر تصدیق ثبت کریں مگر اس سے قبل اللہ کی طرف سے خونریزی کی اجازت نہ تھی۔

قرآن حکیم میں پہلے پہل جو آیات اس ضمن میں اتریں انہیں یہاں پیش کیا جارہا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ (39)
الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ
النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ
فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيراً وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ (40)
الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ
وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ O

القرآن الحکیم (سورۃ حج آیات 22/ 39.41)

ترجمہ؛

''اِذن دے دیا گیا ہے (جہاد کا) ان مظلوموں کو جن سے جنگ کی جاتی ہے اس بنا پہ اُن پہ ظلم کیا گیا ہے اور بے شک اللہ ان کی نصرت پر پوری طرح قادر ہے، وہ مظلوم جن کو نکال دیا گیا تھا ان کے گھر سے ناحق صرف اتنی بات پر کہ انہوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے اور اگر اللہ تعالیٰ بچاؤ نہ کرتا لوگوں کا انہیں ایک دوسرے سے ٹکرا کر تو (طاقتور کی غارت گری سے) منہدم ہو جاتیں خانقاہیں اور گرجے اور کلیسے اور مسجدیں جن میں اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر کثرت سے کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ضرور مدد فرمائے گا ان کی جو اس کے دین کی مدد کرے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ قوت والا اور غالب ہے اور وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں اقتدار بخشیں زمین میں تو وہ ٹھیک ٹھیک ادا کرتے ہیں نماز کو اور دیتے ہیں زکواۃ اور حکم دیتے ہیں نیکی کا اور روکتے ہیں برائی سے اور اللہ تعالیٰ کے لیے ہے سارے کاموں کا انجام''۔

چنانچہ اِن آیات کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے جہاد کی راہ کھول دی اور اُن کے لیے قتال کو جائز قرار ٹھہرایا جن پہ بے جا ظلم کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اِن آیات میں مسلمانوں کی اِن

صفات کا ذکر کیا ہے جن پہ وہ قوت واقتدار حاصل کرنے کے بعد عمل کرتے ہیں۔امت کی زبوں حالی پہ ایک نظر ڈالیں تو ہم جان لیں گے کہ مسلمانوں کو آج جہاں جہاں بھی قوت واقتدار حاصل ہے وہاں اُس نے اِن آیات پہ عمل نہیں کیا اور انحراف کی راہ اختیار کی جس کی وجہ سے انہیں زندگی کے بیشتر معاملات میں تنزل اور دشواری کا سامنا ہے۔

سورۃ حج کے بعد سورۃ بقرہ میں یہ آیات نازل ہوئیں جن میں مقرر جہد وسعی اور خاص طور پہ قتال کا حکم ہے۔

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ○

القرآن الحکیم (سورۃ البقرہ آیات 193/2)

ترجمہ:

”اور (اے مسلمانو!) لڑتے رہو اِن سے حتی کہ باقی نہ رہے کوئی فساد اور ہوجائے دین پورے کا پورا اللہ کے لیے“۔

13 نبوی، 0 قبل ہجرت ، 622ء

ہجرت کی اجازت

حالات کی تلخی ہر دم بڑھتی جا رہی تھی ۔شہر مکہ میں مسلمانوں کا سانس تک لینا دشوار ثابت ہو رہا تھا۔اہل قریش مسلمانوں کے خلاف بغض وعناد سے بھرے ہوئے تھے۔وہ دین حق قبول کرنے کو تیار نہ تھے۔ابو جہل،عقبہ بن ابی محیط اور ابولہب مسلمانوں کے اہل مدینہ کے ساتھ کئے گئے معاہدے سے بپھرے ہوئے تھے اور جو مسلمان اُن کی دسترس میں تھے کفارِ قریش نے اُن پہ ظلم وستم کا بازار گرم کر رکھا تھا۔نبی اکرم ﷺ مسلمانوں کے احوال سے آگاہ تھے اور اللہ کے حکم کے منتظر تھے ۔تب آنخضرت محمد ﷺ نے مسلمانوں کو مدینہ ہجرت کرنے کی اجازت دے دی اور مسلمان ایک ایک دو دو کر کے مکہ سے نکلنے لگے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ:

مسلمانوں میں سب سے پہلے مدینہ پہنچنے والے صحابی ابوسلمہؓ تھے۔

تاہم یاد رہے کہ وہ بیت عقبہ ثانی سے بھی پہلے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تھے۔انہوں نے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی اس کے بعد جب مسلمان حبشہ سے مکہ واپس چلے آئے تو وہ اِن کے ساتھ ہی تھے مگر اُن کے اہل خانہ نے اُن سے بہت برا سلوک کیا۔جب انہیں علم ہوا کہ شہر مدینہ میں

مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے تو وہ مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے۔

ابو سلمہ کا تعلق بنو مخزوم سے تھا اُن کا نسب یوں بیان کیا جاتا ہے۔

ابو سلمہ بن عبد الاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم۔

صحیح بخاری میں درج کی گئی روایت کے مطابق ابو سلمہؓ کی بیوی سلمیٰؓ ہجرت مدینہ کے واقعات کے بارے میں ارشاد فرماتی ہیں کہ جب میرے شوہر نے مدینہ جانے کا پختہ عزم کر لیا تو انہوں نے مجھے اونٹ پہ سوار کیا اور میری آغوش میں میرا بیٹا سلمۃ تھا۔ ابھی ہم مکہ کی پہاڑیوں تک بھی نہ پہنچے تھے کہ پہلے میرے خاندان بنو عبد الاسد کو اطلاع ملی تو انہوں نے ہمارا راستہ روکا۔ وہ کئی سوار تھے اور مغیرہ بن عبداللہ اُن کا سربراہ تھا۔ انہوں نے میرے اونٹ کی نکیل پکڑ لی اور میرے شوہر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، ہم نے تمہیں بہت سمجھایا مگر تمہارا نفس ضد پہ اڑا رہا۔ اس لیے اب ہم اس امر سے باز آئے کہ تمہیں وعظ و نصیحت کریں مگر ہم تمہیں اس بات کی اجازت نہ دیں گے کہ ہماری لڑکی بھی تمہارے ساتھ در بدر پھرتی رہے اس لیے تم جدھر جانا چاہتے ہو آزاد ہو ہم اپنی لڑکی کو اپنے ساتھ لیے جا رہے ہیں۔

اسی دوران میں نے دیکھا کہ میرے شوہر کے خاندان بنو مخزوم کے کچھ سوار بھی موقع پہ پہنچ گئے ہیں اور انہوں نے مغیرہ کی باتیں بھی سن لی ہیں۔ اُن کے چہرے پہ جھانکتا غصہ اس بات کی علامت تھا کہ انہیں میرے خاندان کی اس حرکت سے صدمہ پہنچا ہے اس لیے جب میرے خاندان والے مجھے لے کر چلے تو انہوں نے ہمارا راستہ روک لیا اور کہا' اگر تم لوگ اپنی لڑکی کو ہمارے آدمی کے ساتھ نہیں جانے دیتے تو پھر ہم بھی سلمہ کے بیٹے کو تمہارے ساتھ نہ جانے دیں گے۔ چنانچہ میرے بیٹے کو لے کر اُن کے درمیان ہاتھا پائی شروع ہو گئی جس میں میرے معصوم بیٹے کا بازو اتر گیا۔

اور اس کی چیخیں سننے والا کوئی نہ تھا۔

پل بھر میں میرا خاندان بکھر کے رہ گیا تھا۔

میرا شوہر مدینہ کی طرف چل دیا، مجھے میرے خاندان والے اپنے ساتھ لے آئے اور قید کر دیا اور میرے بیٹے کو ابو سلمہ کے خاندان والے لے گئے۔

میرے لیے تو میرے شوہر کی جدائی برداشت کرنا بھی مشکل تھی مگر اُن ظالموں نے تو مجھ سے میرے

بیٹے کو بھی جدا کر دیا تھا اور میرے آنسو تھے کہ رکنے کا نام نہ لیتے تھے، مجھے روتے روتے پورا سال ہونے کو آیا تھا۔ تب میرا معمول تھا کہ میں ابطح کے اُس مقام پہ پہنچ جاتی جہاں میرا خاندان بکھرا تھا۔ میں اپنے شوہر اور بیٹے کے ساتھ بیتے وقت کو یاد کر کے آنسو بہاتی رہتی اور کوئی نہ تھا جس کو میرے دکھ کا احساس ہو۔ پھر شاید میرے آنسوؤں نے بارگاہ الٰہی میں قبولیت کا درجہ حاصل کیا اور میرے دکھ کے دن جاتے رہے۔ ہوا یوں میں کہ میں اپنے معمول کے مطابق ابطح کے اُس مقام پہ نوحہ کر رہی تھی جہاں ایک سال پہلے میرا خاندان بکھرا تھا تو میرا ایک چچا زاد وہاں سے گذرا۔ اُس نے میری حالت کو دیکھا اور اللہ نے اُس کے دل میں میرے لیے رحم ڈال دیا۔ چنانچہ وہ مجھے سہارا دے کر اپنے قبیلے میں لایا اور لوگوں کو لعن طعن کرنے لگا کہ تم ایک بے بس عورت کے معاملے میں اتنے تنگ دل کیوں ہو گئے ہو۔

لوگوں نے اس کی بات کو قبول کیا اور کہا:

ہمیں کوئی اعتراض نہیں یہ اپنے شوہر کے پاس جا سکتی ہے تب میرا وہی چچا زاد بنو مخزوم کے کچھ لوگوں سے ملا اور اُن سے کہا:

تم ایک لاچار عورت کو اُس کے بیٹے سے کیوں روک رہے ہو؟

انہوں نے کہا:

ہمیں کوئی اعتراض نہیں تم سلمی کے بیٹے کو لے جاؤ۔

اس طرح میرا بچھڑا ہو بیٹا مجھ سے آ ملا اور میرے چچا زاد نے ایک عمدہ اونٹ ہمیں دیا اور ہم اس پہ سوار ہو گئے۔ ہماری منزل مدینہ تھی اور میرے دل سے تنہائی کا خوف بھی دور ہو چکا تھا حالانکہ ایک جوان عورت اور چھوٹے بچے کا تنہا صحرائے عرب میں یوں محو سفر ہونا خلاف معمول تھا۔ میں یک و تنہا تھی میرا بیٹا بہت چھوٹا تھا اب صحرائے عرب کا خوف سر اٹھانے لگا تھا اور ہر پل یہ احساس مجھ پہ حاوی ہو رہا تھا کہ میں شاید راستے سے بھٹک چکی ہوں۔ پھر جب میں مکہ سے باہر تنعیم کے مقام پہ پہنچی تو میری ملاقات عثمان بن طلحہ سے ہوئی۔

وہ حیرت زدہ ہوا اور اُس نے مجھ سے پوچھا؟

اے ابو امیہ کی بیٹی تم یوں تنہا کس منزل کی طرف رواں ہو؟

میں نے اسے جواب دیا کہ میں اپنے شوہر کے پاس مدینے جا رہی ہوں۔

میں نے دیکھا کہ عثمان بن طلحہ کسی سوچ میں ڈوب گیا پھر اُس نے کہا:

اب میں تمہیں اس حالت میں اکیلا نہیں چھوڑ سکتا اور اُس نے میرے اونٹ کی نکیل پکڑ لی اور منزل کی طرف رواں ہو گیا۔

بخدا میں نے آج تک اُس جیسا کریم النفس ہم سفر نہ دیکھا تھا۔ جب وہ کسی پڑاؤ کے پاس پہنچتا تو اونٹنی کو بٹھاتا اور خود فاصلے پہ چلا جاتا۔ جب میں اونٹ سے اتر کے کسی درخت کے نیچے پناہ گزین ہو جاتی تب وہ آتا اور اونٹ کو پکڑ کر لے جاتا تاکہ وہ اسے چارا وغیرہ ڈال سکے۔ اس کے بعد وہ اونٹ سے پالان اتارتا اونٹ کو کسی درخت سے باندھ دیتا اور خود بھی کسی درخت کی اوٹ میں آرام کرنے کے لیے لیٹ جاتا۔ اگلی صبح وہ اونٹ پہ کجاوہ کستا اس کو میرے قریب لا کر بٹھا دیتا اور پھر ہٹ کے کھڑا ہو جاتا تاکہ میں اونٹ پہ سوار ہو سکوں۔ جب میں سوار ہو جاتی تو وہ آتا اور سفر شروع ہو جاتا۔ پورے سفر کے دوران اس کا یہی معمول رہا یہاں تک کہ قبا کی بستیاں نظر آنے لگیں۔ تب اُس نے میرے اونٹ کی مہار چھوڑ دی اور کہا: چلی جاؤ اب تجھے کوئی غم نہ ملے گا تمہارا شوہر اسی بستی میں قیام پذیر ہے۔

حضرت سلمٰی کہتی ہیں کہ قبل اس کے کہ میں اس شکریہ ادا کرتی اُس نے اپنا رخ موڑا اور مکہ کی طرف روانہ ہو گیا:

حضرت سلمٰی نے مزید کہا کہ؛

وَاللّٰہِ مَا اَعْلَمُ اَھْلَ بَیْتٍ فِی الْاِسْلَامِ اَصَابَھُمْ مَّآ اَصَابَ اٰلَ اَبِیْ سَلَمَۃَ وَمَا رَاَیْتُ صَاحِبًا اَکْرَمَ مِنْ عُثْمَانَ بْنَ طَلْحَۃَ۔

ترجمہ؛

بخدا! میں نہیں جانتی کہ ابوسلمہ کے خاندان کے علاوہ کسی اور نے اسلام کی خاطر اتنی مصیبتیں جھیلیں ہوں اور نہ میں نے کوئی ایسا ساتھی دیکھا ہے جو عثمان بن طلحہ سے زیادہ شریف النفس ہو۔[*20]

مورخین کے مطابق جب نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو مدینے جانے کی اجازت دی تو سب سے پہلے عامر بن ربعیہؓ نے اپنی بیوی کے ساتھ ہجرت کی جن کا نام لیلیٰؓ بنت ابی خثیمہ بیان کیا گیا ہے۔ عامر کا تعلق بنوعدی بن کعب کے ساتھ تھا۔اس کے بعد حضرت عبداللہ ابن جحشؓ نے اپنے پورے کنبے کے ساتھ مدینے کو ہجرت کی۔انہوں نے اپنی بلند حویلیاں اور آسودگی سے مزین زندگی کو اپنے دین کی خاطر قربان کیا اور اپنے دین کی حفاظت کے لیے مکہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔حضرت عبداللہ بن جحشؓ کے ساتھ اُن کے بھائی ابواحمد بن جحشؓ بھی تھے جو نابینا تھے مگر مکہ کی گلیوں سے اس حد تک آشنا تھے کہ وہ شہر کی اونچی نیچی جگھوں اور مقامات پہ بغیر کسی راہنما کے گھوما کرتے تھے۔ابواحمد جحشؓ بہت اچھے شاعر تھے جب وہ مدینہ پہنچے تو انہوں نے ایک قصیدہ کہا جس کو ہم عنقریب یہاں نقل کریں گے۔اور بنوجحش کے پورے خاندان نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی وہ بیس پچیس لوگ تھے جن میں خواتین اور بچے بھی شامل تھے اُن کے ساتھ بنودودان کے کچھ لوگ بھی تھے۔چنانچہ اِن خاندانوں کے جو لوگ اول اول مدینہ پہنچے اُن کے نام امام عبداللہ سہیلیؒ نے یوں درج کئے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن جحشؓ،حضرت ابواحمد بن جحشؓ،حضرت عکاشہ بن محصنؓ،حضرت شجاعؓ،حضرت عقبہؓ،حضرت اربد بن جمرہؓ،حضرت منقد بن نباتہؓ،حضرت سعید بن رقیشؓ،حضرت محزر بن نھلہؓ، حضرت یزید بن رقیشؓ،حضرت قیس بن جابرؓ،حضرت عمرو بن محصنؓ،حضرت مالک بن عمروؓ،حضرت سفوان بن عمروؓ،حضرت ثقف بن عمروؓ،حضرت ربیعہ بن اکثمؓ،حضرت زبیر بن عبیدؓ،حضرت تمام بن عبیدہؓ،حضرت سنجرہ بن عبیدہؓ اور حضرت محمد بن عبداللہ بن جحشؓ رضی اللہ عنہم۔

اُن کے ساتھ کچھ خواتین بھی تھیں جنہوں نے ہجرت کی سعادت حاصل اُن کے نام حضرت زینب بنت جحشؓ،حضرت اُم حبیب بنت جحشؓ،حضرت جذامہ بنت جندلؓ،حضرت اُم قیس بنت محصنؓ، حضرت اُم حبیب بنت ثمامہؓ،حضرت آمنہ بنت رقیشؓ،حضرت سنجرہ بنت تمیمؓ اور حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہم بیان کئے گئے ہیں۔

امام عبداللہ سہیلیؒ نے بیان کیا ہے کہ بنوجحش کے لوگ قبا میں بشر بن عبدالمنذرؓ بن نبر کے ہاں اترے

جنہوں نے اِن مہاجرین کے ساتھ بہت عمدہ سلوک کیا۔ پھر دیگر صحابہ بھی مدینہ کا رخ کرنے لگے ۔حضرت عباسؓ سے روایت ہے کہ جب بہت سے مسلمان مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے تو شہر مکہ ویران ویران نظر آنے لگا۔ چنانچہ ایک دن جب میں یعنی عباس بن عبدالمطلب اور عتبہ بن ربیعہ اور ابو جہل بن ہشام مکہ کی ایک پہاڑی سے اتر رہے تھے تو ہماری نظر بنو جحش کے خالی گھروں پہ پڑی جن کے طاق ہوا میں لہرا رہے تھے ہم نے محسوس کیا کہ ویرانی اور اداسی نے اس بستی کو جکڑ رکھا تھا۔ تب عتبہ اور ابو جہل نے ٹھنڈی آہ بھری وہ مجھ پہ برس پڑے کہ یہ سب کیا دھرا تمہارے بھتیجے کا ہے جس نے ہماری جماعت کے شیرازے کو بکھیر دیا ہے ہمارے، معاملات کو متفرق کر دیا ہے اور ہمارے مابین قطع تعلقی کرادی ہے۔

درحقیقت اُن لوگوں کو بھی مکہ کی ویرانی اداس کر رہی تھی۔

تاہم میں نے آنحضرت محمد ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے اُن سے کہا، یہ سب کچھ میرے بھتیجے نے نہیں کیا بلکہ یہ سب تمہارا کیا دھرا ہے تم لوگوں نے مکہ کے اشراف کو یہاں سے نکال دیا ہے اور تمہارے ظلم وستم کی وجہ سے ہی وہ لوگ ہجرت پہ مجبور ہوئے ہیں۔

عتبہ نے میری بات کا جواب نہیں دیا بلکہ یہ شعر کہا اور حرم کی طرف چل دیا۔

وَكُلُّ دَارٍ وَ اِنْ طَالَتْ سَلَامَتُهَا
يَوْمًا سَتُدْرِكُهَا النَّكْبَاءُ وَالْحُوْبُ

تمام گھروں کو اگرچہ اُن کی سلامتی کتنی بھی طویل ہو جائے ایک نہ ایک دن مخالف ہوا اور وحشت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔[*21]

مدینہ ہجرت کرنے کے بعد ابو احمد بن جحش رضی اللہ عنہم کے قصیدے سے کچھ اشعار یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

وَلَوْ حَلَفَتْ بَيْنَ الصَّفَا أُمُّ أَحْمَدَ
وَ مَرْوَتِهَا بِاللّٰهِ بَرَّتْ يَمِينُهَا

اور اگر احمد کی والدہ کوہ صفا اور کوہ مرہ کے درمیان کھڑی ہو کے قسم اٹھائے کہ۔

لَنَحْنُ الْأُوْلٰى كُنَّا بِهَا ثُمَّ لَمْ نَزَلْ
بِمَكَّةَ حَتّٰى عَادَ غَثًّا سَمِينُهَا

ہم مکہ مکرمہ میں ہی اقامت گزیں تھے اور وہیں مقیم رہے حتیٰ کہ ہمارے موٹے آدمی کمزور ہو گئے۔

بِهَا خَيَّمَتْ غَنْمُ بْنُ دُودَانَ وَ ابْتَنَتْ
وَمَا إِنْ غَدَتْ غَنْمٌ وَخُفَّ قَطِينُهَا

بنوغنم بن دودان بھی وہیں مقیم تھے اُن کے خیمے اور گھر وہیں مکہ میں تھے پھر ایک صبح کو وہ وہاں سے روانہ ہو گئے۔

إِلَى اللّٰهِ تَغْدُوْ بَيْنَ مَثْنٰى وَوَاحِدٍ
وَ دِيْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ بِالْحَقِّ دِيْنُهَا

وہ ایک ایک دو دو کر کے اللہ کی طرف ہجرت کرتے رہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کا سچا دین اُن کا دین ہو گیا تھا۔

لَمَّا رَاَتْنِیْ اُمُّ اَحْمَدَ غَادِیًا
بِذِمَّۃِ مَنْ اَخْشٰی بِغَیْبٍ وَ اَرْھَبُ

جب اُم احمد نے مجھے دیکھا کہ میں اللہ کے بھروسے عازم سفر ہوں جس سے میں بن دیکھے ڈرتا اور لرزہ براندام رہتا ہوں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

تَقُوْلُ فَاِمَّا کُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلاً
فَیَمِّمْ بِنَا الْبُلْدَانِ وَلْتَنْاَ یَثْرِبُ

اس نے کہا اگر جانا ہے ہی ہے تو ہمیں یثرب کے سوا کسی دوسرے شہر لے چلو مگر میں نے کہا نہیں آج ہمارا رخ یثرب کی طرف ہی ہوگا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

فَقُلْتُ لَھَا بَلْ یَثْرِبُ الْیَوْمَ وَجْھُنَا
وَمَا یَشَاءِ الرَّحْمٰنُ فَالْعَبْدُ یَرْکَبُ

درحقیقت بندہ وہی فعل سرانجام دیتا ہے جو رب رحمٰن کی منشا ہو اس لیے آج میرے سفر کا مقصد اللہ اور اس کے محترم رسول کی ذات ہے

✡✡✡✡✡✡✡✡

اِلیٰ اللّٰہِ وَجْھِیِ والرَّسُوْلِ وَمَنْ یَقُمْ
اِلیٰ اللّٰہِ یَومًا وَجْھَہٗ لَا یُخَیَّبُ

تو جو کسی دن اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کی طرف کر لیتا ہے تو پھر وہ کبھی خسارے میں نہیں رہتا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

فَكُمْ قَدْ تَرَكْنَا مِنْ حَمِيْمٍ مُنَا صِحٍ
وَنَا صِحَةٍ تَبْكِىْ بِدَمْعٍ وَ تَنْدَبُ

ہم نے کتنے ہی مرد وخواتین کو چھوڑا ہے جو نصیحت کرنے میں مخلص تھے اور اُن کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

تَرٰیْ اَنَّ وِتْرًا نَا یُنَا عَنْ بِلَادِنَا
وَنَحْنُ نَرٰی اَنَّ الرَّغَائِبَ نَطْلُبُ

وہ خیال کرتی ہے کہ ہمارا اپنے شہروں سے جدا ہونا ہم کو اکیلا کر دے گا حالانکہ ہم اپنی پسندیدہ چیزوں کو طلب کر رہے ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

دَعَوْتُ بَنِیْ غَنْمٍ لَحِقْنِ دِمَائِهِمْ
وَلِلْحَقِّ لَمَّا لَاحَ لِلنَّاسِ مَلْحَبُ

میں نے بنو غنم کو اِن کی جانوں کے تحفظ اور حق بات کی دعوت دی جبکہ لوگوں کے لیے شاہراہ حیات روشن ہو چکی تھی۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

اَجَا بُوْا بِحَمْدِ اللّٰهِ لَمَّا دَعَاهُمْ
اَلٰی الْحَقِّ دَاعٍ وَالنَّجَاحِ فَاوْعَبُوْا

اللہ کا شکر ہے کہ انہوں نے داعی کی دعوت پہ کان دھرے اور حق اور نجات کی اس دعوت کو قبول کر لیا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَكُنَّا وَاَصْحَابًا لَنَا فَارَقُوْا الْهُدٰى
اَعَانُوْا عَلَيْنَا بِالسِّلَاحِ وَاَجْلَبُوْا

اگر چہ ہمارے کچھ دوست ہم سے جدا ہو گئے اور دشمن کو ہمارے خلاف تقویت فراہم کی۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

كَفَوْجَيْنِ اَمَّا مِنْهُمَا فَمُوَفَّقٌ
عَلَى الْحَقِّ مَهْدِىٌّ وَفَوْجٌ مُعَذَّبُ

اور دو گروہوں میں سے ایک ہدایت پہ تھا جسے اللہ نے توفیق دی جبکہ دوسرا گروہ عنقریب عذاب الٰہی میں مبتلا ہونے والا تھا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

طَغَوْا وَتَمَنَّوْا كَذِبَةً وَاَزَلَّهُمْ
عَنِ الْحَقِّ اِبْلِيْسٌ فَخَابُوْا وَخُيِّبُوْا

انہوں نے سرکشی کی اور جھوٹی آرزوؤں کی تلاش میں رہے ابلیس نے انہیں راہ ہدایت سے ہٹا دیا اور وہ خسارے میں جا پڑے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَرُعْنَا اِلٰى قَوْلِ النَّبِىِّ مُحَمَّدٍ
فَطَابَ وُلَاةُ الْحَقِّ مِنَّا وَطُيِّبُوْا

ہم نے محمد عربی ﷺ کی بات کی طرف رجوع کیا اور حق کے نمائندے پاک ہو گئے اور انہیں پاکیزہ بنا دیا گیا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

نَمُتُّ بِاَرْحَامٍ اِلَيْهِمْ قَرِيْبَةٍ
وَلَا قُرْبَ بِالْاَرْحَامِ اِذْ لَا تُقَرَّبُ

ہم اِن لوگوں سے قریبی رشتہ داری کر لیتے ہیں اور اگر رشتہ دار قریب کرنے والے ہوں تو ان کا کیا فائدہ۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَاَیُّ ابْنِ اُخْتٍ بَعْدِنَا يَا مَنَنَّكُمْ
وَاَيَّةُ صِهْرٍ بَعْدَ صِهْرِیَ تُرْقَبُ

ہمارے بعد کون سا بھانجا تم پہ اعتماد کرے گا اور میرے سسرال کے بعد کس کے سسرال سے امید کی جاسکتی ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

سَتَعْلَمُ يَوْمًا اَيُّنَا اِذْ تَزَايَلُوْا
وَزُيِّلَ اَمْرُ النَّاسِ لِلْحَقِّ اَصْوَبُ

جب لوگ متفرق ہو جائیں اور اُن کے معاملات بکھر جائیں تو اس دن سب کو معلوم ہو جائے گا کہ راہِ حق پہ کون تھا[22*]

۞۞۞۞۞۞۞۞

دین کی خاطر ہجرت انبیاء کا خاصا ہے اللہ کے رسول
دین کی خاطر اپنی قوموں کے ہمراہ ہجرت کرتے رہے
ہیں جب قریش میں صرف وہی لوگ بچے جن سے
ہدایت کو روک لیا گیا تھا تب رسول اللہ ﷺ نے اپنے
ساتھیوں کو مدینہ ہجرت کرنے کا حکم دیا اور صحابہ مکہ سے
رخصت ہونے لگے۔

13 نبوی، 0 قبل ہجرت ، 622ء

حضرت عمر اور عیاش بن ربیعہ

حضرت عمرؓ نے نبی اکرم ﷺ سے پہلے ہجرت کی۔ صحابہ اہل مکہ سے چوری چھپے مدینے کی طرف ہجرت کر رہے تھے۔ تاہم حضرت عمرؓ نے اعلانیہ ہجرت کی اور اہل قریش کو للکار کے ہجرت کی اُن کے ساتھ مکہ کے دو اشراف بھی تھے جنہوں نے اہل مکہ سے چھپ کے ہجرت کی۔ تاہم حضرت عمرؓ اپنی بہادری اور شجاعت کی وجہ سے اہل قریش کو خاطر میں نہ لاتے تھے اس لیے جب انہوں نے ہجرت کا عزم کیا تو آنحضرت محمد ﷺ سے اجازت طلب کی اجازت ملنے کے بعد ہجرت کی تیاری کی اور اس امر کو انہوں نے اہل مکہ سے چھپانے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن جحشؓ اور اُن کے خاندان کے بعد حضرت عمرؓ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ امام بخاریؒ نے حضرت نافعؒ سے روایت کرتے ہوئے حضرت عمرؓ کی ہجرت کے واقعات کو تحریر کیا ہے ایک روایت سیّدنا علیؓ کی بھی ہے جس میں ہجرتِ عمرؓ کے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ حضرت نافعؒ نے حضرت عمرؓ بن خطاب کی زبان سے اُن کی ہجرت کا واقعہ بیان کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے مجھے بتایا کہ اُس رات عمر فاروقؓ نے عیاش بن ر

بیعہؓ اور ہشام بن العاصؓ سے مکہ کے بالائی حصے میں مشاورت کی اور دین کی خاطر شہر مکہ سے مدینہ کو ہجرت کرنے کا پروگرام ترتیب دیا۔ حضرت عمرؓ نے بیان کیا کہ اُن دنوں کفار قریش کی سختی حد سے بڑھی ہوئی تھی اس لیے مسلمانوں میں سے جو کوئی بھی اُن کے ہاتھ آتا وہ اسے پکڑتے اور اس کے خاندان کے بڑے بوڑھوں یا سرداروں کے سامنے پیش کرتے اور اُن سے کہتے اس کو باندھ دو دیکھو یہ بھاگنے نہ پائے۔ تاہم مجھے کسی کا خوف نہ تھا اس لیے میں نے ہشام بن العاصؓ اور عیاش بن ربیعہؓ سے طے کیا کہ کل صبح مکہ سے باہر بنی غفار کے تالاب کے پاس بڑے کانٹوں والی بیری کے پاس جو پہنچ جائے گا وہ میرے ساتھ ہجرت کرے گا اور اگر ہم دو لوگ اکھٹے ہو گئے تو ہم تیسرے ساتھی کا انتظار نہ کریں گے۔ یہاں سے امام بخاریؒ نے حضرت عمرؓ کی ہجرت کا واقعہ حضرت علیؓ کی روایت سے پیش کیا ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ:

مکہ میں کفار قریش نے بہت سختی کر رکھی تھی وہ مسلمانوں کو ہجرت سے روکنا چاہتے تھے اس لیے مسلمان رات کی تاریکی میں چھپ کر ایک ایک دو دو کر کے ہجرت کر رہے تھے۔ میرے علم میں حضرت عمرؓ کے سوا اور کسی شخص کا نام نہیں جس نے مکہ سے اعلانیہ ہجرت کی ہو۔ چنانچہ جس دن انہوں نے ہجرت کا عزم کیا تو صبح صبح ہی وہ ہتھیار بند ہو گئے۔ انہوں نے اپنی کمان ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی تیروں کو اپنے کندھے سے لٹکایا ہوا تھا، دوسری طرف ایک لمبی تلوار حمائل تھی اور اسی شان سے وہ حرم پاک میں داخل ہوئے جبکہ قریش اپنی مجالس صحن حرم میں سجا چکے تھے۔

انہوں نے بیت اللہ کا طواف کیا پھر اہل قریش کو متوجہ کیا اور کہا:

”اے قوم قریش!

تم نے محمد رسول اللہ ﷺ کے پیغام کو ٹھکرایا ہے اللہ کرے تمہارے چہروں پہ پھٹکار پڑے اور تمہاری ناکیں خاک آلود ہوں تم میں سے جو شخص چاہتا ہے کہ اُس کے بچے یتیم ہو جائیں اور اُس کی بیوی اُس پہ نوحہ کرے تو وہ وادی کے اُس طرف آ جائے اور مجھے مدینہ ہجرت کرنے سے روکے۔

[*23]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ:

قریش کو تو جیسے سانپ سونگھ گیا ہو اور اس کے سورما منہ چھپائے دوسری طرف دیکھتے رہے کسی میں ہمت نہ تھی کہ وہ اٹھے اور حضرت عمرؓ کو جواب دے۔ اس طرح حضرت عمرؓ نہایت وقار کے ساتھ حرم پاک سے رخصت ہوئے وہ اُس مقام کی طرف گئے جس کو انہوں نے اپنے دوستوں کے ساتھ طے کیا تھا۔

حضرت عمرؓ وہاں پہنچے تو انہوں نے عیاش بن ربیعہؓ کو اپنا منتظر پایا:

تھوڑی دیر انہوں نے ہشام بن العاصؓ کا انتظار کیا اس کے بعد وہ اپنے سفر پہ روانہ ہو گئے اور انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ ہشام کو اس کے اہل خانہ نے روک لیا ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں ہم کئی دن کی مسافت کے بعد مدینہ کی وادئ قبا میں اترے اور ہم نے عمرو بن عوفؓ کے ہاں سکونت اختیار کی جس نے ہمارے ساتھ نہایت عمدہ برتاؤ کیا۔ اہل مکہ کو جب عیاش بن ربیعہؓ کی ہجرت کی اطلاع ملی تو مکہ سے ابو جہل بن ہشام اور اُس کا بھائی حارث بن ہشام قبا میں پہنچے اور عیاش بن ربیعہؓ سے بات چیت کی۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں اُن کی حرکات پہ نظر رکھے ہوئے تھا۔ وہ عیاش بن ربیعہؓ کے ساتھ نہایت نرمی سے پیش آ رہے تھے جو اُن کی فطرت کے خلاف تھا اور میں جانتا تھا کہ وہ عیاش بن ربیعہؓ کو کسی جال میں الجھا رہے ہیں۔

ابو جہل نے عیاش بن ربیعہؓ سے کہا:

تیری ماں نے قسم کھالی ہے کہ وہ جب تک تجھے نہیں دیکھے گی عرب کی چلچلاتی دھوپ سے نہیں اٹھے گی اور تم جانتے ہو کہ اگر وہ اسی حالت میں مر گئی تو سارے عرب میں تیری بدنامی ہوگی ہم تو تمہیں صرف اس امر سے مطلع کرنے آئے تھے ہمارا مشورہ یہ ہے کہ تم ہمارے ساتھ ایک دفعہ مکہ چلو اور اپنی ماں کی نذر کو پورا کرو پھر تمہارا سارا مال بھی تو وہیں ہے۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں محسوس کرنے لگا کہ عیاش بن ربیعہؓ ابو جہل کی باتوں میں آ گیا ہے تو میں نے اسے بازو سے پکڑ کے اٹھایا اور اسے اِن لوگوں سے دور لے گیا تا کہ اسے سمجھا سکوں۔ مگر اُس پہ ابو جہل کی میٹھی زبان کا جادو چل چکا تھا اور وہ میری کوئی بات سننے کے لیے تیار نہ تھا۔ میں نے اُس کو بتایا کہ یہ لوگ تجھے دھوکا دینا چاہتے ہیں اس لیے تو ہوشیار ہو جا مگر اُس نے کہا، یہ میرے قرابت

دار ہیں میرے ماموں ہیں یہ مجھے کس طرح دھوکہ دے سکتے ہیں۔

مجھے اپنی ماں سے بھی محبت ہے اس لیے میں نہیں چاہتا کہ وہ عرب کی دھوپ میں بیٹھی بیٹھی مر جائے۔

حضرت عمرؓ نے اُس سے کہا، رہنے دے جب گرمی سے اُس کی جویں اسے ستائیں گی تو خود ہی دھوپ سے چھاؤں میں چلی جائے گی۔

عیاش بن ربیعہؓ نے کہا:

مگر میرا سارا مال بھی تو مکہ میں ہے میں اسے سمیٹ کر جلد ہی واپس آ جاؤں گا۔

حضرت عمرؓ نے جان لیا کہ اب وہ ابو جہل کی بات ہی مانے گا۔

حضرت عمرؓ کو عیاش بن ربیعہؓ کی عقل پہ افسوس ہو رہا تھا۔

انہوں نے عیاشؓ سے کہا:

سنو! تم جانتے ہو میں ایک مالدار آدمی ہوں میرا مال تیرے لیے حاضر ہے تو میرے مال سے نصف لے لے اور مکہ جانے سے رُک جا۔

مگر میری ماں، عیاش بن ربیعہؓ کی سوئی وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

تب حضرت عمرؓ نے اُس سے کہا:

اگر تم نے اِن لوگوں کے ساتھ جانے کا فیصلہ کر ہی لیا ہے تو میری یہ اونٹنی ساتھ لے جاؤ جب وہ تمہیں دھوکہ دینے لگیں تو تم اس پہ سوار ہو کے واپس آ جانا یہ بہت تیز اور اصیل اونٹنی ہے۔

اس میں کوئی حرج نہیں۔

آخر عیاش بن ربیعہؓ نے حضرت عمرؓ کی یہ آخری بات مان ہی لی۔

اس کے بعد وہ ابو جہل اور حارث کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوا۔

جب انہوں نے ایک ہی منزل طے کی تھی تو ابو جہل نے عیاش بن ربیعہؓ کو پکارا اور کہا: سنو بھانجے! میں نے اپنی اونٹنی کو اس کی بساط سے زیادہ اذیت دی ہے جس کی وجہ سے وہ کچھ سست پڑھ گئی ہے کیا تو مجھے اپنے ساتھ سوار نہیں کر لیتا تا کہ میری اونٹنی کچھ ستا لے۔

عیاش بن ربیعہؓ نے کہا کیوں نہیں ضرور۔

اور اُن تینوں سواروں نے اپنے اونٹ بٹھا دیئے۔

جب ابو جہل عیاش بن ربیعہؓ کی پشت پہ آیا تو اس نے اس کے بازو جکڑ لیے اور حارث بھی اُس کی مدد کو آ گیا انہوں نے ایک مضبوط رسی سے حضرت عیاش بن ربیعہؓ کے ہاتھ اور پاؤں باندھ دیئے اور اُن کو انہی کی اونٹنی پہ ڈال کے عازم سفر ہوئے۔ جب وہ شہر مکہ میں داخل ہوئے تو فخر و غرور سے اُن کے سینے پھیلے ہوئے تھے وہ لوگوں سے کہتے جاتے۔ دیکھو تمہارے خاندان کے جو بے وقوف مدینے بھاگ گئے ہیں اُن کے ساتھ یہی سلوک کرو جو ہم نے اپنے اس بے وقوف کے ساتھ کیا ہے۔

عیاش بن ربیعہؓ کہتے ہیں تب مجھے ایک ایک کر کے حضرت عمرؓ کی باتیں اور اُن کی بے چینی یاد آ رہی تھی اور میں خود سے بھی شرم محسوس کر رہا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے حضرت عیاش بن ربیعہؓ کو ایک مکان میں قید کر دیا اور اس سے قبل وہ لوگ ہشام بن العاصؓ کو قید کر چکے تھے۔ تاہم ہشام بن العاصؓ کو اُن کے گھر والوں نے کچھ دن بعد خود ہی چھوڑ دیا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ ہشام سمجھتے تھے کہ اُن کا ہجرت میں ناکام رہنا اُن کا ایمان سے انکار کرنا ہے اور یہ ایک ایسی بات ہے جس کی اللہ کے ہاں کوئی معافی نہیں اس لیے وہ اپنے ایمان کے بارے میں تذبذب کا شکار ہو گئے تھے اگرچہ وہ دل سے مسلمان تھے تاہم اُن کے بدلے ہوئے رویے کی وجہ سے اُن کے گھر والوں نے یہی سمجھا کہ وہ اپنے آبائی دین پہ واپس آ چکے ہیں تاہم بعد میں اُن کی غلط فہمی دور ہو گئی اور انہوں نے ہشام کو پھر سے قید کر دیا۔

کفار قریش نے انہیں دو سال تک قید رکھا۔ حتیٰ کہ جنگ بدر کے بعد اسلام قبول کرنے والے ولید ابن ولید نے انہیں آزادی دلائی۔

ولید ابن ولید بیان کرتے ہیں کہ:

جنگ بدر میں وہ قید ہو گئے اور انہوں نے مسلمانوں کے محبت بھرے رویے سے متاثر ہو کے دل میں یہ ارادہ کیا کہ وہ اسلام قبول کر لیں گے۔ ولید نے کہا کہ اُن کی نگرانی پہ انصار سے ایک صحابی معمور تھے اور نبی اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب کو قریش کے قیدیوں سے اچھا سلوک کرنے کا حکم دے رکھا تھا۔ چنانچہ جب کھانا آتا تو وہ عمدہ کھانا ہمیں دے دیتے اور خود بھوکے سو رہتے، جب سونے کا وقت آتا تو اپنے آرام دہ بستر ہمارے لیے چھوڑ دیتے اور خود سخت زمین پہ جا سوتے، مجھے اس بات سے

شرم آتی کہ میں اُن کا قیدی ہوں یا وہ میرا قیدی ہے۔آخر ایک دن میں نے اُن سے پوچھ ہی لیا
:آپ مجھے شرمندہ کرنے پہ کیوں تلے ہوئے ہیں۔اُس صحابی نے جواب دیا:
ہمارا ایمان یہ ہے کہ ہمارے نبی کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ ہمارے لیے خیر ہے اور چونکہ انہوں نے ہمیں قیدیوں سے عمدہ سلوک اختیار کرنے کا حکم دیا ہے جس کو بجا لانا ہمارے لیے سب سے بڑی خوشی ہے۔اس انصاری صحابی کے رویے نے میرے دل میں روشنی کر دی تھی مگر میں خاموش رہا حتیٰ کہ میرے وارث مجھے فدیہ دے کر آزاد کرانے آ گئے۔
آزاد ہونے کے بعد جب میں مکہ پہنچا تو میں نے اپنے ایمان کا اعلان کیا۔
میرے بھائی اور باپ مجھ سے سخت نالاں تھے۔انہوں نے مجھ سے کہا:
تب وہیں اپنے ایمان کا اعلان کر دیتے تو ہمارا مال ہی بچ جاتا۔
میں نے اُن کو جواب دیا: تب لوگ کہتے کہ میں نے مال بچانے کی خاطر اسلام قبول کیا ہے اور میں اپنے ایمان کی ابتداء جھوٹ سے نہ کرنا چاہتا تھا۔لوگ میرے اس رویے پہ حیران تھے اور مجھے بے وقوف کہتے تھے مگر میرا سینہ روشن ہو چکا تھا اور اب مجھے وہ سب عقل سے کورے نظر آ رہے تھے۔مکہ میں میرا دل نہ لگتا تھا میرے دل میں یہ آرزو تھی کہ میں آنحضرت محمد ﷺ سے ملوں اور اُن کی خدمت کروں اپنے دین کا اظہار اُن کے سامنے کروں۔جلد ہی میں نے مکہ کو چھوڑ دیا اور مدینہ چلا آیا اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں جا حاضر ہوا۔چنانچہ ایک دن جب میں نبی اکرم ﷺ کی مجلس میں حاضر تھا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو عیاش بن ربیعہؓ اور ہشام بن العاصؓ کو مکہ سے میرے لیے نکال لائے۔اور میں تو پہلے ہی کسی ایسے حکم کے انتظار میں تھا جس کی تعمیل کے بعد میں نبی اکرم ﷺ کی خصوصی توجہ کا مرکز بن سکوں اس لیے میں نے ایک لمحہ کی دیر بھی پسند نہ کی کہ مبادا کوئی اور اس سعادت کو حاصل کر لے۔
میں فوراً ہی اٹھ کھڑا ہوا اور کہا: یارسول اللہ ﷺ میں اس کام کو سرانجام دوں گا۔
نبی اکرم ﷺ میری اس عجلت پہ مسکرا دیئے میرے لیے دُعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور دعائے خیر فرمائی۔
میں وہیں سے مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

میں دن کو مکہ کے اوائل میں پہنچ گیا مگر اپنے مشن کی وجہ سے میں نہیں چاہتا تھا کہ کوئی مجھے دیکھے اس لیے میں شہر سے باہر ہی ایک پہاڑ کی کھو میں چھپا رہا۔ پھر رات اترنے سے پہلے میں چھپ کے مکہ میں داخل ہوا اور اس پہلے مرحلے پہ ہی اللہ نے میرے لیے آسانی عطا فرما دی۔ میں نے دیکھا کہ بنو مخزوم کی ایک باندی کھانا لیے تیزی سے ایک طرف کو جا رہی ہے میں نے اپنا منہ کپڑے میں چھپایا اور اُس عورت کا تعاقب کیا۔

وہ عورت ویرانے میں ایک ایسے مکان پہ پہنچی جو کھنڈر نما تھا۔

میں دور ہی بیٹھ گیا اور اُس عورت کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔

کافی دیر بعد وہ عورت برتن لے کے واپس ہوئی اور مجھے شک تھا کہ شاید وہ انہیں قیدیوں کو کھانے دینے گئی ہے جن کی خاطر میں مدینہ سے مکہ آیا تھا۔

جب اندھیرا کچھ گہرا ہوا تو میں اُس مقام کی طرف چل دیا۔

میں نے جائزہ لیا تو جانا کہ وہ ایک ایسا کھنڈر نما مکان تھا جس کی چھت گر چکی تھی مگر دروازہ سلامت تھا جس پہ قفل پڑا تھا جو کافی مضبوط تھا۔ میں نے قفل سے الجھنے کی بجائے دیوار پہ چڑھنا زیادہ آسان جانا اور تھوڑی دیر بعد اس میں کامیاب ہو گیا۔

میں اُس کھنڈر میں اترا اور میں نے جانا کہ میرا شک درست تھا۔

عیاش بن ربیعہؓ اور ہشام بن العاصؓ وہیں قید تھے میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور انہیں بتایا کہ میں اُن کو رہا کرانے مدینہ سے آیا ہوں اور نبی اکرم ﷺ نے اُن کی رہائی کے لیے دُعا فرمائی ہے۔ میں نے دیکھا کہ میرے قیدیوں کا چہرہ میری باتیں سن کے چمکنے لگا تھا۔

اور وہ مضبوط زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔

میں نے ایک پتھر لیا اور زنجیر کو پتھر پہ رکھ کے اپنی تلوار سے اُس پہ وار کیے اللہ نے جلد ہی مجھے کامیابی عطا فرمائی۔ میں جلدی میں تھا اور نہیں چاہتا تھا کہ اہل قریش کا کوئی آدمی اس طرف نکل آئے اور میرا مشن ناکام ہو جائے۔ چنانچہ جب میں نے اپنے قیدیوں کو رہا کرا لیا تو انہیں اپنے اونٹ پہ سوار کرایا خود اونٹ کی مہار پکڑ لی اور جلدی سے مکہ سے دور ہونے لگا۔

میرے خون میں تیزی تھی اور میں اپنی کامیابی پہ بہت خوش تھا۔

دراصل تو مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ میری اس کامیابی سے آنحضرت محمد ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔

اور اس لیے بھی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا حکم پورا کیا تھا۔

میرے ساتھی اونٹ پہ تھے اور میں پیدل تھا تبھی کسی پتھر سے میرا پاؤں ٹکرایا اور میری انگلی ٹوٹ گئی اُس سے خون بہنے لگا۔

مگر میری خوشی اس تکلیف پہ حاوی تھی۔

میں نے جھک کے اپنے پاؤں سے ابلتے خون کو دیکھا اور کہا:

کیا ہوا ایک انگلی ہی تو ہے جو اللہ کی راہ میں ٹوٹی ہے۔

اور میں پھر سے اپنی منزل کی طرف چل دیا۔

میرے ساتھی بھی خوش تھے اور مجھ سے نبی اکرم ﷺ اور اسلام کے بارے میں سوالات کر رہے تھے۔

باتوں باتوں میں سفر تیزی سے کٹ گیا اور آخر ہم مدینے جا پہنچے۔ میں نے عیاش بن ربیعہؓ اور ہشام بن العاصؓ کو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

نبی اکرم ﷺ بہت خوش ہوئے اور میرے لیے دُعا کی۔

☯☯☯☯☯☯☯

مواہب الدنیہ کی شرح تحریر کرتے ہوئے امام زرقانیؒ نے لکھا ہے کہ![25*]

زید بن خطابؓ جو حضرت عمر بن خطابؓ کے بھائی تھے انہوں نے حضرت عمرؓ سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ انہوں نے بھی حضرت عمرؓ کے ساتھ ہی ہجرت کی تھی تاہم اس بات کو روایت کرنے میں وہ منفرد ہیں۔ دیگر مورخین نے حضرت عمرؓ کی ہجرت کے سلسلے میں اُن کا ذکر نہیں کیا۔ شاید وہ اُن لوگوں کے ساتھ مدینے پہنچے ہوں جن کا ذکر ابن ہشام نے کیا ہے۔

ابن ہشام نے سیرت ابن ہشام میں لکھا ہے کہ جب حضرت عمرؓ قبا میں پہنچے تو اُن کے بعد اُن کے خاندان کے دیگر افراد بھی ہجرت کر کے اُن کے پیچھے مدینہ پہنچے۔ اُن میں زید بن خطابؓ، عمرو بن

عبداللہ، سراقہ بن معمر، حضرت عمر کے داماد ختیس بن حذافہ سہمی، آپ کے بہنوئی سعید بن زید، واقد بن عبداللہ تیمی، خولی ابن خولی، مالک بن ابن خولہ رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ حضرت عمرؓ اپنے بھائی زید ؓ سے بہت محبت کرتے تھے وہ اُن کے بارے میں کہا کرتے۔

زید مجھ سے سبقت لے گیا۔

اُس نے پہلے مجھ سے اسلام قبول کیا اور مجھ سے پہلے اللہ کی راہ میں شہید ہوا۔

13 نبوی، 0 قبل ہجرت ، 622ء

صہیب رومی کی ہجرت

صہیبؓ کا شمار اُن لوگوں میں ہوتا تھا جن کو اہل مکہ نے زبردستی ہجرت سے روک رکھا تھا۔ چونکہ صہیب کا اصلی وطن مکہ نہ تھا بلکہ وہ ایران سے گرفتار ہوئے روم میں فروخت ہوئے اور مکہ میں دور غلامی بتایا اور اسلام قبول کیا۔ اس لیے اُن کی پشت پہ کوئی عرب قبیلہ یا خاندان نہ تھا جو اِن کی مدافعت کو آگے بڑھتا اسی لیے اہل مکہ نے اُن کو ہجرت سے روک رکھا تھا۔ مگر نبی اکرم ﷺ کے ہجرت کر جانے کے بعد حضرت صہیبؓ رومی اُس مچھلی کی طرح تڑپتے تھے جس کو پانی سے نکال لیا گیا ہو۔ برہان الدین حلبیؒ نے حضرت صہیبؓ کے بارے میں جو لکھا ہے وہ نہ صرف حیرت انگیز ہے بلکہ اُس سے حضرت صہیبؓ کے مرتبے اور رفعت کا احساس بھی ہوتا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ جب آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ غار ثور میں جانے کا ارادہ کیا تو انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا :

جاؤ اور صہیبؓ کو اپنے ہمراہ لے آؤ وہ ہمارے ساتھ جائیں گے۔

حضرت ابوبکرؓ گئے مگر حضرت صہیبؓ نماز میں تھے۔

وہ انتظار کرتے رہے مگر حضرت صہیبؓ نے ایک لمبی سورۃ شروع کر رکھی تھی۔حضرت ابوبکر صدیقؓ کہتے ہیں کہ مجھے کفار قریش سے آنحضرت محمدﷺ کے بارے میں خدشہ تھا اس لیے میں انہیں نماز میں ہی چھوڑ کر آنحضرت محمدﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپﷺ نے مجھ سے کہا: تم انتظار کر لیتے تو بہتر ہوتا۔

اور میں انہیں قدموں پہ واپس لوٹ گیا۔

مگر حضرت صہیبؓ ابھی نماز میں ہی تھے میں نے بہت انتظار کیا مگر اس بات کو پسند نہ کیا کہ اُن کی نماز میں خلل ڈالوں اور قریش کی طرف سے مجھے آنحضرت محمدﷺ کے متعلق خدشہ تھا اس لیے میں پھر واپس آنحضرت محمدﷺ کے پاس لوٹ آیا۔

تب ہم غار ثور کی طرف روانہ ہوئے۔

حضرت صہیبؓ اپنی ہجرت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جب مجھے نبی اکرمﷺ کی ہجرت کے بارے علم ہوا تو میں مدینہ جانے کے لیے بے چین ہو گیا۔

چنانچہ میں نے اپنی تلوار لی اور کمان کو کندھے پہ رکھا اور ترکش کو ہاتھ میں پکڑ کر مکہ سے نکل آیا میں یہ سمجھتا تھا کہ قریش مجھ سے غافل ہیں مگر یہ میری غلط فہمی تھی وادیٔ سے نکلتے ہی قریش کے نوجوانوں نے مجھے گھیر لیا۔

صہیبؓ سواری سے اتر آئے اور انہوں نے اِن لوگوں سے کہا:

اے گروہ قریش!

تم لوگ جانتے ہو کہ جب تک میرے پاس ایک بھی تیر ہے میں تم کو اپنے قریب نہ آنے دوں گا اور جب تک میری تلوار تمہارے خون میں ڈوب نہ جائے تب تک تم اپنے مقصد کو حاصل نہیں کر سکتے ۔اور عرب جانتے تھے کہ صہیبؓ درست کہتے ہیں اس لیے کہ وہ عمدہ نشانہ باز اور ماہر شمشیر زن تھے۔

پھر حضرت صہیبؓ نے اُن سے کہا:

کیا میں تمہیں اس سے بہتر بات کی طرف نہ بلاؤں۔

وہ کیا ہے، قریشی نوجوانوں نے اُن سے پوچھا؟

اگرتم مجھے مدینہ جانے دوتو میں تمہیں ایک ایسے مکان کا پتہ بتاؤں گا جہاں میں نے بہت سا سونا دفن کیا ہوا ہے۔کفار قریش کا لالچ ابھر کے آیا اور انہوں نے مکان کا پوچھ کر حضرت صہیبؓ کو مدینہ جانے کی اجازت دے دی۔

تب ابھی حضرت صہیبؓ مدینہ پہنچے بھی نہ تھے کہ اُن کے بارے قرآن کی یہ آیات اتریں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ O

(القران الحکیم سورۃ بقرہ 2)

ترجمہ:

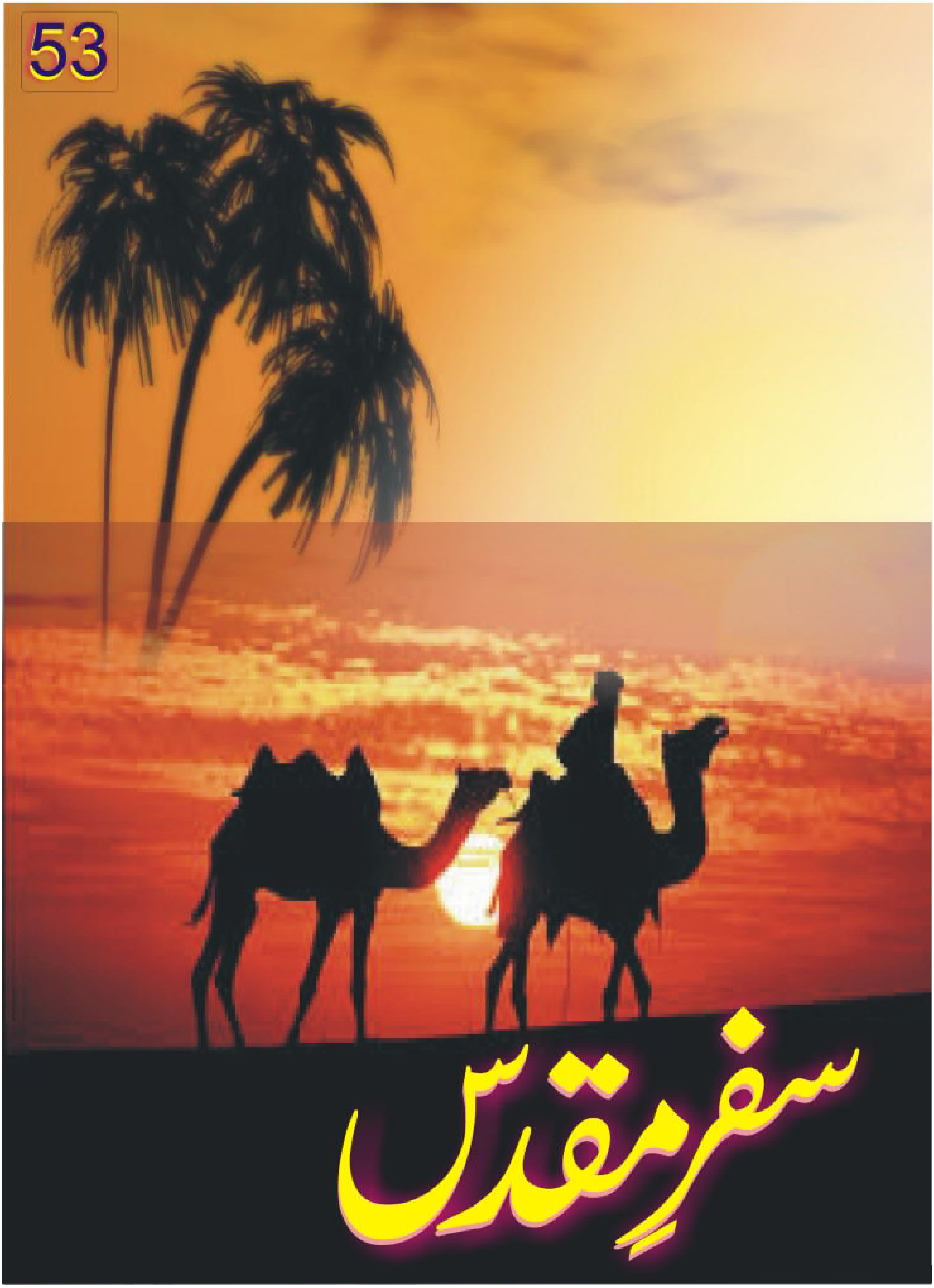
”اور لوگوں میں بعض ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے اپنی جان تک صرف کر دیتے ہیں اور اللہ ایسے ہی نیک بندوں کے حال پہ مہربان ہوتا ہے“۔

حضرت صہیبؓ کہتے ہیں جب آنحضرت محمد ﷺ کو پتہ چلا کہ میں نے تمام مال کے بدلے میں ہجرت کی ہے تو انہوں نے فرمایا:

صہیبؓ نے بہت نفع کا سودا کیا ہے۔

اور حضرت صہیبؓ کہتے ہیں جب میں قبا میں پہنچا تو سب سے پہلے میں نے ابوبکرؓ کو بیٹھے ہوا دیکھا ۔مگر جب میں نے انہیں دیکھا تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔پھر دوسرے لوگ مجھ سے ملے اور انہوں نے مجھے ہجرت پہ مبارک باد دی اور نبی اکرم ﷺ نے خود مجھ سے فرمایا کہ صہیبؓ تم نے بہت نفع کا سودا کیا ہے“۔

اور میں بہت خوش تھا جیسے میں نے زندگی سے سب کچھ پا لیا ہو۔[25*]


53
سفرِ مقدس

1 ہجری - 623ء، 622ء

فلسفہ ہجرت

بعض مغربی اہل دانش نے اس امر کا اظہار کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اہل مکہ کے خوف سے یا اپنی جان کے خوف سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ دراصل اس نقطہ نظر میں مستشرقین کے خبث باطن کا عکس جھانکتا ہے جو چودہ سو سال سے اُن کا وطیرہ رہا ہے۔ حالانکہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی تیرہ سالہ مکی زندگی کا ہر پل اُن کی شجاعت پہ دلیل ہے۔ اُن کے صبر و ثبات کا مظہر ہے، قریش نے جس بہمیت کا مظاہرہ مسلمانوں سے روا رکھا اور جس اخلاقی پستی کا ثبوت انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی دعوت کے مقابل فراہم کیا اُس کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہنا کہ نبی اکرم ﷺ نے کسی خوف کے تحت مکہ سے ہجرت کی ایک لغو بات ہے ۔دراصل تو نبی اکرم ﷺ نے اہل مکہ کے شدت انکار کے سامنے اُس شجاعت اور استقامت کا مظاہرہ کیا ہے جس کی مثال عام انسانوں سے تو کیا انبیاء و رسل کی تاریخ سے بھی پیش نہیں کی جا سکتی۔ نبی اکرم ﷺ کی دعوت کے مکی دور پہ گہری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دین اسلام کی راہ روکنے کے لیے اہل قریش نے اپنے تمام ممکنہ وسائل استعمال کر لیے تھے مگر جس طرح طوفانوں کی راہ روکنا انسان کے بس

سے باہر ہوتا ہے اسی طرح انقلابوں کی راہ روکنا بھی انسانی بساط سے باہر ہے۔ پھر حق اور سچ کا راستہ روکنا تو اس لیے بھی محال ہے کہ وہ اپنی فطرت میں غلبے کا داعیہ رکھتا ہے۔ چنانچہ حقیقت یہی ہے کہ اہل کفار نے جس قدر قوت اسلام کی راہ روکنے میں صرف کی اسلام اسی قدر پھیلتا چلا گیا اس لیے کہ اسلام کی بنیادوں میں انسانی دلوں کو تسخیر کر لینے کا داعیہ اور قرآن کے اسلوبِ بیان میں لوگوں کو مسحور کر دینے کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود تھی۔ بایں ہمہ اسلام کی تعلیمات میں انسان کو منزل کے گمشدہ خدوخال اپنی پوری وضاحت کے ساتھ نظر آنے لگتے ہیں اس لیے کوئی بھی قلب صمیم زیادہ دیر تک اسلام کی حقانیت سے خود کو دور نہیں رکھ سکتا۔

اگرچہ شروع شروع میں اہل مکہ کا خیال یہی تھا کہ اسلام کچھ غلاموں کا ذہنی خلل ہے جو وقت گذرنے کے ساتھ دور ہوتا چلا جائے گا مگر پھر اُن کو خود ہی اپنی حماقت کا ادراک حاصل ہو گیا اور وہ جان گئے کہ اسلام تو دراصل اُن کی صدیوں سے بنائی ہوئی سیادت اور قیادت کو مٹانے کی کوشش کر رہا ہے اس لیے پھر جلد ہی اہل مکہ کو اسلام کی بڑھتی ہوئی قوت کے بارے میں سوچنا پڑا اور جب انہوں نے سوچا تو اُن کے صاحب دانش لوگ جلد ہی جان گئے کہ اسلام کا راستہ روکنا اُن کی بساط سے باہر ہے اسی لیے تو ولید بن مغیرہ نے اپنی قوم سے کہا تھا بخدا میں نے جو کلام محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان سے سنا ہے تم اس کا مقابلہ کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے اور خدا کی قسم بہت جلد اس کلام کا بہت بڑا نتیجہ نکلنے والا ہے اس لیے اگر تم محمد ﷺ کی مخالفت سے باز آ جاؤ تو بہت ممکن ہے تمام عربوں پہ حکمرانی کا تمہارا خواب محمد ﷺ کے ہاتھوں پورا ہو جائے کہ اُن کی عزت تمہاری عزت ہو گی اور اُن کی حکومت تمہاری حکومت ہو گی۔ اسلام نے جب غلام اور آقا کو ایک صف میں لا کے کھڑا کیا تو اہل عرب کے لیے یہ ایک اجنبی منظر تھا جس کو قبول کرنے کے لیے وہ تیار نہ تھے۔ اس لیے وہ چاہتے تھے نبی اکرم ﷺ صہیب رومیؓ، بلال حبشیؓ، عمیر بن یاسرؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ سے ہٹ کر اُن سے بات کریں مگر یہ بات نبی اکرم ﷺ کو اور اُن کے اللہ کو منظور نہ تھی اس لیے اہل قریش اور نبی اکرم ﷺ کے مابین فاصلے بڑھتے ہی رہے۔ جب نبی اکرم ﷺ نے اس بات کو محسوس کر لیا کہ اہل مکہ کے وہ دل جن کو فتح کیا جا سکتا تھا اُن کی تعداد اب قلیل رہ گئی ہے تو انہوں نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ اللہ کی زمین میں پھیل جاؤ تا کہ لوگ دین اسلام سے آگاہ ہو سکیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ شاہ حبشہ کے دربار میں تلاوت کی گئیں قرآن حکیم کی چند آیات نے ہی اہل حبشہ کے دلوں کی دنیا بدل

کے رکھ دی تھی اور شاہ حبشہ سمیت اہل نصاریٰ کے بہت سے عالم جن کے دل ہدایت کے لیے آمادہ تھے رسول اللہﷺ پہ ایمان لے آئے تھے پھر یہ حقیقت بھی ذہن میں رکھنے کے قابل ہے کہ اسلام صرف اہل مکہ یا قریش کی تقدیروں کو بدلنے کے لیے تو نہ آیا تھا اور نہ ہی نبی اکرمﷺ کو خاص قریش کی ہدایت کے لیے معبوث کیا گیا تھا بلکہ نبی اکرمﷺ کو تو تمام دنیا کے لوگوں کے لیے رحمت بنا کے بھیجا گیا تھا اور اسلام نے تو تمام دنیا کے لوگوں تک حق بات پہنچا کر اُن کو شاہراہ ہدایت پہ گامزن کرنا تھا اس لیے یہ ممکن ہی نہ تھا اسلام مکہ میں مقید ہو کے رہ جاتا۔

اہل اسلام کو پیغام ہدایت کی ترسیل کے لیے اپنی آواز کو بلند سے بلند تر کرنا تھا اور اسلام کی فطرت اپنے ظہور کے لیے وسیع آفاق کی متلاشی تھی اس لیے جب مکہ کے کوتاہ نگاہ سرداروں نے اُس عزت و تکریم کو نظر انداز کیا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن پہ اتاری گئی تھی تو اسلام کو اپنی گوناں گوں برکات کے ظہور کے لیے نئے میدانوں کی تلاش ہوئی اور اہل مدینہ کے محبت بھرے جذبات اس بات کی دلیل تھے کہ وہ اس سعادت کو حاصل کر لینے کے لیے بے چین ہیں۔ چنانچہ نبی اکرمﷺ نے اپنے اصحاب کے ہمراہ مدینہ کی طرف ہجرت کی اور لوگوں نے دیکھا کہ چند ہی سالوں میں اسلام اس قدر مستحکم ہوا کہ اُس کے پیرو کاروں نے قیصر و کسریٰ کے دروازوں پہ دستک دینی شروع کر دی۔ اس سے ثابت ہوا کہ نبی اکرمﷺ کی ہجرت کسی خوف کی بنا پہ نہ تھی بلکہ جب اہل قریش کے دل اللہ کی طرف تنگ کر دیئے گئے اور اُن کے دلوں میں نبی اکرمﷺ کے خلاف جو بغض بھرا ہوتا تھا اس کی وجہ سے ہدایت کو اُن سے روک لیا گیا تو لا محالہ نبی اکرمﷺ اُن لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے جو اُن کی خاطر تمام عرب سے لڑ جانے پہ تیار تھے اور اُن کی محبت اس بات کا مظہر تھی کہ وہ نبی اکرمﷺ کے ساتھ مخلص ہیں اور بعد میں اُن کے عمل نے اس بات کو ثابت بھی کیا کہ جہاں نبی اکرمﷺ کا پسینہ گرا وہاں اہل انصار نے اپنا خون بہایا۔ جہاں نبی اکرمﷺ نے اُن کو حکم دیا ٹھہر جاؤ وہ وہیں ٹھہر گئے اور جہاں نبی اکرمﷺ نے اُن کو چلنے کا حکم دیا تو وہ چل دیئے۔ چنانچہ روز بدر حضرت سعد بن معاذؓ نے نبی اکرمﷺ سے کہا کہ یا رسول اللہﷺ ہم نصاریٰ کی طرح نہیں ہیں جنہوں نے اپنے نبی سے کہا تھا تم جاؤ اور تمہارا خدا جائے اور دشمن سے لڑے۔ خدا کی قسم اگر آپ ہم کو سمندر کے کنارے لے جائیں اور اس میں کود جانے کا حکم دیں تو ہم ایک لمحہ بھی سوچنے میں ضائع نہیں کریں گے چنانچہ نبی اکرمﷺ نے جو دس سال مدینہ میں گذارے اُن دس سالوں کا ایک

ایک لمحہ مدینہ کے انصار کی وفا پہ دلیل ہے۔

انہوں نے اپنے مال سے اپنی جان سے غرض ہر طرح سے اللہ رسول ﷺ کی اطاعت کی جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں انصار (مددگار) کا خطاب عطا کیا جس سے اہل مدینہ بہت خوش تھے ۔چنانچہ وقت نے ثابت کر دیا کہ نبی اکرم ﷺ کی مدینہ ہجرت اسلام کی ترویج واشاعت کے لیے تھی اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس میں کامیابی عطا فرمائی۔حکیم الامت حضرت علامہ اقبالؒ نے مستشرقین کے اس استدلال کو سختی سے رد کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اہل مکہ کے خوف سے ہجرت کی تھی بلکہ ہجرت کا فلسفہ اپنی فطرت میں غلبہ اسلام کو پوشیدہ رکھتا ہے اور وقت نے اس امر پہ مہر تصدیق ثبت کی۔

رموز بے خودی سے حکیم الامت حضرت علامہ اقبالؒ کے کچھ اشعار یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

عقدہ قومیت مسلم کشود
از وطن اقائے ما هجوت نمود

نبی اکرم ﷺ نے اپنے وطن مکہ سے مدینہ کو ہجرت فرما کر مسلمان قومیت کی گرہ کھول دی۔

حکمتش یك ملت گیتی نورد
بر احساس کلمه تعمیر کرد

نبی اکرم نے توحید کی بنا پہ ایک ایسی ملت کی تعمیر فرمائی جو جغرافیائی حدوں سے ماوراء ہے۔

تاز بخشش هائے آن سلطان دیں
مسجد ما شد همه روئے زمین
یہاں تک نبی اکرم ﷺ کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ساری زمین کو مسلمانوں کے لیے مسجد قرار دے دیا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

آنکه در قرآن خدا او را ستود
آنکه حفظ جان اد موعود بود
اور نبی اکرم ﷺ کی مدح سے تو پورا قرآن بھرا ہوا ہے اور اُن کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے خود پہ لیا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

دشمناں بے دست و پا از هیبتش
لرزه برت از شکوه فطرتش
اور اُن کی ہیبت سے تو دشمن ہر دم سہمے رہتے ہیں اور نبوت کی فطرت کا دبدبہ انہیں لرزہ براندام رکھتا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

پس چرا از مسکن آبا گریخت
تو گماں داری که از اعداء گریخت
کیا تو یہ خیال کرتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مکہ سے رخت سفر کسی خوف کی بنا پہ باندھا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

قصہ گویاں حق زما پوشیدہ اند

معنی ھجرت غلط فہمیدہ اند

کہ ہجرت کا واقعہ بیان کرنے والوں نے حق کو ہم سے چھپا لیا ہے اور ہجرت کے غلط معنی بتائے ہیں۔[*26]

1 ہجری ۔ 623ء ، 622ء

قریش کی سازش

تب شہر مکہ اپنے اشراف سے خالی ہو رہا تھا اور لوگ جوق در جوق مدینہ کا رخ کر رہے تھے۔شہر مکہ میں اب یا تو وہ مسلمان تھے جو ہجرت سے معذور تھے یا حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ تھے جن کو نبی اکرم ﷺ نے ہجرت کی اجازت ہی عطا نہ فرمائی تھی۔اللہ تعالیٰ کے بہت سے مخلص بندے اپنی حویلیاں اپنے کاروبار اپنے قرباء اور اپنی عمر بھر کی کمائی کو چھوڑ کر شہر مدینہ پہنچ چکے تھے۔جہاں اُن کو ایک اطمینان بہر حال حاصل تھا کہ اُن کا دین محفوظ ہے اور اپنے دین پہ وہ کسی چیز کو فوقیت دینے کے لیے ہرگز تیار نہ تھے ۔حضرت ابو بکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کئی بار نبی اکرم ﷺ سے ہجرت کی اجازت طلب فرمائی مگر ہر بار نبی اکرم ﷺ نے یہی فرمایا:

ابو بکر جلدی نہ کر شاید اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کوئی رفیق سفر بنا دے۔

حضرت ابو بکر کہتے ہیں کہ تب میں ہمیشہ یہی سوچتا اور میرے اندر یہی خواہش ابھرتی کہ کاش وہ رفیق سفر خود نبی اکرم ﷺ ہوں۔مسلمانوں کی اجتماعی ہجرت سے اہل قریش کے ذہنوں میں کئی

طرح کے خطرات جنم لے رہے تھے تاہم وہ قدرے مطمئن تھے کہ ابھی آنحضرت محمد ﷺ خود اُن کے درمیان موجود ہیں۔ چنانچہ اُن کے کچھ صاحب دانش لوگوں نے خود سے یہ سوال کیا کہ کل کو اگر نبی اکرم ﷺ خود بھی ہجرت کر جاتے ہیں اور مدینہ جا کے طاقت حاصل کر لیتے ہیں تب وہ یقیناً مکہ پہ حملہ آور ہوں گے اور اُن کی صدیوں سے بچھی بساط کو لپیٹ دیں گے۔

اُن کا سیاسی سماجی اور مذہبی اقتدار داؤ پہ لگ چکا تھا۔

چنانچہ اہل قریش نے باہمی مشاورت کے لیے دارالندوہ میں قریش کے سرداروں کی ایک بڑی نشست کا اہتمام کیا جس میں چالیس سال سے کم عمر افراد کا داخلہ ممنوع قرار دیا گیا۔ تاہم ابو جہل کو اس شرط سے مستثنیٰ قرار دیا گیا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کا سب سے بڑا دشمن تھا اور نبی اکرم ﷺ نے اسے اپنی امت کا فرعون قرار دیا تھا۔ دارالندوہ قصی بن کلاب کی حویلی تھی جس کا ایک دروازہ حرم پاک میں کھلتا تھا۔ قصی کے وقت سے اہل عرب اپنے قومی معاملات کو طے کرنے کے لیے اسی حویلی میں جمع ہوا کرتا تھے۔ مورخین نے اس مجلس میں شامل چیدہ چیدہ افراد کے نام لکھے ہیں جنہیں ہم الروض الانف سے درج کر رہے ہیں۔

اس مجلس میں بنو عبد شمس کی طرف سے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ابوسفیان بن حرب شامل ہوئے۔ طعیمہ بن ربیعہ، جبیر بن معطم، حرث بن عامر کا تعلق بنو نوفل بن عبد مناف سے بتایا گیا ہے۔ بنی اسد بن عبدالعزیٰ کے خاندان سے ابوالبختری بن ہشام، زمعہ بن اسود حکیم بن حزام شامل ہوئے۔ بنو مخزوم کی طرف سے ابو جہل اس مجلس میں شریک ہوا اور وہ ان سب افراد سے کم عمر تھا جو اس مجلس میں شریک تھے۔ مگر چونکہ وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ عداوت میں نہایت پختہ اور بغض میں بہت بڑھا ہوا تھا اس لیے اُسے اس مجلس میں شامل ہونے کی خصوصی اجازت دی گئی اس کی کنیت ابو الحکم تھی اور اس کا نام عمرو بن ہشام تھا۔ نضر بن حارث بن کلدہ بھی اس مجلس میں شریک تھا جس کا تعلق بنی عبدالدار بن قصیٰ سے تھا۔ بنو سہم سے نبیہ بن حجاج اور منبہ بن حجاج شامل ہوئے۔

بنو جمع سے امیہ بن ابی خلف اس مجلس میں شریک تھا۔

مورخین نے لکھا ہے کہ صرف یہی افراد اس مجلس میں شریک نہ تھے جن کے نام یہاں گنوائے گئے ہیں بلکہ یہ نام اس لیے لکھے ہیں کہ یہ اپنی اپنی قوم کے سردار تھے۔ چنانچہ کہا گیا کہ کئی دوسرے لوگ

بھی وہاں موجود تھے جو تاریخ انسانی کے اس بدترین فیصلے میں شامل ہوئے جو آج تک انسانوں نے کیا تھا۔امام حلبی نے بیان کیا ہے کہ جب وہ لوگ دارالندوہ میں بیٹھ گئے اور اپنے مقصد کو پانے کے لیے گفتگو کا آغاز کرنے لگے تو انہوں نے دروازے پہ ایک اجنبی کو دیکھا جس کا لباس عمدہ اور شخصیت متاثر کن تھی۔تاہم قریش اس بات سے بھی آگاہ تھے کہ انہوں نے اس مجلس کی کاروائی کو ہر حالت میں بنو ہاشم اور بنو مطلب سے خفیہ رکھنا ہے اس لیے انہوں نے نوارد کو ٹوک دیا اور دروازے پہ روک دیا۔

مگر اُس شخص نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا:

میں نجد کے ایک علاقے کا سردار ہوں اور اپنی قوم میں صاحب رائے گنا جاتا ہوں اس لیے میری خواہش ہے کہ میں اس گفتگو میں شامل رہوں کہ شاید میں آپ لوگوں کو کوئی بہتر مشورہ دے سکوں، اہل قریش اُس کی باتوں سے متاثر ہوئے اور اسے اندر آنے اجازت دے دی گئی۔

مورخین نے لکھا ہے کہ وہ ابلیس لعین تھا۔

چنانچہ کفار قریش اپنے موضوع کی طرف پلٹے اور اُن میں سے کسی نے کہا:

ہم جانتے ہیں مسلمان ہم سے الگ ہو چکے ہیں اُن میں بیشتر مدینہ پہنچ چکے ہیں چنانچہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر کل کو نبی اکرم ﷺ بھی مدینہ تشریف لے جاتے ہیں تب جونہی اُن لوگوں کو کچھ قوت حاصل ہوئی وہ یقیناً مکہ پہ حملہ آور ہوں گے اس لیے اگر ہم نے جلد ہی کوئی سد باب نہ کیا تو برے دن یقیناً ہمارا مقدر بن کے رہ جائیں ہمیں کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہیے جس کی بنا پہ ہم کل آنے والے اس خطرے کو آج ہی روک سکیں۔

اور عرب سر جوڑ کے بیٹھ گئے۔

ابوالبختری نے کہا:

میری رائے تو یہ ہے کہ محمد (ﷺ) کو کسی مکان میں محبوس کر دیا جائے اور اُن پہ سخت پہرہ لگا دیا جائے اُن کو نہ کچھ کھانے کے لیے دیا جائے اور نہ پینے کے لیے کچھ دیا جائے اس طرح وہ اپنے ساتھیوں کے پیچھے نہ جاسکیں گے اور شاید جلد ہی ہم اُن سے نجات بھی حاصل کر لیں۔

نہایت لغو تجویز ہے۔

اُس نجدی سردار نے زور سے کہا:

اس لیے کہ اگر تم انہیں کہیں قید کر دو گے تو اُن کے پیرو جان کی بازی لگا کے بھی انہیں چھڑا لے جائیں گے اور وہ کسی قیمت پہ محمد (ﷺ) کو زیادہ دن تک تمہاری قید میں نہ رہنے دیں گے اس لیے میرا مشورہ یہ ہے کہ کوئی اور ترکیب اختیار کرو۔

چنانچہ اس کے بعد ایک اور قریشی سردار ابوالاسود ربیعہ بن عامری اٹھا اور اُس نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ انہیں ملک بدر کر دیا جائے تا کہ نہ وہ ہم میں رہیں اور نہ ہم اُن سے ربط رکھیں اس طرح ہماری جان اُن سے جھوٹ جائے گی اور ہماری قوم جس مصیبت کا شکار ہے اس سے ہمیں نجات مل جائے گی ہمیں اس سے کوئی غرض نہ ہو گی کہ وہ کہاں ڈیرے ڈالتے ہیں اور کن لوگوں کو مخاطب کرتے ہیں وہ ہم سے دور چلیں جائیں گے اس کے بعد ہم اپنے معاملے کی اصلاح کر لیں گے۔

پھر اس سے پیشتر کہ کوئی عرب سردار اس معاملے میں اپنی رائے کا اظہار کرتا وہی نجدی سردار دوبارہ بول اٹھا:

بخدا! یہ تجویز تو پہلی تجویز سے بھی زیادہ لغو ہے اس لیے کہ تم جانتے ہو اُن کی باتوں میں جادو ہے وہ پل بھر میں لوگوں کا دل موہ لیتے ہیں اس لیے جب وہ کسی اور قبیلے میں اپنی باتوں اور اپنے کلام کا جادو جگائیں گے تو بہت سے لوگ اُن کے شیدائی ہو جائیں گے اور جلد ہی وہ ایک لشکر جرار لے کر تم پہ لوٹ آئیں گے تب تمہارے لیے اُن کا راستہ روکنا آسان نہیں ہو گا اس لیے میری رائے یہ ہے کہ تم اُن کے بارے میں مزید غور و فکر کرو۔

لوگوں نے اس نجدی سردار کا ساتھ دیا اور ربیعہ بن عامری کی تجویز کو رد کر دیا گیا۔

اس کے بعد ابوجہل اٹھا اور اُس نے کہا:

میرے پاس ایک تجویز ہے جس کے بعد تمہارے شہر کا تقدس اور تمہارے علاقے کا امن ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائے گا اور تم لوگ اپنے آباء کے دین کو بھی قائم رکھ سکو گے۔ میرا خیال یہ ہے کہ ہم ہر عرب قبیلے سے ایک ایک مضبوط اور شمشیر زنی میں ماہر نوجوان چنیں اور وہ آج رات ہی محمد (ﷺ) کا محاصرہ کر لیں جب وہ گھر سے نکلیں تو سارے نوجوان یک بارگی اُن پہ ٹوٹ پڑیں اور اُن کو قتل کر دیں۔ اس طرح محمد (ﷺ) کا قتل سارے عربوں پہ تقسیم ہو جائے گا اور ہم جانتے ہیں کہ بنو

عبد مناف میں سارے عربوں سے لڑنے کی سکت نہیں ہے۔اس لیے لامحالہ وہ دیت پہ راضی ہو جائیں گے اور تمام قبائل مل کے آسانی کے ساتھ اُن کی دیت ادا کر دیں گے اس طرح ہمیں اُس مصیبت سے نجات مل جائے گی جس کا ہم برسوں سے شکار ہیں۔

عرب سوچ میں پڑ گئے، دراصل ابوجہل کی سوچ انتہا پسندی پہ مبنی تھی اور عرب نبی اکرم ﷺ کے قتل پہ آمادہ نہ تھے اور اس بات سے خوف زدہ بھی تھے کہ مبادہ اُن کی قوم میں خانہ جنگی نہ پھوٹ پڑے ۔چنانچہ سب لوگ اپنی اپنی بات کر رہے تھے اور کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔

پھر وہی اجنبی نجدی سردار اٹھا جس کو اہل قریش میں سے کوئی نہ جانتا تھا اور اُس نے لوگوں کو خاموش کرایا اور اُن سے کہا:

بخدا! اس نوجوان نے جو تجویز پیش کی ہے وہ نہایت عمدہ ہے اور اس سے بہتر تجویز کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ابوجہل نے اس تجویز کی مخالفت کرنے والوں کو دبا لیا اور جلد ہی لوگ اُن نوجوانوں کا انتخاب کرنے لگے جنہوں نے اس بدترین ذمہ داری کو نبھانا تھا۔ابوجہل نے لوگوں کو لات وعزیٰ کی حرمت کا واسطہ دیا اور بادل نخواستہ لوگوں نے ابوجہل کی تجویز پہ ہتھیار ڈال دیئے۔عرب کے اُن نوجوانوں کا انتخاب کر لیا گیا جنہوں نے آج رات آنحضرت محمد ﷺ کا محاصرہ کرنا تھا ادھر حضرت جبرائیل امین آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے اور وہ دارالندوہ میں ہونے والی کاروائی کے پل پل سے آپ ﷺ کو آگاہ رکھے ہوئے تھے۔حضرت جبرائیل نے آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کی اجازت عطا فرمائی اور ساتھ ہی اس بات کی تاکید بھی کی کہ آپ ﷺ آج رات اپنے بستر پہ نہ سوئیں۔

اور یہ اہل مکہ کے خبث باطن کی انتہا تھی کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو قتل کرنے کا متفقہ فیصلہ کر لیا تھا ۔یہ اُن کے مقدر پہ چھائے اندھیرے کی دلیل تھی کہ انہوں نے کائنات کی سب سے بڑی نعمت کا انکار کر دیا تھا۔انہوں نے اپنے درمیان اُس روح امین کے خلاف انتہائی بدترین فیصلہ کیا تھا جو رات کی تاریکیوں میں اِن کی ہدایت کے لیے بارگاہ اقدس میں رو رو کر اپنے اشکوں کا نذرانہ پیش کرتا تھا، وقت نے بتایا کہ انہوں نے انتہائے بغض میں جو بدترین فیصلہ کیا تھا اُس کے نتیجے میں وہ اس دنیا میں بھی بری طرح رسوا ہو کے رہ گئے اور آخرت کا بدترین عذاب بھی اُن کا مقدر بن

گیا۔انہوں نے حق کی شمع بجھا کے تیرگی کی جس راہ کو چنا تھا اُس کے دوسرے سرے پہ فلاح کی کوئی منزل نہ تھی اس لیے کہ اندھیرے راستے کبھی منزل کی طرف نہیں لے جاتے۔چنانچہ اُن کی بجائے اہل مدینہ کا مقدر سنورنا تھا اور اس امر کا فیصلہ آسمانوں پہ ہو چکا تھا اس لیے نبی اکرم ﷺ مدینہ جانے کے لیے حضرت ابوبکر صدیق سے مشاورت کے لیے روانہ ہوئے۔

ابن اسحٰق نے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی ہے کہ:

اُن دنوں جب بہت سے مسلمان مدینہ کی طرف ہجرت کر کے جا چکے تھے اور اہل قریش پراسرار خاموشی اختیار کئے ہوئے تھے۔تب آنحضرت محمد ﷺ دن میں ایک بار ضرور ہمارے ہاں تشریف لاتے تھے مگر عام طور پہ آپ ﷺ صبح کے وقت یا شام کے وقت تشریف لاتے تھے۔مگر جس رات آنحضرت محمد ﷺ ہم سے رخصت ہوئے اُس دن خلاف معمول آپ ﷺ دوپہر کے وقت ہمارے ہاں تشریف لائے۔

اور آپ ﷺ کے انداز سے عجلت جھانکتی تھی۔

حضرت ابوبکر فوراً ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور آنحضرت اُس بستر پہ آرام فرمانے لگے جس پہ ابوبکر لیٹے ہوئے تھے۔

آپ ﷺ نے میرے باپ سے کہا:

لوگوں کو یہاں سے ہٹا دو۔

تو حضرت ابوبکر ﷺ نے حیرت سے کہا: یارسول اللہ ﷺ یہاں تو کوئی بھی نہیں میں ہوں یا آپ ﷺ کی بیوی عائشہؓ ہے۔

تب اللہ کے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا:

ابوبکر مجھے ہجرت کی اجازت عطا کر دی گئی ہے آج رات ہی ہمیں روانہ ہونا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بے تابی دریافت سے کیا؟

یارسول اللہ ﷺ !اس خادم کو بھی رفاقت کی سعادت نصیب ہو گی

یقیناً! آنحضرت محمد ﷺ نے فرمایا اور میرا باپ پھوٹ پھوٹ کے رونے لگا۔

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ بخدا اس سے قبل میں نہ جانتی تھی کہ لوگ خوشی کے موقع پہ بھی روتے ہیں

اور حضرت ابوبکر صدیق کے گمان میں کہیں یہ بات موجود تھی کہ شاید یہ سعادت اللہ تعالیٰ اُن کی جھولی میں ڈال دیں اس لیے انہوں نے ہجرت کے لیے کچھ انتظامات کرر کھے تھے انہوں نے دو طاقتور اور فربہ اونٹنیاں خرید رکھی تھیں اور انہیں اس خدشے کے پیش نظر چرنے کے لیے جنگل میں بھی نہ بھیجتے تھے کہ مبادا کس وقت ہجرت کا حکم آ جائے۔انہوں ایک عرب عبداللہ بن اریقط سے بھی معاملات طے کرر کھے تھے جس نے انہیں مدینہ کا راستہ دکھانا تھا۔[27*]

چنانچہ انہوں نے آنحضرت محمد ﷺ کے سامنے اِن اونٹنیوں کو پیش کیا اور کہا:

یارسول اللہ اِن میں سے کسی ایک کو پسند کر لیں۔

آپ ﷺ نے جواب دیا: میں مفت میں اونٹ نہ لوں گا مجھے اس کی قیمت بتاؤ۔

تب بادل نخواستہ حضرت ابوبکر صدیق نے آنحضرت محمد ﷺ کو بتایا کہ یہ اونٹنی انہوں نے آٹھ سو درہم میں خریدی ہے۔

اس کے بعد آنحضرت محمد ﷺ اپنے گھر تشریف لے آئے۔

جب رات ہوئی تو انہوں نے حضرت علیؑ سے فرمایا:

علی آج رات تم اس بستر پہ میری حضرمی چادر اوڑھ کے سو رہو مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی ہیں اور آج رات میں ابوبکر کی معیت میں یہاں سے نکل جاؤں گا۔اس کے بعد آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت علی کو لوگوں کی اُن امانتوں سے آگاہ کیا جو اہل قریش نے اِن پاس رکھوائیں تھیں اور حضرت علی کو ہدایت کی کہ اِن امانتوں کو اُن کے وارثوں تک پہنچا کے مدینہ پہنچ جانا۔

قریش نے آخر اپنے مقدر میں ذلت و رسوائی کے اُس صفحے کو بھی لکھ ڈالا جس کے بعد اُن کے دن اور راتیں بدل گئیں اُن کے معاملات الجھ گئے اور وہ ہر قدم اپنی قتل گاہوں کی طرف اٹھاتے کہ اللہ کے رسول کو اپنے ہاں سے نکال دینے کے بعد اب ان کے دامن میں بچا ہی کیا تھا۔

1 ہجری، 27 صفر، 13 ستمبر، 622ء

شب ہجرت

رات کا اندھیرا ابھی گہرا بھی نہ ہوا تھا کہ قریش کے نوجوانوں نے نبی اکرم ﷺ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔اُن کے بغض وعناد نے اُن کی عقلوں کو سلب کر رکھا تھا ورنہ وہ غور کرتے کہ تیرہ سال میں ان کی شدید مخالفت نبی اکرم ﷺ کے دین کو روکنے کی انتہائی جہد وسعی کا نتیجہ کیا نکلا کہ اسلام اُن کے ہر گھر میں داخل ہو گیا۔لوگ نبی اکرم ﷺ کے دین کے شیدائی ہو گئے اور انہوں نے اس دین کی محبت میں خون بھی دیا ایذائیں بھی برداشت کیں اپنے گھر بار بھی چھوڑے اپنے کاروبار بھی چھوڑے اپنے اقرباء بھی چھوڑے اور آخر میں اپنا وطن بھی چھوڑ گئے، اگر انہوں نے کچھ نہیں چھوڑا تو وہ ہے دامن مصطفیٰ! ﷺ۔ قریش کے جو نوجوان اس بد ارادے سے نبی اکرم ﷺ کے گھر کا محاصرہ کیے ہوئے تھے انہیں حضرمی چادر میں لپٹا کوئی شخص نبی اکرم ﷺ کے بستر پہ محو استراحت نظر آ رہا تھا اور اُن کو اطمینان تھا کہ جب آنحضرت نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لائیں گے تو وہ اپنے منصوبے میں کامیاب ہو جائیں گے۔اُن بدبختوں کو اس بات کا ادراک ہی نہ تھا جس ذات کو انہوں نے زک پہنچانے کا ارادہ کیا ہے اُن کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ رب

العزت نے لیا ہوا ہے اور وہ اپنے خالق سے لڑنے جا رہے ہیں۔

اور خالق سے کون لڑ سکتا ہے؟

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی حفاظت فرمائی اور آپ ﷺ اپنے گھر سے نکلے اور اُن بدبختوں کے سروں پہ خاک ڈالتے ہوئے وہاں سے تشریف لے گئے۔

ابن اسحٰق نے محمد بن کعب قرضی سے روایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

جب نبی اکرم ﷺ اپنے گھر سے باہر تشریف لائے تو ابو جہل حسب عادت آپ ﷺ کا مذاق اڑا رہا تھا۔

وہ کہہ رہا تھا کہ محمد (ﷺ) یہ گمان کرتے ہیں کہ جب تم اس امر کی اتباع کرو گے جو وہ لائے ہیں تو تم عرب وعجم کے مالک بن جاؤ گے اور جب مرنے کے بعد تمہیں اٹھایا جائے گا تو تمہیں اردن کے باغات کی طرح سرسبز وشاداب باغات ملیں گے اور اگر تم نے اس بات کا انکار کیا جس کی طرف وہ لوگوں کو بلاتے ہیں تو اُن کو آتش جہنم کے حوالے کر دیا جائے گا۔

اسی اثناء حضور نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لے آئے اور فرمایا:

ہاں میں ایسے ہی کہتا ہوں اور اے جاہلوں کے باپ اُن میں سے ایک تم بھی ہو جنھیں جہنم کی نظر کیا جائے گا۔

قریش کے اُن بدبختوں سے اللہ تعالیٰ نے سماعت و بصارت کو چھین لیا تھا اور اُن میں ابو جہل تھا، الحکم بن ابی العاص تھا، نضر بن حارث تھا، زمعہ بن اسود تھا، عقبہ بن ابی محیط تھا، امیہ بن خلف تھا اور ابولہیثم تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے خاک کی ایک مٹھی لی اور اِن بدبختوں کے سروں پہ ڈالتے ہوئے نہایت اطمینان سے رخصت ہو گئے۔

اہل قریش اپنی باتوں میں مگن تھے انہیں شعور بھی نہ تھا کہ اُن کے مہمان اُن سے رخصت ہو چکے ہیں۔

امام سہیلی نے لکھا ہے کہ آنحضرت محمد ﷺ نے اُن سروں پہ خاک ڈالی تب آپ ﷺ کے لبوں پہ قرآن کی یہ آیات تھیں۔

یٰسٓ ○ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ ○ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ○ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○ تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ○ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ○ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰۤى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ○ اِنَّا جَعَلْنَا فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ○ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ○

القرآن الحکیم (سورۃ یس آیات 36/ 1.9)

ترجمہ؛

''اے سیّد (عرب وعجم) قسم ہے قرآن حکیم کی بے شک آپ ﷺ رسولوں میں سے ہیں اور یقیناً آپ ﷺ راہ راست پہ ہیں۔ نازل فرمایا ہے عزیز اور رحیم نے تاکہ آپ ﷺ کو ڈرا سکیں اس قوم کو جن کے باپ دادا کو ڈرایا نہیں گیا۔ اس لیے وہ غافل ہیں بے شک یہ بات لازم آ چکی ہے ان میں سے اکثر پر کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے ہم نے ڈال دیئے ہیں اِن کی گردنوں میں طوق پس وہ اِن کی ٹھوریوں تک پہنچے ہوئے ہیں اس لیے اُن کے سر اوپر کو اٹھے ہوئے ہیں اور ہم نے بنا دی ہے ان کے سامنے ایک دیوار اور ان کے پیچھے ایک اور دیوار آ گے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے پس وہ کچھ نہیں دیکھ سکتے۔

☯☯☯☯☯☯☯

نبی اکرم ﷺ اہل قریش کے سروں میں خاک ڈال کے حضرت ابوبکرؓ صدیق کے ہاں پہنچے اور انہیں ساتھ لے کر غارِ ثور کا رخ کیا۔ علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے قریش کے بدبختوں کے سر پہ خاک ڈالی اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاں پہنچے جو آپ ﷺ کا انتظار ہی کر رہے تھے، آنحضرت محمد ﷺ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ اُن کے گھر کے پچھلے دروازے سے نکلے اور غارِ ثور کا رخ کیا۔ نبی اکرم ﷺ مکہ سے باہر آئے اور اُس کے پہاڑوں کے دامن میں رُک کر یہ دُعا کی۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ وَلَمْ اَكُ شَيْئًا اللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی هَوْلِ الدُّنْيَا وَبَوائِقِ الدَّهْرِ وَمَصَائِبِ اللَّيَالِیْ وَالْاَيَّامِ اَللّٰهُمَّ اصْبَحْنِیْ فِیْ سَفَرِیْ وَاخْلُفْنِیْ فِیْ اَهْلِیْ وَبَارِكْ لِیْ فِيْمَا رَزَقْتَنِیْ وَلَكَ فَذَلِّلْنِیْ وَعَلٰی صَالِحِ خُلُقِیْ فَقَوِّمْنِیْ وَاِلَيْكَ رَبِّ فَحَبِّبْنِیْ وَاِلَی النَّاسِ فَلَا تَكِلْنِیْ رَبَّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ وَاَنْتَ رَبِّیْ اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ الْكَرِيْمِ الَّذِیْ اَشْرَقَتْ لَهُ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَكُشِفَتْ بِهِ الظُّلُمَاتُ وَصَلُحَ عَلَيْهِ اَمْرُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ اَنْ تُحِلَّ عَلَیَّ غَضَبَكَ اَوْ تُنْزِلَ بِیْ سَخَطَكَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَفَجَاۃِ نَقْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ لَكَ الْعُتْبٰی عِنْدِیْ خَيْرَ مَا اسْتَطَعْتُ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّابِكَ۔

ترجمہ؛

"سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے پیدا کیا جب کہ میں کوئی شئے نہ تھا۔ اے اللہ! دنیا کی ہولنا کی زمانہ کی تباہ کاریوں اور شب و روز کے مصائب برداشت کرنے میں میری مدد فرما۔ اے اللہ! میرے سفر میں تو میرا ساتھی ہو جا! میرے اہل و اعیال میں میرا قائم مقام ہو جا اور جو رزق تو نے مجھے دیا ہے اس میں میرے لیے برکت ڈال دے اور اپنی جناب سے مجھے عجز و نیاز کی توفیق دے اور بہترین اخلاق پہ میری تربیت فرما۔ اے میرے رب! مجھے اپنا محبوب بنا لے اور مجھے لوگوں کے حوالے نہ کر! اے کمزوروں کے رب! تو ہی میرا پروردگار ہے ۔میں تیری ذات کے طفیل جس کی روشنی سے زمین و آسمان چمک رہے ہیں اور جس کی برکت سے اندھیرے دور ہو رہے ہیں اور اولین و آخرین کے کام درست ہو رہے ہیں میں تیری ذات کریم کے طفیل اس امر سے پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب مجھ پہ اترے یا نازل کرے تو اپنی ناراضگی مجھ پہ اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس امر سے کہ مجھ سے تیری نعمت زائل ہو جائے اور تیرا غضب مجھ پہ اچانک آ پڑے اور تیری سلامتی کا رخ مجھ سے پھر جائے اور تیری رضا ہی مجھے ہر چیز سے پیاری ہے اور میرے پاس کوئی طاقت نہیں بجز تیرے سہارے کے"۔

☯☯☯☯☯☯☯

ادھر جب آنحضرت محمدﷺ اہل قریش کے نرغے سے نکل گئے تو ایک شخص اُن کے پاس آیا اور کہا:

ارے او بدبختو! اب یہاں کیوں کھڑے ہو؟

تمہارا مہمان تو کب کا رخصت ہو چکا۔

ابوجہل نے اس شخص کو جھڑک دیا جو بعض مورخین کے خیال میں شیطان تھا۔

محمد (ﷺ) تو وہ ہمارے سامنے سوئے ہوئے ہیں۔

یہ تمہاری غلط فہمی ہے نوارد نے کہا:

وہ تو تمہارے سروں پہ خاک ڈال کے جا چکے ہیں اگر میری بات پہ یقین نہ ہو تو اپنے سروں پہ ہاتھ تو پھیرو۔ اور جب انہوں نے اپنے سروں پہ ہاتھ پھیرا تو انہوں نے جانا کہ اُن کے سروں پہ تو واقعہ ہی خاک پڑ چکی ہے، جس شخص نے انہیں آگاہ کیا تھا وہ اب جا چکا تھا۔

کچھ لوگ اُس کی باتوں پہ غور کرنے لگے تھے۔ تاہم ابوجہل نے یہ کہہ کے بات کو ٹال دیا کہ مجھے تو یہ بنوہاشم کا کوئی آدمی لگتا ہے جو چاہتا ہے کہ ہم محاصرہ اٹھا کے ناکام واپس چلے جائیں۔

دوسرے لوگ اس کی یہ دلیل سن کے چپ ہو رہے۔

ابوجہل نے لوگوں سے کہا:

ڈٹے رہو حتیٰ کہ وہ نکلیں اور ہم اپنا مقصد حاصل کریں۔ چنانچہ قریش کے نوجوان رات بھر چوکنا ہو کے پہرہ دیتے رہے۔

☯☯☯☯☯☯☯

دوسری طرف آنحضرت محمدﷺ مکہ کی پر پیچ اور اونچی نیچی گلیوں میں اپنا سفر جاری رکھے ہوئے تھے اور اُن کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق بھی تھے اور اُن کی منزل غارِ ثور تھی۔ سیرت ابن ہشام میں تحریر کیا گیا ہے جب نبی اکرمﷺ مکہ سے باہر نکلے تو اس کے ایک ٹیلے پہ کھڑے ہو کر شہر مکہ کو محبت بھری نظروں سے دیکھا اور کہا:

" وَاللّٰہِ اِنَّکَ لَاَحَبُّ اَرْضُ اللّٰہِ اِلَیَّ وَاِنَّکِ لَاَحَبُّ اَرْضِ اللّٰہِ اِلیٰ اللّٰہِ وَلَوْلَا اَنَّ اَھْلَکِ اَخْرَجُوْنِیْ مَاخَرَجْتُ مِنْکَ۔

(رواہُ الْاِمَام اَحْمَدُ وَالتِّرمذِیْ)

ترجمہ :

''بخدا! اے مکہ کی سرزمین تو مجھے اللہ کی ساری زمینوں سے زیادہ محبوب ہے اور بے شک اللہ کی تمام زمینوں سے مجھ کو زیادہ پیاری ہے اگر تیرے رہنے والے مجھے یہاں سے نہ نکالتے تو میں تجھ سے کبھی جدا نہ ہوتا''۔

☯☯☯☯☯☯☯

نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابو بکر شہر کے نشیبی علاقے کی طرف گئے جہاں کچھ پہاڑ صدیوں سے سر اٹھائے کھڑے تھے اور وہیں غارِ ثور تھا جس میں نبی اکرم ﷺ نے قیام فرمانا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اپنے غلام عامر بن فہیرہؓ کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ غار کے ارد گرد ہی بکریاں چرائے اور اپنے بیٹے عبداللہ بن ابی بکر سے کہہ رکھا تھا کہ وہ اہل قریش کی سرگرمیوں پہ نظر رکھے اور انہیں آ کر مطلع کرتا رہے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے آنحضرت محمد ﷺ سے کہا:

آپ ﷺ باہر ہی رکیں تا کہ میں غار میں جا کے اس کی صفائی کر سکوں اور ضرر پہنچانے والی چیزوں کو وہاں سے ہٹا سکوں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے غار کی صفائی کی اور آنحضرت محمد ﷺ کو اندر آنے کی درخواست کی۔

مورخین نے لکھا ہے کہ!

آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ وہاں تین راتیں قیام کیا۔ حضرت عامر بن فہیرہؓ بکریاں غار کے قریب لاتے اور حضرت ابو بکرؓ اُن کا دودھ دھوہ کے اپنے آقا کو پیش کرتے۔

نبی اکرم ﷺ دودھ پی کے اللہ کا شکر ادا کرتے۔

اسی دوران حضرت عبداللہ بن ابی بکران کواہل مکہ کی سرگرمیوں سے آگاہ رکھے ہوئے تھے اور حضرت ابوبکرؓ کے کہنے پہ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کے پانچ ہزار درہم بھی گھر سے لا کر اُن کے حوالے کر دیئے تھے۔غارثور میں گذری تین راتوں کے بارے تفصیلات تحریر کرتے ہوئے مورخین نے لکھا ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق غارِثور کی طرف تشریف لے گئے تو وہ رات کا وقت تھا اس لیے اگلی صبح جب قوم قریش کواس امر کی خبر ہوئی کہ اپنے بدترین منصوبے میں بری طرح ناکام ہوئے ہیں تو انہیں بہت دکھ ہوا اور انہوں نے اپنے جوانوں کو مکہ کے چاروں طرف پھیل جانے کا حکم دیا اور کہا کہ ابھی وہ زیادہ دور نہیں گئے ہوں گے اس لیے انہیں چاروں طرف تلاش کرو۔اس کے علاوہ انھوں نے پاؤں کے نشانات کو پہچاننے والے ماہر کھوجی بھی ساتھ لے لیے تھے اور اُن کھوجیوں نے غارثور تک نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق کے قدموں کے نشانوں کو پہچان بھی لیا تھا۔

ابوجہل کھوجیوں کے ہمراہ تھا اور غارثور پہ چند قدموں کے نشان تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بعد میں روایت کیا کہ اُن کی آوازیں ہم تک پہنچ رہی تھیں اور پھر وہ غار کے دھانے پہ آ گئے۔حضرت ابوبکر صدیق کہتے ہیں کہ جب وہ غار کے دھانے پہ آئے تو میں رونے لگا مگر نبی اکرم ﷺ نے مجھے تسلی دی اور فرمایا:

ابوبکر حوصلہ کرو ہمارے ساتھ اللہ ہے۔

حضرت ابوبکر کہتے ہیں کہ اگر وہ جھک کر اپنے پاؤں کی طرف دیکھتے تو ہمیں پا لیتے۔مگر اس سے قبل کہ اہل قریش غار تک پہنچتے اُس کے منہ پہ مکڑی نے نہایت گہرا جالا بن دیا تھا جو ایسے لگ رہا تھا جیسے مدتوں سے وہیں پہ ہو۔اس لیے قریش نے غار کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی اور وہ واپس روانہ ہو گئے۔

☯☯☯☯☯☯☯

بعد میں حضرت ابوبکر صدیق نے سفر ہجرت کے دنوں کو اشعار کی صورت بیان کیا تھا جسے مورخین نے محفوظ رکھا۔اشعار پیش خدمت ہیں۔

قَالَ النَّبِیُّ وَلَمْ یَزَلْ یُوَقِّرُنِیْ
وَنَحْنُ فِیْ سَدَفٍ مِنْ ظُلْمَۃِ الْغَارِ

حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا! جب تک ہم غار کی ظلمت میں رہے آپ ﷺ محبت الٰہی میں اضافہ ہی کرتے رہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

لَا تَخْشَ شَیْئاً فَاِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُنَا
وَقَدْ تَوَکَّلَ لِیْ مِنْہُ بِاظْھَارِ

کسی چیز سے خوف نہ کرو ہمارے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہے اور اس نے میرے ساتھ غلبے کا وعدہ کیا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَ اِنَّمَا کَیْدُ مَنْ تَخْشٰی بَوَادِرَہٗ
کَیْدُ الشَّیَاطِیْنِ کَادَتْہُ لِکُفَّارِ

جس چال کی وجہ سے تم خوفزدہ ہو وہ شیطان کی چال ہے اور وہ کفار ہی کے لیے ہوگی۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَاللّٰہُ مُھْلِکُھُمْ طُرًّا بِمَا کَسَبُوْا
وَجَاعِلُ الْمُنْتَہٰی مِنْھُمْ اِلَی النَّارِ

اللہ تعالیٰ اِن تمام کو اِن کے کرتوتوں کی وجہ سے ہلاک کردے گا اور آخرت میں اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَانْتَ مُرْتَحِلٌ عَنْهُمْ وَتَارِكُهُمْ
اِمَّا عُدُوًّا وَ اِمَّا مُدْلِجٌ سَارِیْ

تم عازم سفر ہو جاؤ اور اُن کو چھوڑ دو صبح یا شام کسی بھی وقت تم اپنے سفر پہ روانہ ہو جاؤ۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَهَاجِرٌ اَرْضَهُمْ حَتّٰی يَكُوْنَ لَنَا
قَوْمٌ عَلَيْهِمْ ذَوُوْ عِزٍّ وَاَنْصَارِ

تم اُن کی زمین کی طرف ہجرت کر جاؤ جہاں تمہیں ایک معزز اور مددگار قوم ملے گی۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

حَتّٰی اِذَا اللَّيْلُ وَارَتْنَا جَوَانِبُهٗ
وَسَدَّ مِنْ دُوْنِ مِنْ تَخْشَی بِاَسْتَارِ

جب رات کی تاریکیوں نے ہمارا احاطہ کر لیا اور ہر اس چیز کو ڈھانپ دیا جس سے تو ڈرتا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

سَارَ الْاُرَيْقِطُ يَهْدِيْنَا وَاَيْنُقُهٗ
يَنْعَبْنَ بِالْقَرْمِ نَعْبًا تَحْتَ اَكْوَار

تب اریقط ہماری راہنمائی کرنے لگا اور اس کی اونٹنیاں کجاووں کے نیچے تیزی سے چلنے لگیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

يَعْسِفْنَ عَرْضَ الثَّنَا يَا بَعْدَ اَطْوَلِهَا
وَ كُلَّ سَهْبٍ رَقَاقِ التُّرَابِ مَوَّا رِ

وہ اونٹنیاں گھاٹی کے طول وعرض میں چلیں اور ہر ہموار نرم زمین کو انہوں نے عبور کیا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

حَتّٰى إِذَا قُلْتُ قَدْ اَنْجَدْنَ عَارَضَهَا
مِنْ مُدْلِجِ فَارِسٌ فِی مُنْصَبٍ وَارِ

حتیٰ کہ جب یہ اونٹنیاں بلند ہوگئیں تو بنو مدلج کے ایک تیز رفتار سوار نے انہیں آلیا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

يُرْدِى بِهٖ مُشْرِفُ الاَ قْطَارِ مُعْتَزِمٌ
كَالسَّيِّدِ ذِى اللِّبْلَدَ ةِ الْمُسْتَاْسِدِ اَنْصَارِى

اسے ایک تیز رفتار گھوڑا اڑائے جا رہا تھا اور وہ سرداروں کی طرح زیادہ بالوں والا شیر نما اور ضرر رساں تھا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَقَالَ كُرُّوا فَقُلْتُ اِنَّ كَرَّتَنَا
مِنْ دُوْنِهَا نَصْرُ الْخَالِقِ الْبَارِى

اس سوار نے کہا! لوٹو! میں نے جواب دیا! ہمارا لوٹنا ایک اور انداز سے ہے یعنی اللہ کی نصرت اور مدد سے ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اَنْ یَخْسِفَ الْاَرْضَ بِلاَ حُوٰی وَفَا رِسِہٖ
فَاَنْظُرْ اِلیٰ اَرْبُعٍ فِی الْاَرْضِ غُوَّارِ

نشیبی اور موسم بہار والی زمین نے اُس شہ سوار کو زمین میں دھنسا دیا تھا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَھِیْلَ لَمَّا رَایٔ اَرْسَاعَ مُقَرِبِہٖ
قَدْ سُخْنَ فِی الْاَرضِ لَمْ یُحْفَرْ بِمِحْفَارِ

مگر جب اس نے دیکھا تو اس کے گھوڑے کے سم زمیں میں دھنس چکے تھے اور زمین کو کسی آ کے ساتھ نہیں کھودا گیا تھا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَقَالَ ھَلْ لَکُمْ اَنْ تُطْلِقُوْا فَرَسِی
وَتَاخُذُوْا مَوْثِقِیْ فِیْ نُصْحِ اَسْرَارِ

اس نے کہا تم میرے گھوڑے کو آزاد کر سکتے ہو اور پرخلوص اصرار پہ مجھے ایک عہد نامہ دے سکتے ہو۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَاَصْرِفُ الْحَیَّ عَنْکُمْ اِنْ لَقِیْتُھُمْ
وَ اَنْ اُعَوِّرَ مِنْھُمْ عَیْنَ عُوَّارِ

اگر میں قبیلے کے لوگوں سے ملا تو انہیں آپ ﷺ سے دور لے جاؤں گا اور اُن کی آنکھوں کو بند ہی رہنے دوں گا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَادْعُوا الَّذِی هُوَ عَنْکُمْ کَفٌّ عَوْرَتَنَ
یُطْلِقُ جَوَادِیْ وَ اَنْتُمْ خَیْرُ اَبْرَارِ

اس اللہ سے دعا مانگو جس نے ہماری تکلیف کو تم سے دیکھا ہے وہ میرے گھوڑے کو چھوڑا دیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَقَالَ قَوْلاً رَسُوْلُ اللّٰہِ مُبْتَهِلاً
یَا رَبِّ اِنْ کَانَ مِنْهُ غَیْرُ اِخْفَارِ

حضور ﷺ نے گڑگڑا کے دُعا کی کہ اے مولا! اگرچہ اس کی یہ برکت امن وسلامتی کے منافی ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَنَجِّهٗ سَالِمًا مِنْ شَرِّ دَعْوَتِنَا
وَ مُهْرَهٗ مُطْلِقًا مِنْ کَلْمِ آثَارِ

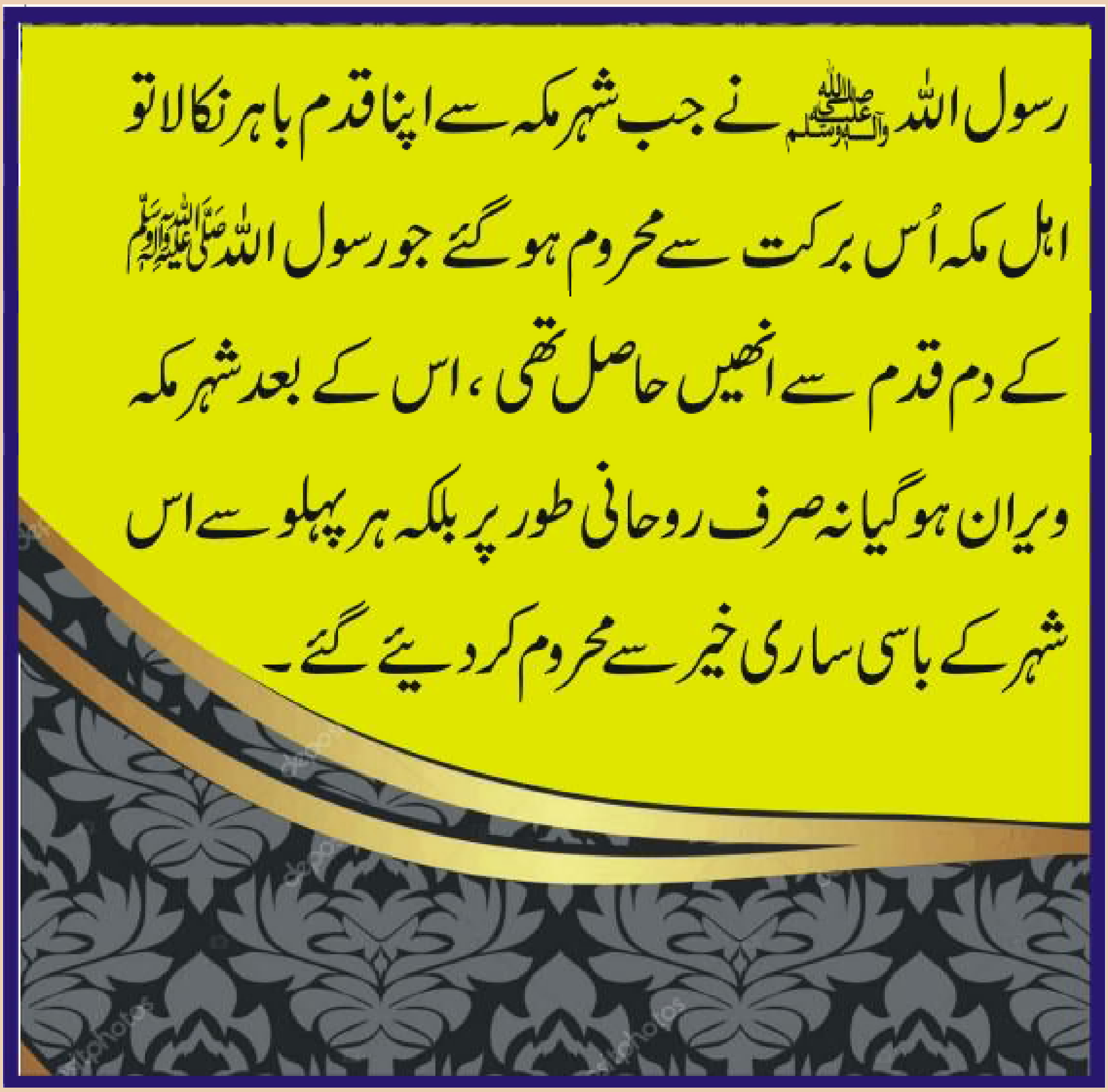
مگر پھر بھی اسے ہماری بدعا کے اثر سے نجات دے اور اس کے گھوڑے کو بھی چھوڑ دے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَاَظْهَرَ اللّٰهُ اِذْ یَدْعُوْ حَوَافِرَهٗ
وَفَازَ فَارِسُهٗ مِنْ هَوْلِ اَخْطَارِ

جب آپ ﷺ نے اُس کے لیے دُعا کی تو اس تعالیٰ نے گھوڑے کے سموں کو آزاد کر دیا اور وہ سوار نجات پا گیا۔[28*]

۞۞۞۞۞۞۞۞


رسول اللہ ﷺ نے جب شہر مکہ سے اپنا قدم باہر نکالا تو
اہل مکہ اُس برکت سے محروم ہو گئے جو رسول اللہ ﷺ
کے دم قدم سے انھیں حاصل تھی، اس کے بعد شہر مکہ
ویران ہو گیا نہ صرف روحانی طور پر بلکہ ہر پہلو سے اس
شہر کے باسی ساری خیر سے محروم کر دیئے گئے۔

1 ہجری، 20 صفر بروز پیر 6 ستمبر، 622ء



علامہ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ غارِ حرا میں تین دن قیام پذیر رہے اس کے بعد آنحضرت محمد ﷺ عبداللہ بن اریقط ، عامر بن فہیرہؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ مدینے کو روانہ ہوئے۔ عبداللہ بن اریقط کا تعلق بنوالذیل بن بکر سے تھا اور وہ اپنے آبائی مذہب پہ تھا۔ اُس کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اجرت پہ معمور کیا تھا کہ وہ اس مختصر سے قافلے کو کسی محفوظ رستے سے مدینہ لے جائے۔ بن اسحٰقؒ کے حوالے سے امام عبداللہ سہیلیؒ نے بیان کیا ہے کہ! جب اریقط غار ثور کے قریب پہنچ گیا اور عامر بن فہیرہؓ بھی اونٹ لے کر آ گیا تو حضرت ابوبکرؓ کی چھوٹی بیٹی اسماءؓ اپنے باپ اور آنحضرت محمد ﷺ کے زادِ راہ کے طور پہ کھانا لے آئیں مگر اُس توشہ دان کو اونٹ کے کجاوے کے ساتھ باندھنے کے لیے رسی لانا بھول گئیں۔ تاہم انہوں نے کمر بند کھولا اور اُس کے دو ٹکڑے کے کئے اور توشہ دان کو باندھا جس پہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں ” **ذات النطاق** “ خطاب عطا فرمایا۔

دوسری طرف اہل قریش کو اگلی صبح معلوم ہوا کہ حضرمی چادر لپیٹے آنخضرت محمد ﷺ کے بستر پہ تو حضرت علیؓ آرام فرما رہے تھے۔انھوں نے حضرت علیؓ سے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں پوچھا کہ آپ ﷺ کہاں گئے ہیں تو حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ میں اُن کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔

قریش بہت پریشان اور غصے سے بھرے ہوئے تھے۔

وہ بپھرے ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر کی طرف روانہ ہوگئے اور وہاں حضرت ابوبکرؓ بھی موجود نہ تھے۔گھر میں صرف حضرت اسماءؓ بنت ابی بکر تھیں۔

ابوجہل نے سختی سے اُن سے پوچھا:

ابوبکرؓ کہاں ہے؟

مجھے کیا معلوم، حضرت اسماءؓ نے جواب دیا۔

ابوجہل نے زور کا تھپڑ حضرت اسماءؓ کے منہ پہ دے مارا جس سے اُن کے کان کی بالی اتر گئی۔

اس کے بعد تمام قریش حرم پاک میں جمع ہوئے اور انہوں نے اعلان کے کہ نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ مکہ سے فرار ہوگئے ہیں اس لیے جو کوئی اُن کی اطلاع دے گا اہل قریش اُس کو سوسرخ اونٹ انعام کے طور پہ دیں گے۔

سراقہ بن مالک

عبداللہ بن اریقط نبی اکرم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو لے ساحل سمندر کی طرف روانہ ہوا دراصل یہ اہل قریش کو دھوکہ دینے کے لیے تھا۔اس لیے اریقط آپ ﷺ کو لے کر اُس جانب کو نکلا جہاں سے کوئی راستہ مدینہ کو نہ جاتا تھا اور اہل مکہ اس شبہے میں مبتلا تھے کہ نبی اکرم ﷺ یقیناً مدینہ کی طرف جائیں گے اس لیے انہوں نے اُن تمام راستوں کو چھان مارا تھا جو شہر مدینہ کی طرف جاتے تھے۔

آنحضرت محمد ﷺ نے اپنا سفر جاری رکھا ہوا تھا۔اہل قریش ہر طرف اعلان کرتے پھر رہے تھے کہ جو آدمی آنحضرت محمد ﷺ کی خبر لائے گا قریش اُس کو سو سرخ اونٹ دیئے جائیں گے۔اسی اعلان سے سراقہ بن مالک مدلجی کو تحریک ہوئی اور وہ اِن اونٹوں کے لالچ میں نکل کھڑا ہوا۔بعد میں اللہ تعالٰی نے اس کو اسلام کی نعمت سے نوازا۔چنانچہ اُن کے تعاقب کی تفصیلات خود انہیں کی روایت سے بیان کی جاتی ہیں۔انہوں نے کہا کہ میں اپنے قبیلے کے لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اہل قریش کا وہ شخص آیا جس نے آنحضرت محمد ﷺ کے بارے میں سو سرخ اونٹوں کا اعلان کیا اور میں جانتا تھا کہ آنحضرت محمد ﷺ اس وقت کہاں ہیں [29*]۔اس کی وجہ یہ تھی کہ تھوڑی دیر پہلے اتفاق سے ہی میری نظر ساحل سمندر کی طرف جاتے اُن شتر سواروں پہ پڑی تھی جو میرے لیے اجنبی تھے۔

میری بستی کا نام قدید تھا اور میں قبیلہ بنو مدلج سے تعلق رکھتا تھا۔

چنانچہ جب قریش کے لوگوں نے سرخ اونٹوں کے انعام کا اعلان کیا تو ایک شخص جو میرے ساتھ ہی کھڑا تھا وہ کہہ اٹھا کہ ادھر ساحل سمندر پہ اُس نے کچھ اجنبی سواروں کو دیکھا ہے۔

اُس کی یہ بات سنتے ہی کئی جوان انعام کے لالچ میں اٹھ کھڑے ہوئے مگر میں نے فوراً ہی انھیں بٹھا دیا اور کہا:

وہ سوار جنھیں تم نے ساحل کی طرف جاتے دیکھا ہے وہ تو فلاں اور فلاں تھے میں انہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔ چنانچہ لوگ میری بات مان گئے اور وہ نوجوان بھی مایوس ہو کے بیٹھ گئے جو آنحضرت محمد ﷺ کی تلاش میں نکلنا چاہتے تھے۔ میرے دل میں بے چینی کے ابال اٹھ رہے تھے اور میں وہ سو اونٹ حاصل کر لینا چاہتا تھا جس کا اعلان قریش نے کیا تھا۔ مگر میں اپنے لوگوں کے بیچ اطمینان سے بیٹھ گیا جیسے مجھے اُن سواروں کی کوئی پرواہ نہ ہو۔

جب میں نے دیکھا کہ لوگ دوسری باتوں میں الجھ گئے ہیں اور اُن میں سے کوئی میری طرف متوجہ نہیں تو میں وہاں کھسک گیا۔ میں عجلت میں گھر پہنچا اور اپنی لونڈی سے کہا:

میرے ہتھیار اور میری گھوڑی لے کر وادی کے اُس پار آ جائے۔

جب وہ گھوڑی لے آئی جس کا نام عود تھا اور جس پہ مجھے بے پناہ اعتماد تھا تو میں نے زرہ پہنی اپنے نیزے کے پھل کو سیدھا کیا اور اُس پہ سوار ہو کے تیزی سے اُس طرف روانہ ہو گیا جس طرف میرے گمان نے میری راہنمائی کی۔

جلد ہی میں نے اُن سواروں کو دور سے دیکھ لیا۔ مگر جونہی میری نظر اُن سواروں پہ پڑی تو میری گھوڑی منہ کے بل آ رہی میں بھی زمین پہ گرا میں نے فوراً ہی اپنے تیر نکالے اور قرعہ اندازی کی۔

اور اس قرعہ اندازی میں وہ تیر نکلا جس کو میں پسند نہ کرتا تھا۔

مگر میں نے اُس کو نظر انداز کیا اور پھر سے گھوڑی پہ سوار ہو گیا کہ مبادا وہ سوار میری پہنچ سے دور نہ نکل جائیں۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اس بات کا احساس ہو چکا تھا کہ اُن کا تعاقب کیا جا رہا ہے اس لیے وہ پریشان تھے اور انھوں نے آنحضرت محمد ﷺ کو بھی اس امر سے آگاہ کر دیا تھا۔

تاہم آنحضرت محمد ﷺ نے ابو بکرؓ سے کہا:

ابو بکر فکر مت کر اللہ بہتر کرے گا۔

آنحضرت محمد ﷺ کی راہنمائی کرنے والا شخص عبداللہ بن اریقط صحرائے عرب کے تمام راستوں سے آگاہ تھا اور اُس کو اِس بات کا ادراک بھی حاصل تھا کہ آنحضرت محمد ﷺ کا تعاقب کیا جائے گا اس لیے اُس نے وہ راستہ اختیار کیا جس پہ کسی کی نظر پڑنے کا امکان کم ہی تھا۔ وہ جب غار سے نکلا تو مکہ کے نشیبی علاقوں سے ہوتا ہوا ساحل سمندر کی طرف گیا۔ یاد رہے کہ یہ راستہ مدینے جانے کے لیے کبھی استعمال نہ ہوا تھا بلکہ یہ تو مدینہ کے مخالف سمت میں تھا اور یہ سب کچھ اہل قریش کو دھوکہ دینے کے لیے تھا۔ وہ ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا عسفان تک آیا پھر اُمج گاؤں سے نکلا اور قدید تک آیا اور اس کے بعد وہ مدینہ جانے والے عمومی رستے پہ آ گیا تھا۔

سراقہ بن مالک مدلجی کی نظر آنحضرت محمد ﷺ کے قافلے پہ تو اتفاقاً جا پڑی تھی جو آپ آنحضرت محمد ﷺ اور آپ کے ساتھیوں تک پہنچ چکا تھا۔

سراقہ بن مالک کہتا ہے کہ؛

پھر میں آنحضرت محمد ﷺ کے اس قدر قریب جا پہنچا کہ مجھے اُن کے قرآن پڑھنے کی آواز سنائی دینے لگی تھی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کہتے ہیں کہ میں اس خوف سے رو دیا کہ دشمن ہمارے سر پہ آ پہنچا ہے اور نبی اکرم ﷺ تلاوتِ قرآن میں محو تھے مگر جب آپ ﷺ کو میری ہچکیوں کی آواز پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اے ابو بکرؓ! کیوں روتے ہو؟

میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ دشمن سر پہ آ پہنچا ہے۔

آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

اے صدیق! غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

پھر آپ ﷺ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔

اَللّٰهُمَّ اكْفِنَاهُ بِمَا شِئْتَ

(اے جس طرح تیری رضا ہو ہمیں دشمن کے شر سے بچا)۔

سراقہ بن مالک کہتے ہیں کہ میں نے اپنی گھوڑی کو ایڑ لگائی اور حضرت ابوبکرؓ کے سر پہ جا پہنچا جو مڑ مڑ کر میری طرف ہی دیکھ رہے تھے۔حتیٰ کہ ہمارے درمیان دو نیزوں کا فاصلہ رہ گیا ۔تب اچانک میری گھوڑی کے پاؤں زمین میں دھنس گئے اور تیز رفتاری کی وجہ سے میں اُس کے سر کے اوپر سے نیچے گرا اور میں نے فوراً ہی فال لینا مناسب سمجھا۔

میں تیر نے پھینکے اور پھر سے وہی تیر نکلا جس میں مجھے اس مہم جوئی سے باز رہنے کی تلقین کی گئی تھی۔مگر میرے اندر سو اونٹوں کا لالچ جڑ پکڑ چکا تھا اس لیے میں نے گھوڑی کو جھڑکا اور اُس نے اپنے پاؤں زمین سے چھڑا لیے۔میرا شکار مجھے سامنے نظر آ رہا تھا اس لیے میں نے پھر سے تیر کے حکم کو نظر انداز کیا اور گھوڑی کو ایڑ لگائی اور ایک بار پھر میں اُن کے سر پہ جا پہنچا تھا۔اور اب میری گھوڑی کو جو جھٹکا لگا وہ بہت ہی خطرناک تھا میری گھوڑی کے چاروں پاؤں زمین میں دھنس گئے تھے اور اُس کا صرف پیٹ زمین سے باہر نظر آ رہا تھا۔اس بار میں خود بھی بری طرح گرا تھا اور مجھے کچھ چوٹ بھی آئی تھی مگر ساتھ ہی میرے اندر یہ روشنی بھی ہو گئی تھی کہ اِن سواروں پہ غلبہ پانا میرے بس سے باہر ہے اس لیے میں نے عرب دستور کے مطابق اُن سواروں کو مدد کے لیے پکارا۔

میری پکار کے جواب میں آنحضرت محمد ﷺ کا قافلہ رک گیا۔

آنحضرت محمد ﷺ نے ابوبکرؓ سے کہا:

اس سے پوچھو یہ کیا چاہتا ہے؟

چنانچہ حضرت ابوبکرؓ صدیق صراقہ بن مالک کے نزدیک پہنچ گئے۔

سراقہ نے کہا:

مجھ سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں میں جان گیا ہوں کہ اللہ آپ کی مدد پہ قادر ہے میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اہل قریش نے آپ ﷺ کو تلاش کرنے والے کے لیے سو سرخ اونٹوں کا انعام رکھا ہے اور یہی لالچ مجھے آپ تک کھینچ لایا ہے مگر میں نے اب توبہ کر لی ہے بلکہ اب میں آپ کے ساتھ ہوں۔آپ کو ایک لمبا سفر درپیش ہے آگے میری جاگیر ہے آپ

یہ تیر لے جائیں اور میرے چرواہے کو دکھائیں اور وہاں سے آپ اونٹ یا بکریاں جو چاہیں آپ کو مل جائیں گی۔

سراقہ نے کہا:

تاہم نبی اکرم ﷺ نے سراقہ کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا:

ہمیں تمہارے اونٹوں یا تمہاری بکریوں کی ضرورت نہیں ہے تاہم اس امر کو چھپائے رکھنا۔آپ لوگ بےفکر ہو جائیں اب میں کسی کو آپ کے تعاقب میں نہیں آنے دوں گا بلکہ آپ کے معاملے میں لوگوں کو گمراہ کروں گا۔آپ مجھے معاف کر دیں اور میرے لیے امان نامہ لکھ دیں۔

آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو حکم دیا کہ اس کو امان نامہ لکھ دیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پہ سراقہ بن مالک کو آنحضرت محمد ﷺ کی طرف سے امان نامہ لکھ دیا۔

اور وہ امان نامہ حاصل کر کے سراقہ بہت خوش تھا۔

جب وہ واپس مڑنے لگا تو آنحضرت محمد ﷺ نے اسے مخاطب فرمایا:

سراقہ اُس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب تمہیں کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے۔

سراقہ نے حیرت زدہ ہوتے ہوئے کہا:

بادشاہوں کے بادشاہ کسریٰ ابن ہرمز کے کنگن؟

ہاں! رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا:

سراقہ بن مالک کہتے ہیں کہ میں نے یہ بات اپنے دل میں چھپالی اور کسی سے اُس کا ذکر تک نہ کیا۔میں واپس ہوا اور میں نے آنحضرت محمد ﷺ کے تعاقب میں جانے والے کئی لوگوں کو روکا اور کہا:

واپس چلے جاؤ میں اس راہ پہ انھیں دور تک کھوج آیا ہوں۔

اپنے قبیلے میں وہ باعزت اور صاحب الرائے شخص تھا اس لیے کسی نے بھی اس کی بات کو رد نہ کیا اور آنحضرت محمد ﷺ بخیریت مدینہ پہنچ گئے

تب میں نے اپنے قبیلے والوں سے اس بات کا ذکر کیا کہ بخدا! میں نے تو انہیں پا لیا تھا مگر وہ مجھ پہ غالب آ گئے اور میں نے اللہ کی قدرت کی نشانیاں بھی لوگوں سے بیان کیں۔

اور لوگ اُن باتوں سے متاثر ہونے لگے۔

جب مکہ کی مجالس میں سراقہ بن مالک کی باتوں کا تذکرہ ہونے لگا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے آنخضرت محمد ﷺ کو سراقہ بن مالک پہ غلبہ عطا فرمایا تو ابو جہل کے سینے میں جیسے آگ سی لگ گئی ہو اور وہ حسد سے مرا جا رہا تھا۔

پھر اُس نے اپنا ایک قاصد بنو مدلج کی طرف روانہ کیا۔ ابو جہل کا قاصد بنو مدلج کے سرداروں کے پاس پہنچا جو اس وقت ایک مجلس سجائے بیٹھے تھے۔

ابو جہل کے قاصد نے اُن سے کہا:

بَنِیْ مُدْلَجٍ اِنِّیْ اَخَافُ سَفِیْهَکُمْ
سُرَاقَةَ مُسْتَغْوٍ لِنَصْرِ مُحَمَّدٍ

اے بنی مدلج'' مجھے تمہارے احمق سراقہ کی باتوں سے بہت اندیشہ ہے کہ وہ لوگوں کو محمد ﷺ کی اعانت پہ ابھار رہا ہے۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

عَلَیْکُمْ بِهٖ اَلَّا یُفَرِّقَ جَمْعَکُمْ
فَیُصْبِحَ شَتّٰی بَعْدَ عِزٍّ وَاسُؤْدَدٍ

اس لیے اگر ہو سکے تو تم اس پہ قابو پا لو ورنہ وہ تمہارے اتحاد کو پارہ پارہ کر دے گا اور تمہاری قوم بکھر جائے گی۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

سراقہ بن مالک بھی اسی مجلس میں موجود تھا جس میں ابوجہل کے قاصد نے یہ اشعار پڑھے تھے اس لیے وہ کھڑا ہوا اور بولا:

ابوجہل سے جا کر کہنا کہ تمہاری طرح ہماری آنکھوں پہ پٹی نہیں پڑی کہ ہم لوگوں سے حق بات کہنے کی وجہ سے دشمنی مول لیں۔ اگرچہ ہم نے اپنا دین نہیں چھوڑا مگر اس کے باوجود میں نے جو کہا ہے بخدا وہ اسی طرح سچ ہے جس طرح یہ سچ ہے کہ تمہارے سر پہ سورج چمک رہا ہے۔ اس کے بعد سراقہ بن مالک نے یہ اشعار کہے۔

اَبَا الْحَکَمْ وَاللّٰہِ لَوْ کُنْتَ شَاھِدًا
لِاَمْرِ جَوَادِیْ اِذْ تَسُوْخُ قَوَائِمُہٗ

اے ابوجہل ! کاش تو نے وہ حیرت انگیز منظر دیکھا ہوتا کہ جب میری گھوڑی کے پاؤں زمین نے جکڑ لیے تھے اور اسے ایک قدم چلنے کی اجازت نہ تھی۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

عَلِمْتَ وَلَمْ تَشْکُکَ بِاَنَّ مُحَمَّدًا
رَسُوْلٌ بِبُرْھَانٍ فَمَنْ ذَا یُقَاوِمُہٗ

تب تو جان لیتا کہ اس میں کوئی شک نہیں محمد اللہ کے رسول ہیں اور روشن اور واضح نشانیوں کے ساتھ تشریف لائے ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

عَلَیْکَ بِکَفِّ الْقَوْمِ عَنْہُ فَاِنَّنِیْ
اَرٰی اَمْرَہٗ یَوْمًا سَتَبْدُوْ مَعَالِمُہٗ

تو باز آ جا کہ اللہ کے رسولوں کا مقابلہ کرنا کبھی بھی انسان کے بس کی بات نہیں رہی اس لیے تو خود کو اور اپنی قوم کو محمد رسول اللہ ﷺ سے روک لے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

بِاَمْرٍ يَوَدُّ النَّاسُ فِيْهِ بِاَسْرِهِمْ
بِاَنَّ جَمِيْعَ النَّاسِ طُرًّا يُسَالِمُهٗ

اس لیے کہ میں دیکھ رہا ہوں وہ دن بہت جلد آنے والا ہے جب لوگ آنخضرت محمد ﷺ سے صلح کی خواہش کا اظہار کرتے پھریں گے۔[30*]

✡✡✡✡✡✡✡✡

سراقہ بن مالک کہتے ہیں کہ اس کے بعد بہت سا وقت بیت گیا یہاں تک کہ آٹھ ہجری میں آنخضرت محمد ﷺ پوری شان وشوکت کے ساتھ مکہ مکرمہ میں ایک فاتح کے طور پہ داخل ہوئے اور قریش کا سر اس حد تک کچلا جا چکا تھا کہ اُن میں نبی اکرم ﷺ کا راستہ روکنے کی قوت نہ تھی۔ اور وہ اپنے گھروں میں جا چھپے۔ آنخضرت محمد ﷺ نے مکہ کو بتوں کی نجاست سے پاک کیا اور لوگ جوق در جوق آپ ﷺ کے دین میں شامل ہو رہے تھے۔ اس کے بعد حنین اور طائف کے معرکے سر ہوئے تب میں نے سوچا کہ میں نے بہت دیر کر دی ہے اگر چہ میں اُس حق کو ایک مدت سے پہچانتا تھا۔

چنانچہ میں نے وہ امان نامہ نکالا جو نبی اکرم ﷺ نے بہت سال پہلے مجھے عطا فرمایا تھا اور اسے لے کر آنخضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس وقت آپ ﷺ جعرانہ کے مقام پہ تشریف فرما تھے۔

میں جعرانہ پہنچا اور آنخضرت محمد ﷺ سے ملا۔۔

نبی اکرم ﷺ ایک لشکر جرار کے درمیان تھے اور انصار کے شہسوار مجھے اجنبی جان کر روکتے تھے اور اپنے نیزوں کی انیوں سے مجھے نبی اکرم ﷺ سے دور رکھنے کی کوشش کرتے تھے ۔تب میں نے وہ امان نامہ نکالا اور اسے لہراتا ہوا آپ ﷺ کے قریب جا پہنچا۔

نبی اکرم ﷺ کے سوار مجھے روکتے تھے مگر آنحضرت محمد ﷺ نے مجھے دیکھ لیا تھا انہوں نے اپنے اصحاب سے کہا: اسے قریب آنے دو کہ آج وعدے پورا کرنے اور احسان کرنے کا دن ہے۔ میں نبی اکرم ﷺ کے قریب پہنچا اور نہایت عجلت سے دین اسلام میں داخل ہوا۔

امام برہان الدین حلبیؒ نے لکھا ہے کہ:

حضرت سراقہ بن مالکؓ حضرت عمرؓ کے عہد خلاف تک زندہ رہے۔

ایک دن حضرت سراقہ بن مالکؓ کو بہت تیز بخار چڑھا اور اُس کے بیٹے رونے لگے تب حضرت سراقہؓ نے کہا:

ارے او کم بختو: میں ابھی مرنے والا نہیں ہوں۔

سراقہ کے بیٹوں نے سوچا شاید تیز بخار کی وجہ سے اُن کے باپ کا دماغ ٹھکانے پہ نہیں رہا اس لیے وہ بدستور روتے رہے۔

سراقہ نے انھیں اپنے پاس بٹھایا اور کہا:

میری بات پہ یقین کرو اس لیے کہ میں درست کہہ رہا ہوں جب تک ملک ایران سے کسریٰ کے کنگن میرے لیے نہ آ جائیں اور میں انھیں پہن نہ لوں میں کیسے مرسکتا ہوں

میرے بیٹوں اور پوتوں نے مجھ سے پوچھا؟

آپ سے یہ کس نے کہا ہے کہ آپ کو کسریٰ کے کنگن پہنائے جانے والے ہیں۔

میں نے جواب دیا:

جن کی وجہ سے ہمارے آنگنوں میں ایمان کی روشنی ہے۔

خدا کی قسم! اللہ کے رسول محمد ﷺ نے خود مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ مجھے کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے اس لیے تم یہ بات بھول جاؤ کہ میں مرنے والا ہوں کہ آنحضرت محمد ﷺ کی زبان سے نکلنے والا ہر لفظ ہمیشہ پورا ہونے والا ہے۔ اس کے بعد میرے کہنے پہ میرے بیٹوں نے ٹھنڈے پانی کی دو مشکیں میرے جسم پہ بہائیں اور اگلے دن میں بالکل صحت مند ہو گیا تھا اور مجھے سوائے اللہ کے اور کسی کا ڈر نہ تھا۔

پھر زیادہ دن نہ گذرے تھے کہ اسلامی لشکر کسی سیل بلا کی طرح ایران میں داخل ہوئے اور ایران کے صوبے ایک ایک کر کے سرنگوں ہوتے چلے گئے حتیٰ کہ سارا ایران اسلام کے سبز ہلالی پرچم کے سائے تلے آ گیا۔

اور جب ایران سے بے تحاشا مال غنیمت آیا اور مسجد نبوی کے صحن میں جیسے ایک پہاڑ سا کھڑا ہو گیا ہو۔تب حضرت عمرؓ نے صحابہ کو حکم دیا کہ اس سامان میں سے خاص کسریٰ کی استعمال کی اشیاء الگ کر لی جائیں۔

اور کسریٰ کے کنگن اور کسریٰ کا لباس اور اُس کی چادر اور اس کے زیورات الگ کر لیے گئے۔

حضرت عمرؓ نے کسی کو بھیجا کہ سراقہ بن مالکؓ کو بلا لائے۔

سراقہ بن مالکؓ حاضر ہوئے اور انہیں کسریٰ شاہ ایران ابن ہرمز کے کنگن پہنائے گئے ۔حضرت عمرؓ نے کسریٰ کی چادر اور اُس کی دیگر اشیاء بھی حضرت سراقہ بن مالکؓ کے حوالے کر دیں۔سراقہ بن مالکؓ نے جب کسریٰ کے کنگن پہن لیے تو حضرت عمر نے حضرت سراقہ بن مالکؓ سے کہا۔

اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ اور کہو!

'' اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ سَلَبَ هٰذَا كِسْرٰی الْمَلِكِ الَّذِیْ كَانَ یَزْعُمُ اَنَّهٗ رَبَّ النَّاسِ وَكَسَاهَا اَعْرَابِیًّا مِنْ بَنِیْ مُدْلِجٍ۔

کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں جس نے اس کسریٰ سے یہ سب کچھ چھینا جو یہ گمان کرتا تھا کہ وہ لوگوں کا رب ہے مگر اللہ نے بنو مدلج کے ایک بدو کو اُس پہ ترجیح دی۔

اُم معبد کی فصاحت

آنحضرت محمد ﷺ اور آپ کے ہمرائیوں کا سفر جاری تھا اور یہ انسانی تاریخ کا متبرک ترین سفر تھا ،جس میں صحرا کی چلچلاتی دھوپ میں کچھ مسافر اپنی متاع حیات یعنی اپنے عقائد کی حفاظت اور اس کی تبلیغ واشاعت کے لیے اپنا وطن چھوڑنے پہ مجبور ہوئے تھے،کون کہہ سکتا تھا کہ انسانوں کا یہ مختصر سا قافلہ انسانوں کی عقائدی،جغرافیائی،ساجی،اخلاقی اور معاشرتی تاریخ کو الٹ پلٹ کر دینے کو تھا۔حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ ہم غار ثور سے نکلے اور ہمیں دشمن کی طرف سے خطرات درپیش تھے۔اس لیے ہم تھوڑے وقت میں زیادہ فاصلہ طے کر لینے کے خواہش مند تھے ۔چنانچہ ہم ساری رات چلتے رہے پھر دن نکلا ہم تب بھی نہ رکے۔پھر جب دوپہر ہوگئی اور عرب کی دھوپ ہر چیز کو جھلسانے لگی تب بھی ہم چلتے رہے کہ دور دور تک کوئی سایہ نہ تھا جس کے نیچے ہم استراحت کے لیے رکتے۔پھر اللہ نے ہم پہ کرم کیا اور دور ہم نے پہاڑوں کا ایک سلسلہ دیکھا جب ہم نزدیک ہوئے تو میں نے دیکھا کہ ایک چٹان بہت آگے بڑھی ہوئی ہے اور اُس کا سایہ کافی وسیع جگہ کو گھیرے ہوئے ہے۔

اور ہم نے وہاں پہلا پڑاؤ کیا۔

میں نے سائے کی اُس جگہ کو اپنے ہاتھ سے صاف کیا اور کنکر وغیرہ چن کے ایک پوستین بچھا دی جو میرے سامان سے نکلی تھی۔نبی اکرم ﷺ تشریف لائے اور اُس بستر پہ آرام کرنے

لگے اور جلد ہی آپ ﷺ سو چکے تھے۔

اور میں دشمن کے خطرے کے پیش نظر پہرہ دے رہا تھا۔

تب میں نے دور ایک چرواہا دیکھا جو اپنی بکریوں کو دھوپ سے بچانے کے لیے شاید اسی چٹان کی طرف آ رہا تھا۔

میں اپنی جگہ سے نیچے اترا اور اُس تک پہنچ گیا۔

میں نے اُس سے کچھ سوالات کئے اور میں جان گیا کہ وہ مکہ سے تعلق رکھتا ہے اور اُس کے پاس فلاں شخص کی بکریاں ہیں۔

میں نے اُس سے پوچھا؟

تمہارے پاس کوئی ایسی بکری ہے جس کا دودھ دوہو یا جا سکے۔

اُس نے کہا کئی ہیں۔

میں نے کہا انہیں یہاں لاؤ ہمیں دودھ چاہیے۔

چرواہے نے کہا بڑے شوق سے۔

اور میں نے اُس کی بکریوں سے ایک برتن میں دودھ نکالا اور اس میں چشمے کی ٹھنڈی دھار ڈالی جس سے دودھ بہت خوشگوار ہو گیا۔

میں دودھ لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت حاضر ہوا اور نبی اکرم ﷺ اس دوران جاگ چکے تھے میں نے دودھ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا آپ ﷺ نے خوش ہو کے پیا۔

اس کے بعد ہم کچھ دیر مزید اسی چٹان کے سائے میں بیٹھے رہے۔ پھر آنخضرت محمد ﷺ نے سوال کیا؟

ابو بکرؓ کیا روانگی کا وقت نہیں ہوا''۔ میں نے کہا ضرور!

اور ہمارا قافلہ پھر سے منزل کی طرف رواں ہو گیا۔

پھر یہ قافلہ قدید کی بستی پہنچا مگر وہاں انہوں نے قیام نہ کرنا تھا اس لیے قافلہ بستی کو پیچھے چھوڑتا ہوا آگے کو روانہ ہوا۔

بستی کے آخری سرے پہ ایک خیمہ تھا اور وہ خیمہ اُم معبد کا تھا۔

اُم معبد ایک صاحب دانش خاتون تھیں۔

نبی اکرم ﷺ کے قافلے نے کچھ دیر وہاں قیام کیا۔

حضرت ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ عربوں میں وہ شدید قحط کے دن تھے جب ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی اور اُم معبد کے خیمے کے قریب بھی ہم اس لیے رکے تھے کہ ہو سکے تو ہم زادِ راہ کے طور پہ کچھ کھجوریں اور گوشت خرید سکیں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اُم معبد سے سوال کیا کہ اُن کے پاس کچھ گوشت اور خشک کھجوریں ہوں گی تا کہ وہ انھیں خرید سکیں۔

اُم معبد نے جواب دیا:

بخدا! ہم اپنے مہمانوں سے ایسی چیزوں کی قیمت طلب نہیں کیا کرتے مگر قحط نے ہم کو اتنا پریشان کر دیا ہے کہ ہم خود کو اس قابل بھی نہیں پاتے کہ اپنے مہمانوں کی خاطر تواضع کر سکیں۔ آنحضرت محمد ﷺ بھی حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس تشریف لا چکے تھے اور آپ ﷺ نے دیکھا کہ خیمے کے ایک طرف ایک لاغر سی بکری کھڑی ہے۔

آنحضرت محمد ﷺ نے اُم معبد سے سوال کیا کیا اس بکری کے تھنوں میں کچھ دودھ ہے؟

اُم معبد نے کہا: آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ وہ اتنی لاغر ہے کہ ریوڑ کے ساتھ چرنے بھی نہ جا سکی وہ دودھ کیا دے گی۔

آنحضرت محمد ﷺ نے فرمایا: پھر بھی اگر تم اجازت دو تو ہم اس کو دو ہیں؟

اگر آپ کی خوشی اسی میں ہے تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

اُم معبد نے کہا:

آنحضرت محمد ﷺ نے دُعا فرمائی اور بکری کے تھنوں کو چھونے کے بعد کہا؛

برتن لاؤ۔ اُم معبد کے خیمے میں ایک نو عمر لڑکا بھی تھا وہ ایک برتن لایا جو اُس نے نبی اکرم ﷺ کو دیا۔

آپ ﷺ نے اُس سے فرمایا کہ واپس جاؤ اور ذرا بڑا برتن لاؤ۔

لڑکا حیران تو ہوا مگر وہ واپس گیا اور بڑا برتن لے آیا۔

آنحضرت محمد ﷺ نے بکری کے تھنوں کو چھویا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُن میں دودھ اتر آیا۔

اُم معبد اس ساری کاروائی کو نہایت غور سے دیکھ رہی تھی اور قدرے حیران بھی تھی تاہم آنحضرت محمد ﷺ کے ساتھیوں میں سے کوئی بھی حیران نہ تھا اس لیے کہ وہ جانتے تھے وہ اللہ کے رسول محمد ﷺ کے ساتھ ہیں اور انھوں نے آپ ﷺ کے ساتھ رہتے ہوئے لاغر بکری کے دودھ دینے سے زیادہ بڑی بڑی باتوں کا مشاہدہ کیا تھا۔ اُس لاغر بکری نے دودھ دینا شروع کیا تو دیتی ہی چلی گئی۔ پہلے وہ برتن بھرا گیا جو آنحضرت محمد ﷺ کے سامنے دھرا تھا۔ اس کے بعد اور برتن لائے گئے حتیٰ کہ گھر میں کوئی ایسا برتن نہ رہا جو دودھ سے لبریز نہ ہو گیا ہو۔ اس کے بعد سب سے پہلے اُم معبد کو پینے کے لیے یہ دودھ پیش کیا گیا مگر انھوں نے انکار کیا اور کہا یہ مہمانوں کا حق ہے۔

تاہم نبی اکرم ﷺ کے اصرار پہ انھوں نے دودھ پی لیا۔

اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے دودھ پیا۔

اس کے بعد قافلے کے دیگر افراد نے دودھ پیا۔

اور سب سے آخر میں آنحضرت محمد ﷺ نے دودھ پیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ ساقی سب سے آخر میں پیتا ہے۔

دودھ پینے کے بعد یہ مقدس قافلہ اپنی منزل کو روانہ ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد اُم معبد کا شوہر اپنی کمزور بکریوں کو گھسیٹتا تھکا مارا گھر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ گھر کا ہر برتن دودھ سے لبریز ہے اور اُن کی بیوی اُم معبد حیران سی بیٹھی ہیں۔

ابو معبد کے شوہر ابو معبد نے پوچھا؟

یہ دودھ کی نہریں کہاں سے بہہ رہی ہیں۔

اُم معبد نے اپنے شوہر کو دیکھا مگر خود اُم معبد تو جیسے خواب کی کیفیت میں تھیں۔ انھوں نے کہا !ہمارے ہاں کچھ مقدس مہمان اترے تھے یہ سب انھیں کی برکت سے ہے۔

ابو معبد نے اُم معبد سے کہا:

مجھے اُن کے بارے کچھ اور بتاؤ۔

تب صحرائے عرب کی اُس بادیہ نشین خاتون نے نبی اکرم ﷺ کا جو حلیہ بیان کیا اُس کی فصاحت اور اندازِ بیان اس قدر عمدہ تھا کہ چودہ سو سال ہوگئے مورخین اُم معبد کے اِن فقروں کو نقل کرتے چلے آئے ہیں جو انھوں نے نبی اکرم ﷺ کے حلیہ مبارک کے بیان میں ارشاد فرمائے۔

فَقَالَتْ،

اُم معبد نے کہا:

رَاَیْتُ رَجُلاً ظَاھِرًا الْوَضَاْ ۃِ حَسَنَ الْخُلُقِ

میں نے ایک ایسا مرد دیکھا جس کا حسن نمایاں تھا۔

مَلِیْحَ الْوَجْہِ

جس کی ساخت بڑی خوبصورت اور چہرہ ملیح تھا۔

لَمْ تَعِبْہُ ثَجْلَۃٌ تُزْرِبِہٖ صَعْلَۃٌ

نہ بڑھی ہوئی تو ندا نھیں معیوب بناتی تھی نہ پتلی کمر اور چھوٹا سر اِن میں نقص پیدا کرتا تھا۔

قَسِیْمٌ وَسِیْمٌ

بڑا حسین، بہت خوبرو!

فِیْ عَیْنَیْہِ دَعَجٌ وَ فِیْ اَشْفَارِہٖ وَطَفٌ

آنکھیں سیاہ اور بڑی، اور لمبی پلکیں۔

وَفِیْ صَوْتِہٖ صَحَلٌ

اُن کی آواز گونجدار تھی۔

اَحْوَلُ ، اَکْحَلُ

سیاہ چشم، سرگیں۔

اَزَجٌّ ، اَقْرَنُ

دونوں ابرو باریک اور ملے ہوئے۔

وَفِیْ عُنُقِہٖ سَطَعٌ

اُن کی گردن چمکدار تھی۔

وَ فِیْ لَحْیَتِہٖ کَثَا ثَہٌ

ریش مبارک گھنی تھی۔

اِذَا صَمَتَ فَعَلَیْہِ الْوَقَارُ

جب وہ خاموش ہوتے تو پروقار ہوتے۔

وَاِذَا تَکَلَّمَ سَمَا وَ عَلَاہُ الْبَھَاءُ

اور جب گفتگو فرماتے تو چہرہ پرنور اور بارونق ہوتا۔

حُلُوًّا الْمَنطِقِ

شریں گفتار!

فَصْلٌ لَا نَزْرٌ وَلَا ھَذَرٌ

گفتگو واضح ہوتی، بے فائدہ اور بیہودہ نہ ہوتی۔

کَاَنَّ مَنْطِقَہٗ خَرَزَاتُ نَظْمٍ یَتَحَدَّرْنَ

گفتگو جیسے موتیوں کی لڑی ہوتی جس سے موتی جھڑتے۔

اَبْھَی النَّاسِ وَاجْمَلَہٗ مِنْ بَعِیْدٍ

دور سے دیکھنے پہ سب سے زیادہ بارعب اور جمیل نظر آتے۔

وَاَحْسَنَہٗ مِنْ قَرِیْبٍ

اور قریب سے دیکھا جائے تو سب سے زیادہ خوبرو اور حسین دکھائی دیتے۔

رَابْعَۃٌ

قد درمیانہ تھا۔

لَا تَشْنَأُہٗ عَیْنٌ مِنْ طُوْلٍ

نہ اتنا طویل کہ آنکھوں کو برا لگے۔

لَا تَقْتَحِمُہٗ عَیْنٌ مِنْ قِصَرٍ

نہ اتنا پست کہ آنکھیں حقیر سمجھنے لگیں۔

غُصْنٌ بَيْنَ غُصْنَيْنِ فَهُوَ انْضَرُ الثَّلَاثَةِ مَنْظَرًا وَاَحْسَنُهُمْ قَدْرًا

آپ دو شاخوں کے درمیان ایک شاخ کی مانند تھے جو سب سے زیادہ سرسبز و شاداب اور قدآور ہو۔

لَهٗ رُفَقَاءُ يَحُفُّوْنَ بِهٖ

اُن کے ساتھی ایسے تھے کہ اُن کے گرد حلقہ بنائے رہتے۔

اِذَا قَالَ اِسْتَمَعُوْا لِقَوْلِهٖ

اگر آپ انھیں کچھ کہتے تو وہ فوراً اس کی تعمیل کرتے۔

وَاِنْ اَمَرَ تَبَادَرُوْا اِلٰى اَمْرِهٖ

اگر آپ انھیں حکم دیتے تو وہ فوراً عمل کرتے۔

مَحْفُوْدٌ مَّحْشُوْدٌ

سب کے سب مخدوم!

لَا عَابِسٌ وَلَا مُفَنَّدٌ

اور وہ ترش رو نہ تھے جن کی مخالفت کی جاتی۔ [31*]

****

ابو معبد نے کہا: بخدا میں جان گیا ہوں کہ وہ کون ہیں؟

کون ہیں، اُن کی بیوی نے پوچھا؟

وہی! قریش جن کی تلاش میں ہلکان ہو رہے ہیں۔

خدا کی قسم! اگر مجھے اُن کی زیادت نصیب ہو جاتی تو میں یقیناً اُن کے ساتھ روانہ ہو جاتا تا کہ اُن کی خدمت کر سکوں۔

اُم معبد سے روایت ہے کہ اس کے بعد ہماری ملاقات رسول اللہ ﷺ سے مدینہ کے ایک نخلستان میں ہوئی کہ میں اور میرا بیٹا بکریاں چرا رہے تھے کہ میرے بیٹے نے مجھ سے کہا: ماں دیکھو تو یہ وہی شخص ہیں جو اُس دن ہمارے ہاں رکے تھے جس کے بعد ہماری تنگدستی

خوشحالی میں بدل گئی تھی۔

اور وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے۔ہم جیسے اُڑ کے اُن کے قریب پہنچے ہوں۔

اور میں نے اُن کے پاس پہنچتے ہی سوال کیا؟

مبارک کہاں ہیں؟اور وہ مسکرا دیئے۔

یہیں قریب ہیں،انھوں نے کہا اور وہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے۔رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ بہت شفقت سے پیش آئے ہمیں کھانا کھلایا اور ساتھ ہی انعامات سے نوازا مگر سب سے بڑا انعام جو ہمیں آپ ﷺ سے حاصل ہوا وہ ایمان کی دولت تھی۔کئی مورخین نے بیان کیا ہے کہ معبد کے ماں اور باپ نے مدینہ ہجرت کی اور نعمت ایمان سے مشرف ہوئے۔[32*]

ابو معبد بیان کرتے ہیں کہ وہ بکری جس سے نبی اکرم ﷺ نے روز ہجرت دودھ دھویا تھا وہ اٹھارہ ہجری ''عام الرمادہ'' تک ہمارے پاس تھی'۔[33*]

مسافت اور منزلیں

ابن اسحٰق کے حوالے سے امام ابوالقاسم عبداللہ سہیلی روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن اریقط نے نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو قبا پہنچانے کے لیے جو راستہ اختیار کیا وہ پہلے مکہ کے نشیبی علاقوں میں اترا اور وہاں سے ساحل کی طرف نکل گیا گیا ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ سفر کرتے ہوئے وہ **عسفان** پہنچا۔

اس کے بعد اس نے بنوعسفان کے نشیبی علاقوں کا رخ کیا اور **امج** پہنچا۔ اور اسی راستے میں قدید تھا وہ **قدید** سے ہوتا ہوا **خرار** کے علاقے میں پہنچا اس کے بعد وہ لوگ **ثنیتہ المرۃ** کے علاقے سے گذرتے ہوئے **لقف** جا پہنچے۔ یہاں سے انھوں نے **مجلۃ لقف** کا راستہ اختیار کیا جو اس قافلے کو **مدلجہ مجاج** لے کے پہنچا۔

پھر وہ **مرجع مجاج** سے ہوتے ہوئے **مرجع ذوالعضوین** پہنچے۔

یہاں سے وہ مقدس قافلہ **ذوکشر** کی ودائی میں پہنچا۔ اور اسی وادئ کے ایک مقام سے وہ لوگ **جداجد** کی طرف مڑ گئے اور وہاں سے **اجرد** اور پھر وہاں سے **ذوسلم** کے علاقے تک پہنچے۔ **ذوسلم** سے یہ لوگ **اعدا** کی وادئ میں جا نکلے۔ اس کے بعد انھوں نے اپنا رخ **مدلجہ تعھن** کی طرف کیا اور اس مقام سے گذرتے ہوئے وہ **عبابیب** نامی علاقے میں داخل ہوئے۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ اس کے بعد یہ قافلہ **الفاجہ** پہنچا

۔**الفاجہ** سے یہ لوگ **اقاحہ** پہنچے اور وہاں بغیر رکے سفر کرتے ہوئے مقام **العرج** پہنچے۔ یہاں نبی اکرم ﷺ کے قافلے کی ایک سواری سست ہو گئی تو قبیلہ بنو اسلم کے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کو سواری کے لیے تازہ اونٹ پیش کیا جسے نبی اکرم ﷺ نے قبول فرما لیا۔

جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کو سواری پیش کی اس کا نام مورخین نے اوس ابن حجر لکھا ہے اور اُس نے ایک نوعمر غلام بھی آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جس کا نام مسعود بن ھنیدہ بیان کیا گیا ہے۔[34*] اور غالباً اسی منزل پہ بریدہ بن حصیب الاسلمی نے آپ ﷺ کے قافلے کا راستہ روکا۔ مگر اللہ کے ہاں اُنکے بارے میں بہتر فیصلہ ہو چکا تھا۔ حضرت بریدہؓ اپنا قصہ خود بیان کرتے ہیں چنانچہ امام بخاریؒ اُن سے روایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب میں نے سنا کہ اہل قریش نے رسول اللہ ﷺ کا پتہ بتانے والے کے لیے سو اونٹوں کا اعلان کیا ہے تو میں اپنے قبیلے کے ستر یا اسی سواروں کے ساتھ روانہ ہوا تاکہ آپ ﷺ کو تلاش کر کے سو اونٹ حاصل کر سکوں اور پھر میرا سامنا اللہ کے رسول ﷺ سے ہو گیا اور مجھ سے وہ امر فراموش ہو گیا جس کے لیے میں گھر سے نکلا تھا۔

جب میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے پہنچا تو آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا؟

تم کون ہو؟

میں نے کہا! بریدہ بن حصیب۔

یہ سن کر آنحضرت محمد ﷺ اپنے ساتھی (ابوبکر) کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ ہماری مہم کی تپش ٹھنڈی ہو گئی اور حالات درست ہو گئے۔

آپ ﷺ پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا تم کس قبیلے سے ہو؟

میں نے کہا: میں قبیلہ اسلم کا ایک فرد ہوں۔

یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے فضل سے ہم محفوظ ہو گئے ہیں۔

پھر مجھ سے پوچھا تم قبیلہ اسلم کی کس شاخ سے ہو؟

میں نے جواب دیا ہمارا تعلق بنوسہم سے ہے۔

آنحضرت محمد ﷺ پھر اپنے ساتھی کی طرف متوجہ ہو گئے اور حضرت ابوبکر سے فرمایا: اے ابوبکر تیرا تیر نکل آیا ہے۔

تب میں نے آپ ﷺ سے سوال کیا؟

کہ آپ کون لوگ ہیں؟

رسول اللہ ﷺ نے میرے سوال کے جواب میں بارعب انداز سے فرمایا: میں محمد بن عبداللہ ہوں اور تمام لوگوں پہ اللہ کی طرف سے معبوث کیا گیا ہوں۔ اور مجھے یوں لگا جیسا کہ میں اُن کے رعب تلے دب کے رہ گیا ہوں۔

میں نے بے قراری سے کہا: مجھے اپنے دین میں شامل کرلیں۔

اور نبی اکرم ﷺ مسکرا رہے تھے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہو! (اشہدوان لا الہ الا اللہ وان محمداً عبدہ ورسولہ)

اور میں نے بیتابی سے اِن کلمات کو ادا کیا۔

تب نبی اکرم ﷺ نے ہمارے لیے دُعا فرمائی اور اس کے بعد فرمایا:

ساری تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس کی مہربانی سے قبیلہ بنوسہم کے لوگ اپنی خوشی سے ایمان لے آئے نہ انھیں مجبور کیا گیا نہ دعوت دی گئی۔

اور ہم بہت خوش تھے کہ ہمارے دامن دولت ایمان سے جگمگا گئے ہیں۔

بریدہؓ نے آنحضرت محمد ﷺ سے کہا: یارسول اللہ ﷺ ضروری ہے کہ جب آپ مدینے میں داخل ہوں تو آپ ﷺ کے ہمراہ پرچم ہو۔ مگر چونکہ اتنی جلدی میں پرچم کا انتظام ممکن نہ تھا اس لیے حضرت بریدہؓ نے اپنا عمامہ پھاڑا اور اُس کے دو حصے کر دیئے ایک حصے کو نیزے کی انی پہ باندھا اور اسے لہراتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے قافلے کی راہنمائی فرمانے لگے ۔اسی دوران حضرت زبیرؓ جو ایک تجارتی قافلے کی سربراہی کر رہے تھے نبی اکرم ﷺ سے ملے۔

انھوں نے دیکھا کہ آنحضرت محمد ﷺ کے کپڑوں پہ سفر کی گرد ہے تو انھوں نے آنحضرت محمد ﷺ کو نئے کپڑوں کے کئی جوڑے عطا فرمائے۔ اس کے بعد آنحضرت محمد ﷺ کو ایک اور

قافلہ ملا جو شام سے مکہ کی طرف رواں تھا اور اُس کی سربراہی حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کررہے تھے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے بھی نبی اکرم ﷺ کو کپڑوں کے نئے جوڑے اور دیگر تحائف پیش کئے جنھیں نبی اکرم ﷺ نے شرف قبولیت عطا فرمایا۔ **العرج** کے مقام سے نبی اکرم ﷺ کا قافلہ **ثنیۃ العائر** پہنچا جس کے دائیں طرف **رکوبہ** کا مشہور مقام ہے۔ بعض مورخین نے اسے **ثنیۃ الغائر** بھی لکھا ہے اس کے بعد یہ مقدس قافلہ **رائم** کی وادیٔ سے گذرا اور اس کے بعد **قبا** تھا جہاں لوگ اُن راہوں پہ پلکیں بچھائے بیٹھے تھے جن راہوں سے اِن مقدس مہمانوں نے گذرنا تھا اور وہ لوگ جو اس مقدس قافلے کے منتظر تھے وہ اس زمین کے اعلیٰ ترین لوگ تھے کہ انھی لوگوں نے بعد کے سالوں میں اسلام کی روشنی کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچایا حتیٰ کہ زمین کا بیشتر حصہ دین توحید کی روشنی سے جگمگانے لگا اور آج اسلام دنیا کا دوسرا سب سے بڑا مذہب ہے اور لوگ آج بھی اس کے دامن عافیت میں پناہ لینے میں مصروف ہیں کہ سکون دل کے لیے آج بھی قرآن کے سوا قرار کی کوئی اور منزل موجود نہیں۔

1 ہجری، 28 صفر بروز پیر، 14 ستمبر، 622ء

قبا میں آمد

اہل مدینہ اس بات سے آگاہ تھے کہ حضور نبی اکرم ﷺ مکہ سے مدینہ کے لیے روانہ ہو چکے ہیں اس لیے اُن کی نگائیں اب اُن راستوں پہ جمی رہتی تھیں جن سے گذر کے اُن کے مقدس مہمانوں نے اُن تک پہنچنا تھا۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ مجھ سے عبدالرحمان بن عویمر بن ساعدۃ نے بیان کیا کہ جب سے ہمیں اس بات کا علم ہوا تھا کہ نبی اکرم ﷺ مکہ سے روانہ ہو چکے ہیں تب سے ہمارے معمولاتِ زندگی بدل چکے تھے اور ہم لوگ صبح کی نماز پڑھنے کے ساتھ ہی قبا کے اُن ٹیلوں پہ چلے جاتے جہاں دور سے آنے والے قافلوں کو دیکھا جا سکتا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ:[*35]

خدا کی قسم! پھر ہم سب وہیں ٹھہرے رہتے حتیٰ کہ دھوپ ہمیں جھلسانے لگتی تب ہم اپنے ٹھکانوں کی طرف واپس آتے۔ وہ بہت گرمی کے دن تھے اور وہاں دور دور تک سائے کا کوئی اہتمام نہ تھا اس لیے جب دوپہر ہمارے جسموں میں گھسنے لگتی تب ہم وہاں سے رخصت ہوتے کہ اب اگلے دن رسول اللہ ﷺ کا انتظار کریں گے۔

اُس دن جب نبی اکرم ﷺ نے ہمارے دلوں اور ہمارے گھروں کو رونق بخشی اُس دن بھی تو ایسا ہی ہوا تھا کہ دن ڈھلنے تک ہم قبا کے اُنھی ٹیلوں میں دور تک بچھے راستے پہ نگائیں جمائے بیٹھے رہے، مگر ہماری مراد آج بھی پوری نہ ہوئی تھی اور ہم نے اپنے گھروں کی راہ لی مگر جب ابھی ہم اپنے گھروں کی چوکھٹ سے دور ہی تھے کہ ایک یہودی جو اپنے کھجور کے درخت پہ چڑھا ہوا تھا اُس نے نبی اکرم ﷺ کے قافلے کو دیکھا اور ہمیں زور زور سے پکارا:

ارے او بنو قیلہ ![*36]

تم جس مقدس مہمان کا انتظار کرتے تھے وہ آ پہنچے ہیں ۔ چنانچہ ہم لوگوں کو ہر چیز بھول گئی سوائے اس کے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کا استقبال کرنا ہے ہم نے حضور اکرم نبی ﷺ کی زیارت کرنی ہے ۔ اور ہم میں بہت سے تھے جنھوں نے اس سے قبل رسول اللہ ﷺ کی زیارت نہ کی تھی ۔ چنانچہ ہم وہاں پہنچے جہاں رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اترے تھے تو ہم نے دیکھا کہ آپ ﷺ ہماری زمینوں پہ رونق افروز ہو گئے ہیں اور اس سے قبل آپ ﷺ ہمارے دل کی زمینوں کو فتح کر چکے تھے ۔ نبی اکرم ﷺ ایک کھجور کے سائے میں تشریف فرما تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابو بکر بھی تھے ۔

آپ ﷺ کے گرد لوگوں کا اژدھام بڑھتا جا رہا تھا ۔

کچھ لوگ جنھوں نے اس سے قبل رسول اللہ ﷺ کی زیارت نہ فرمائی تھی انھیں حضرت ابو بکر صدیقؓ اور آنحضرت محمد ﷺ میں امتیاز کرنے میں دشواری پیش آ رہی تھی ۔ جلد ہی حضرت ابو بکر صدیق نے اس بات کو جان لیا تھا اور وہ بہت صاحب دانش تھے چنانچہ انھوں نے فوری طور پہ ترکیب کی اور اٹھ کھڑے ہوئے اپنی چادر پھیلائی اور رسول اللہ ﷺ کے سر پہ اُس سے سایہ کرنے لگے ۔ چنانچہ اب لوگوں کو آنحضرت محمد ﷺ کو پہچاننے میں کوئی دشواری پیش نہ آ رہی تھی اس لیے کہ حضرت ابو بکر صدیق کی اس عمدہ ترکیب کی وجہ سے لوگ دور ہی

جان جاتے کہ خادم کون ہے اور مخدوم کون؟

ابن اسحٰق نے اہل مدینہ سے روایت کیا ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ قبا میں تشریف لائے تو آپ ﷺ سب سے پہلے حضرت کلثوم بن ھدمؓ کے ہاں اترے۔ جن کا تعلق بنوعمرو بن عوف کی شاخ بنوعبید سے تھا۔ جب کہ دیگر کئی مورخین نے لکھا ہے کہ آنحضرت محمد ﷺ قبا میں حضرت سعد بن خثیمہؓ کے ہاں ٹھہرے۔ تاہم غور فکر سے دیکھیں تو اِن دونوں روایات میں کوئی تضاد نہیں ہے اس لیے کہ علامہ برہان الدین حلبیؒ نے لکھا ہے کہ آنحضرت محمد ﷺ کلثوم بن ھدمؓ کے ہاں ہی اترے تھے۔ مگر چونکہ بہت سے صحابہ جو کنوارے تھے یا انھوں نے اپنے بیوی بچوں کے بغیر ہجرت کی تھی وہ حضرت سعد بن خثیمہؓ کے ہاں ٹھہرے تھے اور اُن کے گھر میں ہر وقت رونق لگی رہتی تھی تو آنحضرت محمد ﷺ جو کلثوم بن ھدمؓ کے ہاں ٹھہرے تھے وہ اپنے اصحاب سے ملاقات کے لیے دن کا بہت سا حصہ حضرت سعد بن خثیمہ ؓ کے ہاں گذارتے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت خبیب بن ایسافؓ کے گھر میں اترے تھے ادھر مکہ میں جب حضرت علیؓ اپنی اُس ذمہ داری سے فارغ ہوئے جو انھیں رسول اللہ ﷺ نے تفویض کی تھی اور آپ نے تمام اہل مکہ کی امانتیں اُن تک پہنچا دیں تو وہ بھی مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اُن کے پاس سواری نہ تھی اس لیے وہ پیدل ہی قبا میں آنحضرت محمد ﷺ سے جا ملے اور کلثوم بن ھدمؓ کے ہاں ہی اترے۔ رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا کہ حضرت علیؓ تشریف لا چکے ہیں تو آپ ﷺ اُن سے ملنے کے لیے تشریف لائے اور حضرت علیؓ نے چونکہ مکہ سے مدینہ تک پیدل سفر کیا تھا اس لیے اُن کے زخمی پاؤں دیکھ کر آنحضرت محمد ﷺ آبدیدہ ہو گئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ قبا ہی قیام پذیر تھے جب آپ ﷺ نے صحابہ کو ایک مسجد کی تعمیر کا حکم دیا۔ کلثوم بن ھدمؓ جو نبی اکرم ﷺ کے میزبان بھی تھے انھوں رسول اللہ ﷺ سے فرمایا: میرے پاس زمین کا ایک قطعہ ہے آپ ﷺ اُس کو دیکھ لیں اور اگر پسند فرمائیں تو وہیں مسجد تعمیر کریں۔ آنحضرت محمد ﷺ کلثوم بن ھدمؓ کے ساتھ تشریف لے گئے اور آپ ﷺ

نے اُس جگہ کو پسند فرمایا جس کے بارے میں کلثوم بن ہدمؓ نے آپ کو پیشکش کی تھی۔ چنانچہ اگلے دن آنخضرت محمدﷺ نے اپنے اصحاب کے ساتھ مل کر مسجد قبا کی تعمیر شروع کی۔

ایک انصاری صحابی شموس بن نعمانؓ روایت کرتے ہیں کہ جب نبی اکرمﷺ قبا میں تشریف فرما تھے تو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ نبی اکرمﷺ مسجد قبا کی تعمیر میں بہ نفس نفیس شامل ہوئے۔ نبی اکرمﷺ خود پتھر اٹھاتے اور اس پتھر سے گرنے والی مٹی کو جو آپﷺ کے چمکتے شکم مبارک پہ گرتی اور اسے آلودہ کرتی اور میں یہ منظر آج بھی اسی طرح دیکھ رہاں ہوں جیسے یہ کل کی بات ہو۔

صحابہ آپﷺ کے پاس آتے اور فرماتے۔

یارسول اللہﷺ آپ آرام فرمائیں ہم یہ سب کرلیں گے۔

اور صحابہ آپﷺ سے فرماتے آپ یہ پتھر ہمیں دے دیں مگر نبی اکرمﷺ فرماتے نہیں اسے تم میرے ہی پاس رہنے دو اور تم جا کر اسی طرح کا کوئی اور پتھر اٹھا لاؤ اور آپﷺ ہردم ہمارے ساتھ ہی شریک رہے حتیٰ کہ مسجد قبا کی تعمیر مکمل ہوئی۔ نبی اکرمﷺ سے مسجد قبا کی عظمت کے بارے میں بہت سی روایات مروی ہیں جن میں آپﷺ نے اس مسجد کی اہمیت اور عظمت کو بیان کیا ہے۔ نبی اکرمﷺ نے فرمایا کہ جو شخص وضو کرتا ہے اور عمدگی سے وضو کرتا ہے اور مسجد قبا میں آتا ہے تو اسے عمرہ کا ثواب دیا جائے گا۔ امام ترمذیؒ نے حضرت اسید بن حضیرؓ سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ مسجد قبا میں ایک نماز کا ثواب عمرہ ادا کرنے کے برابر ہے۔ صحابہ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس کے بعد نبی اکرمﷺ مدینہ سے مسجد قبا کی طرف تشریف لایا کرتے تھے۔ عام طور پہ اگر آپﷺ غزوات یا دیگر امور میں مصروف نہ ہوں تو آپﷺ پیر اور جمعرات کو ضرور مسجد قبا میں تشریف لایا کرتے تھے ۔مورخین اس بارے میں متفرق ہیں کہ نبی اکرمﷺ نے قبا میں کتنے روز قیام کیا۔

اولین سیرت نگار امام ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ نبی اکرمﷺ کی چار روز تک قبا میں قیام فرمایا: موسیٰ بن عقبہ کی ایک روایت ہے کہ نبی اکرمﷺ نے قبا میں بائیس روز تک قیام فرمایا۔ اسی طرح علامہ واقدی سے ایک روایت ہے کہ آنخضرت محمدﷺ نے چودہ روز

تک مدینہ میں قیام کیا۔تاہم امام بخاریؒ نے امام زہریؒ سے حضرت عروہؓ کی جو روایت بیان کی ہے وہی قرین قیاس ہے۔

عروہ کی روایت میں یہ ہے کہ سرور عالمﷺ نے قبا میں دس راتوں سے کچھ اوپر قیام کیا یہاں تک مسجد قبا کی تعمیر مکمل ہوگئی۔ہم نے عروہؓ کی روایت کو اس لیے ترجیح دی ہے کہ عقلی طور پہ اس بات کو قبول کرنا قدرے دشوار ہے کہ تین روز میں نبی اکرمﷺ نے سینکڑوں صحابہ کو بھی وقت دیا ہو اور مسجد قبا کی تعمیر بھی مکمل کی ہو اور دیگر کئی امور بھی سرانجام دیئے ہوں اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ نبی اکرمﷺ کا قبا میں قیام دس روز سے کچھ اوپر ہی رہا ہوگا جیسا کہ امام زہریؒ والی روایت میں بیان کیا گیا ہے۔

قبا میں نبی اکرمﷺ کے قیام کے دوران وہ صحابہ جنھوں نے دین اسلام قبول تو کر لیا تھا مگر ابھی تک نبی اکرمﷺ کی زیادرت نہ کی تھی اور دوسرے وہ صحابہ جنھوں نے نبی اکرمﷺ کے ساتھ بیت عقبہ اولی اور بیت عقبہ ثانیہ میں شرکت کی تھی مدینہ سے جوق در جوق تشریف لا رہے تھے۔

حضرت سعد بن خثیمہؓ کے گھر دن رات رونق لگی رہتی تھی۔

لوگ آنحضرت محمدﷺ سے قرآن سنتے اور دین اسلام کے بنیادی مسائل جاننے کی کوشش کرتے۔

لوگوں میں ایک جوش اور ولولے کا عالم تھا۔

اسی شوق اور وارفتگی میں وہ صحابہ جو خاص شہر مدینہ کے باسی تھے روز ہی آنحضرت محمدﷺ کے دیدار کے لیے تشریف لے آتے حتیٰ کہ نبی اکرمﷺ نے مدینہ تشریف لے جانے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔

یکم محرم 1 ہجری بمطابق 17 جولائی 622ء



- رسول اللہ ﷺ کی ہجرت
- اہل مدینہ کی بیتابیاں
- فقید المثال استقبال
- مؤاخات
- مسجد نبوی کی تعمیر
- میثاقِ مدینہ
- اصحابِ صفہ
- حضرت عائشہؓ کی رخصتی

سیرۃ المزمل ﷺ مدنی عہدِ رسالت

1 ہجری، 12 ربیع الاول بروز جمعہ، 28 ستمبر، 622ء

شہر نبوی

قبا میں قیام کے بعد جب نبی اکرم ﷺ مدینہ جانے کے ارادے سے اپنی اونٹنی قصویٰ پہ سوار ہوئے تو لوگوں کا ایک جم غفیر تھا جو آپ ﷺ کے ساتھ شہر مدینہ کی طرف رواں تھا۔ فرزندانِ یثرب کا نصیب کھلنے کو تھا اور دنیا کو اسلام کی راحت ملنے والی تھی۔ اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب نے مدینہ سے ہی نکل کر دنیا کو اسلام کی دولت منتقل کی تھی۔ ابن ہشام نے ابوخثیمہ کے فرزند کے حوالے سے تحریر فرمایا ہے کہ میری عمر اگرچہ اُس وقت کم تھی اور میں بچہ ہی تھا اس کے باوجود میں اُس ہجوم میں شامل تھا جس کے جلوؤ میں رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں قدم رنجہ فرمایا کہ میں نے اپنی زندگی میں اُس سے خوبصورت دن پھر کبھی نہیں دیکھا۔

حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا:

جس دن نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے یوں لگتا تھا کہ ہمارے دیوار و در تک جگمگا رہے ہیں ۔آپ کی اونٹنی قصویٰ پہ سادہ سا کجاوہ کسا گیا جس پہ نبی اکرم ﷺ تشریف فرما ہوئے۔ جب آپ

ﷺ شہر مدینہ میں داخل ہوئے تو بے شمار لوگ آپ ﷺ کے استقبال کے لیے موجود تھے لوگ ہتھیار لگا کر اور نئے کپڑے زیب تن کر کے آئے تھے اور ہر طرف عید کا سا سماں تھا۔ حبشی غلام اپنے جنگی ہتھیاروں کے ساتھ کرتب دکھا رہے تھے اور مکہ کی عورتیں اور نوجوان لڑکیاں اپنے گھروں کی چھتوں سے نبی اکرم ﷺ کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے بے تاب تھیں۔ اہل مدینہ کی لڑکیاں دف بجا کر اپنی خوشی کا اظہار کر رہی تھیں اور خوشی کے گیت گا رہی تھیں۔

مورخین نے لکھا ہے کہ تب شہر مدینہ کے نو محلے تھے اور ہر ہر بستی کے لوگ انھیں راستوں میں جمع تھے جہاں سے نبی اکرم ﷺ نے گذرنا تھا۔ مورخین اس بارے میں متفق ہیں کہ وہ جمعہ کا دن تھا۔ چنانچہ جب یہ قافلہ ابھی چند فرلانگ ہی چلا ہوگا کہ نماز جمعہ کا وقت ہوگیا۔ اور یہ بنو سالم کا محلّہ تھا جس کے ایک کھلے مقام رانونا میں صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں نماز جمعہ ادا کی۔ نبی اکرم ﷺ نے اس نماز سے قبل اپنے اصحاب کو جو خطبہ ارشاد فرمایا اُس کو مورخین نے محفوظ رکھا۔ ترجمہ پیش خدمت ہے۔

”تمام تعریفیں اللہ رب العزت ہی کے لیے ہیں میں اسی کی حمد کرتا ہوں اور اسی سے مدد مانگتا ہوں۔ اسی سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اسی سے ہدایت کا سوال کرتا ہوں۔ میں اس پہ ایمان لے آیا ہوں اور اس کے ساتھ کفر نہیں کرتا، جو اس کے ساتھ کفر کرتا ہے میں اس کا دشمن ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جس کا کوئی شریک نہیں اور بے شک (محمد ﷺ) اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے ساتھ اتارا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ہدایت دین حق کے نور اور موعظت کے ساتھ اس وقت اتارا جب کہ کافی مدت سے رسولوں کی آمد کا سلسلہ منقطع تھا، جب علم قلیل ہوگیا تھا اور لوگ گمراہ ہو رہے تھے اور اس وقت زمانہ ختم ہونے والا ہے قیامت قریب آگئی ہے اور موت کا وقت نزدیک آ پہنچا ہے چنانچہ جو اطاعت کرتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی تو وہی ہدایت یافتہ ہے اور جو نافرمانی کرتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی تو وہی گمراہ ہوا، وہی حد سے بڑھا ہوا ہے اور وہ گمراہی میں دور نکل

گیا۔اور میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کیونکہ بہترین وصیت جو ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو کر سکتا ہے یہ ہے کہ وہ اسے اپنی آخرت بہتر کرنے کے لیے انگیخت کرے اور اسے اللہ سے ڈرنے کا حکم دے۔ چنانچہ ڈرتے رہو جیسے ڈرایا تمہیں اللہ نے اپنے غضب سے کہ اس سے افضل کوئی نصیحت نہیں اور اس سے بہتر کوئی یاد دہانی نہیں، یہی تقویٰ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اور خوفزدہ ہو کر نیک عمل کرتا ہے اور یہی سچی مدد ہے اس چیز کی جس کی تم خواہش رکھتے ہو قیامت کے دن کے لیے جو شخص اصلاح کرتا ہے اپنے باطن کی اور اپنے ظاہر کی اور جو اس کے درمیان ہے اور اللہ کے درمیان ہے اور وہ نہیں ارادہ کرتا اس سے بجز اللہ کی رضا کے تو یہ بات دنیا میں اس کے ذکر کو بلند کر دے گی، اور موت کے بعد اس کے لیے سرمایہ ہو گیا کہ جب انسان محتاج ہو گا اُن اعمال حسنہ کی طرف سے جو اس نے آگے بھیجے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے۔ وہ اس روز دوست رکھے گا کہ اس کے درمیان اور اِن چیزوں کے درمیان بہت لمبا فاصلہ ہے اور ڈراتا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے اور اللہ تعالیٰ بہت مہربان ہے اپنے بندوں پہ اور جس شخص نے سچ بات کی اور اپنے وعدے کو پورا کر دکھایا تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کو پورا کرے گا کیونکہ وہ فرماتا ہے کہ میرے نزدیک میرا قول نہیں بدلتا اور میں اپنے بندوں کے ساتھ ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔اور ڈرتے رہا کرو اللہ تعالیٰ سے اِن کاموں کے بارے میں جو اب ہو رہے ہیں اور اِن کاموں میں جو بعد میں ہوں گے چاہے وہ اعلانیہ ہوں یا پوشیدہ، کیونکہ جو ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو دور کر دیتا ہے اور قیامت کے دن اس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا اور جو ڈرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ سے وہی عظیم کامیابی حاصل کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا بچاتا ہے اس کے غضب سے اور بچاتا ہے اس کے عذاب سے اور بچاتا ہے اس کی ناراضگی سے اور بے شک اللہ کا خوف چہرے کو روشن کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے درجوں کو بلند کرتا ہے، اپنا حصہ لے لو اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں کوتاہی نہ کرو اللہ تعالیٰ نے سکھا دی ہے

تمھیں اپنی کتاب اور واضح کر دیا ہے تمہارے لیے اپنا راستہ تا کہ وہ جان لے ان لوگوں کو جو سچے ہیں اور جان لے جھوٹوں کو اور تم بھی بھلائی کرو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے احسان فرمایا ہے اور تم اللہ کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی رکھو اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا حق ادا کرو کہ اس نے تم کو چنا ہے اور اسی نے تمھیں مسلم کے لقب سے موسوم کیا ہے تا کہ ہلاک ہو جس نے ہلاک ہونا ہے دلیل سے اور زندہ ہو جس نے زندہ رہنا ہے دلیل سے اور کوئی قوت نہیں اللہ کی قوت کے سوا۔ پس کثرت سے اللہ کا ذکر کیا کرو اور موت کی بعد کی زندگی کے لیے عمل کیا کرو۔ جو شخص اپنے درمیان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان معاملہ درست کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے درمیان اور لوگوں کے درمیان خود معاملہ درست فرما دیتا ہے اور یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پہ اپنی مرضی نافذ کر سکتا ہے اور لوگ اس پہ اپنی مرضی نافذ نہیں کر سکتے اور وہ لوگوں کے تمام احوال کا مالک ہے مگر لوگ اس کے احوال جاننے سے قاصر ہیں اللہ بہت بڑا ہے اور کوئی قوت نہیں جو اس سے بڑھ کے ہو سوائے اللہ تعالیٰ کے جو بہت اعلیٰ اور بڑی عظمت والا ہے![*37]

☯☯☯☯☯☯☯

ابن اسحٰق کے مطابق جب نبی اکرم ﷺ بنو سالم کے محلّہ میں نماز جمعہ سے فارغ ہوئے تو قبیلہ بنی عوف کے سرکردہ افراد نبی اکرم ﷺ کے نزدیک پہنچے اور آپ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ﷺ انھیں کے ہاں اتریں۔ بنو عوف کے سرداروں میں سے عتبان بن مالک ؓ اور حضرت عباس بن عبادہ بن نھلہ ؓ شامل تھے جنھوں نے نبی اکرم ﷺ سے یہ درخواست کی تھی۔ مگر نبی اکرم ﷺ نے اُن کو جواب دیا کہ میری اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو یہ اللہ کی طرف سے معمور کی گئی ہے۔

بنو عوف کے سرداروں نے نبی اکرم ﷺ کے حکم کے سامنے سر جھکا دیا اور آنحضرت محمد

ﷺ کی اونٹنی آگے بڑھ گئی۔ نبی اکرمﷺ کی اونٹنی اللہ کے حکم کے مطابق آگے بڑھتی رہی حتیٰ کہ وہ بنو بیاضہ کے محلے میں پہنچی تو وہاں کے سرادروں یعنی زیاد بن لبیدؓ اور فروہ بن عمرؓ اپنے قبیلے بنو فروہ کے دیگر اہم راہنماؤں کے ساتھ آگے بڑھے اور رسول اللہﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑ لی اور کہا: یا رسول اللہﷺ ہمارے ہاں افراد کی کثرت اور اسلحہ کی فراوانی ہے اور ہم نے آپﷺ کی خدمت اور حفاظت کا تمام انتظام کرلیا ہے اس لیے ہماری خواہش ہے کہ نبی اکرمﷺ ہمارے ہاں قیام پذیر ہوں کہ ہم نہیں جانتے کہ اس سے بڑی بھی کوئی سعادت ہوسکتی ہے۔ نبی اکرمﷺ نے اُن کی محبت کا شکریہ ادا کیا اور انھیں سمجھایا کہ خود میں بھی نہیں جانتا کہ اس امر میں اللہ کی مرضی کیا ہے میری اونٹنی کو اللہ کی جانب سے معمور کیا گیا ہے جہاں یہ بیٹھ جائے گی وہیں میں قیام کروں گا اس لیے میری اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو۔ بات بنو فروہ کے سرداروں کی سمجھ میں آ گئی اور انھوں نے نبی اکرمﷺ کی اونٹنی کا راستہ چھوڑ دیا۔جس کے بعد اونٹنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہوگئی جسے شاید کوئی بھی نہ جانتا تھا ۔اونٹنی آگے بڑھتی ہوئی بنو ساعدہ کے محلے میں پہنچی اور وہاں بھی وہی واقعہ پیش آیا جو اس سے قبل دو دفعہ پیش آچکا تھا۔اس لیے کہ اہل مدینہ تمام کے تمام نبی اکرمﷺ کی محبت سے معمور تھے اور ہر قبیلے کی دل سے خواہش تھی کہ یہ سعادت انھیں کے حصے میں آئے الغرض اب کے بنو ساعدہ کے سرداروں نے آپﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑ لی اور اترنے کی درخواست کی۔

بنو ساعدہ کی طرف سے یہ درخواست حضرت سعد بن عبادہؓ، حضرت منذر بن عمروؓ اور بنو ساعدہ کے دیگر اہم لوگوں نے نبی اکرمﷺ کی خدمت میں پیش کی، انھوں نے کہا:

یارسول اللہﷺ:

ہمارے پاس جوان زیادہ اور اسلحہ کی فراوانی ہے جنگ کی سختی میں ہم کبھی نہیں گھبرائے اور ہم آپﷺ کی حفاظت کی اہلیت بہ خوبی رکھتے ہیں اس لیے ہماری خواہش ہے کہ آپﷺ ہمارے ساتھ اتریں۔ نبی اکرمﷺ نے اُن کو بھی یہی جواب دیا جو آپﷺ دوسرے لوگوں کو دے چکے تھے آپﷺ نے فرمایا:

میری اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو اسے حکم دیا جا چکا ہے۔

چنانچہ بنو ساعدہ کے لوگ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی راہ سے ہٹ گئے اور آپ ﷺ کی اونٹنی قصویٰ نے اپنی منزل کی طرف سفر جاری رکھا۔ پھر اونٹنی بنو حارث بن خزرج کے محلے میں پہنچی اور بنو خزرج کے لوگوں میں سے حضرت سعد بن ربیعؓ، حضرت خارجہ بن زیدؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے آپ ﷺ کی اونٹنی کا راستہ روکا اور آپ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ﷺ اُن کے ہاں اتریں۔ نبی اکرم ﷺ نے اُن کو بھی وہی جواب دیا جو اہل مدینہ کے دوسرے سرداروں کو دے چکے تھے

کہ میری اونٹنی کے راستے سے ہٹ جاؤ یہ جہاں چاہے گی بیٹھ جائے گی۔

اس کے بعد اونٹنی بنو عدی بن نجار کے محلے میں پہنچی اور بنو عدی کے سردار بھلا اس سعادت سے کیوں پیچھے رہتے۔ چنانچہ سلیط بن قیسؓ اور ابو سلیط اسیرہ بن خارجہؓ آگے بڑھے اور آپ ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑ لی۔

انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے کہا: یارسول اللہ ﷺ!

ہم آپ کے ماموں ہیں اور دوسروں سے زیادہ آپ ﷺ کی حفاظت اور خیال رکھنے والے ہیں ہمارے پاس نہ جوانوں کی کمی ہے اور نہ ہتھیاروں کی اس لیے آپ ﷺ ہمارے ہاں اتریں۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن سے کہا:

یہ اونٹنی اللہ کے حکم کی پابند ہے جہاں یہ بیٹھ جائے گی میں وہیں قیام کرلوں گا اس لیے دیکھو کہ یہ کہاں بیٹھتی ہے۔

اور اونٹنی آگے بڑھ کے بنو نجار بن مالک کے محلے میں ایک کھلے میدان میں جہاں کھجوریں خشک کی جاتی تھیں جا بیٹھی۔

اور وہ آپ ﷺ کے ننھال کا محلّہ تھا۔

آپ ﷺ اونٹنی سے نیچے تشریف لے آئے اور فرمایا:

جس کا گھر اونٹنی سے قریب ہو وہ میری اقامت کا بندوبست کرے۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ دوڑ کے آگے بڑھے اور آپ ﷺ کا بستر وغیرہ اونٹنی سے اتار کے اپنے گھر لے گئے کہ انھی کا گھر اونٹنی کے بیٹھنے کی جگہ کے سب سے زیادہ قریب تھا۔

امام عبداللہ سہیلیؒ نے الروض الانف میں لکھا ہے کہ![38*]

مسجد نبوی اور حجرات کی تعمیر تک یعنی تقریباً سات ماہ آنحضرت محمد ﷺ حضرت ابوایوب انصاریؓ کے گھر میں ٹھہرے رہے اور لوگ وہیں آکر آپ ﷺ سے ملاقات کرتے اور آپ ﷺ سے دین اسلام اور قرآن حکیم کی تعلیم حاصل کرتے۔

امام بخاریؒ نے حضرت ابوایوب انصاریؓ کے حوالے سے یہ روایت اپنی صحیح میں درج کی ہے کہ حضرت ابوایوب انصاریؓ نے فرمایا جب آنحضرت محمد ﷺ نے میرے غریب خانے میں قیام فرمایا تو آپ ﷺ نے گھر کی پہلی منزل میں قیام کرنا پسند کیا۔

اور میں اور میرے اہل خانہ نے بالائی منزل میں قیام کیا۔

مگر مجھے اور اُم ایوب کو یہ بات پسند نہ تھی کہ ہم اوپر کی منزل میں چلتے پھرتے رہیں نبی اکرم ﷺ نچلی منزل میں تشریف فرما ہوں۔

چنانچہ ہم نے اس بات کا تذکرہ آنحضرت محمد ﷺ سے کیا:

ہم نے کہا: یارسول اللہ ﷺ ہم اس بات کو خلاف ادب جانتے ہیں کہ ہم اوپر کی منزل میں چلتے پھرتے رہیں اور آپ ﷺ نیچے ہوں۔اس لیے ہماری خواہش یہ ہے کہ آپ ﷺ اوپر کی منزل میں تشریف لے چلیں اور ہم لوگ نیچے قیام کریں۔

مگر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اگرچہ مجھے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ میں اوپر قیام کروں یا نیچے لیکن جو لوگ میری ملاقات کے لیے آتے ہیں انھیں اذیت ہوگی اس لیے میں یہیں ٹھیک ہوں۔

اور ہم بصد احترام چپ ہو رہے۔

پھر کئی دن بعد جاڑے کی ایک رات میں جب ہم اوپر والی منزل میں سو رہے تھے تب ہمارا پانی سے بھرا گھڑا اچانک ہی ٹوٹ گیا اور ہم اس بات سے پریشان ہو گئے کہ اگر یہ پانی چھت کے راستے آنحضرت محمد ﷺ پہ ٹپکے گا تو انھیں اذیت ہوگی اور ہمارے پاس ایک ہی

لحاف تھا جسے ہم نے اس پانی پہ ڈال دیا تا کہ وہ پانی کو چوس لے۔اس کے بعد ہم ساری رات سردی سے ٹھٹھرتے رہے مگر اس بات نے ہمیں بہت سکھ دیا کہ ہم نے ایک قطرہ پانی بھی نیچے نہیں جانے دیا۔اور یہ عمل اُس محبت کی دلیل تھا جو آپ ﷺ کے صحابہ آپ کے ساتھ کرتے تھے۔

اسی طرح ایک روایت میں امام بخاریؒ نے فرمایا کہ حضرت ابوایوب انصاریؓ اور اُن کی بیوی اُم ایوبؓ فرماتی ہیں کہ جب ہم نبی اکرم ﷺ کو کھانا دیتے تو خود انتظار کرتے تا کہ وہ برتن واپس آجائیں جو نبی اکرم ﷺ کی طرف گئے تھے۔اور جب وہ برتن واپس آجاتے تو ہم تلاش کرتے کہ نبی اکرم ﷺ کی انگلیوں کے نشان کہاں کہاں ہیں اور ہم برکت کے لیے وہیں سے کھانا شروع کرتے۔مگر ایک دن جب ہم نے رسول اللہ ﷺ کو کھانا بھیجا اور پھر جب برتن واپس آئے ہم نے جانا کہ نبی اکرم ﷺ اُس کھانے کو چھوا تک نہ تھا اور اس بات نے ہمیں پریشان کر دیا۔چنانچہ ہم دونوں میاں بیوی فوراً ہی رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی!

یارسول اللہ ﷺ؟

اللہ آپ ﷺ کے درجے اور بلند کرے۔

بخدا! ہمیں بتایا جائے کہ کھانے میں کون سی کمی تھی کہ آپ ﷺ نے اس میں سے ایک نوالہ تک نہ لیا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارے کھانے میں کوئی کمی نہ تھی۔

مگر مجھے اس کھانے میں اُس درخت (لہسن) کی بو محسوس ہوئی۔

اور میرے لیے اس کو کھانا مناسب نہ تھا اس لیے کہ مجھ سے سرگوشی کی جاتی ہے چنانچہ میں نے نہیں کھایا۔

مگر تم لوگ فکر نہ کرو اور اس میں سے کھا لو۔

حضرت زید بن ثابت انصاریؓ کہتے ہیں کہ جب آپ ﷺ نے کاشانہ ابوایوب کو رونق بخشی تو میں پہلا شخص تھا جو حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں تحفہ لے کے حاضر ہوا اور میرا وہ تحفہ ایک ایسے کھانے سے لبریز تھا جس کے متعلق مجھے علم تھا کہ اسے رسول اللہ ﷺ پسند فرماتے ہیں۔ وہ پیالہ ثرید سے بھرا ہوا تھا جس میں دودھ گندم کے آٹا اور گھی شامل تھا۔ آنحضرت محمد ﷺ نے اس کھانے کو رغبت سے کھایا اور مجھے اور میرے گھر والوں کے لیے برکت کی دُعا کی۔

میں اس بات سے بہت خوش تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا کھانا خوش ہو کے کھایا ہے۔ جب نبی اکرم ﷺ نے یہ کھانا کھا لیا تو میں برتن لے کر واپس ہوا اور میں ابھی دروازے تک ہی پہنچا تھا کہ میں نے دیکھا کہ سعد بن عبادہؓ اپنے ایک غلام کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے لیے کھانا لائے ہیں اور میں نے اُس کے غلام کے ہاتھ میں پکڑے برتن سے کپڑا اہٹا کے دیکھا تو اس میں بھی ثرید تھی اور اُس کے اوپر گوشت کی ہڈیاں رکھی گئیں تھیں۔

اہل مدینہ کے دوسرے صحابہ بھی اس سعادت کو حاصل کرنے کے لیے بے چین تھے اس لیے حضرت ابوایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ کئی دفعہ ایسا ہوتا کہ آنحضرت محمد ﷺ کے لیے سات سات لوگ کھانا لے آتے اور نبی اکرم ﷺ کے لیے اُن میں سے انتخاب دشوار ہو جاتا۔

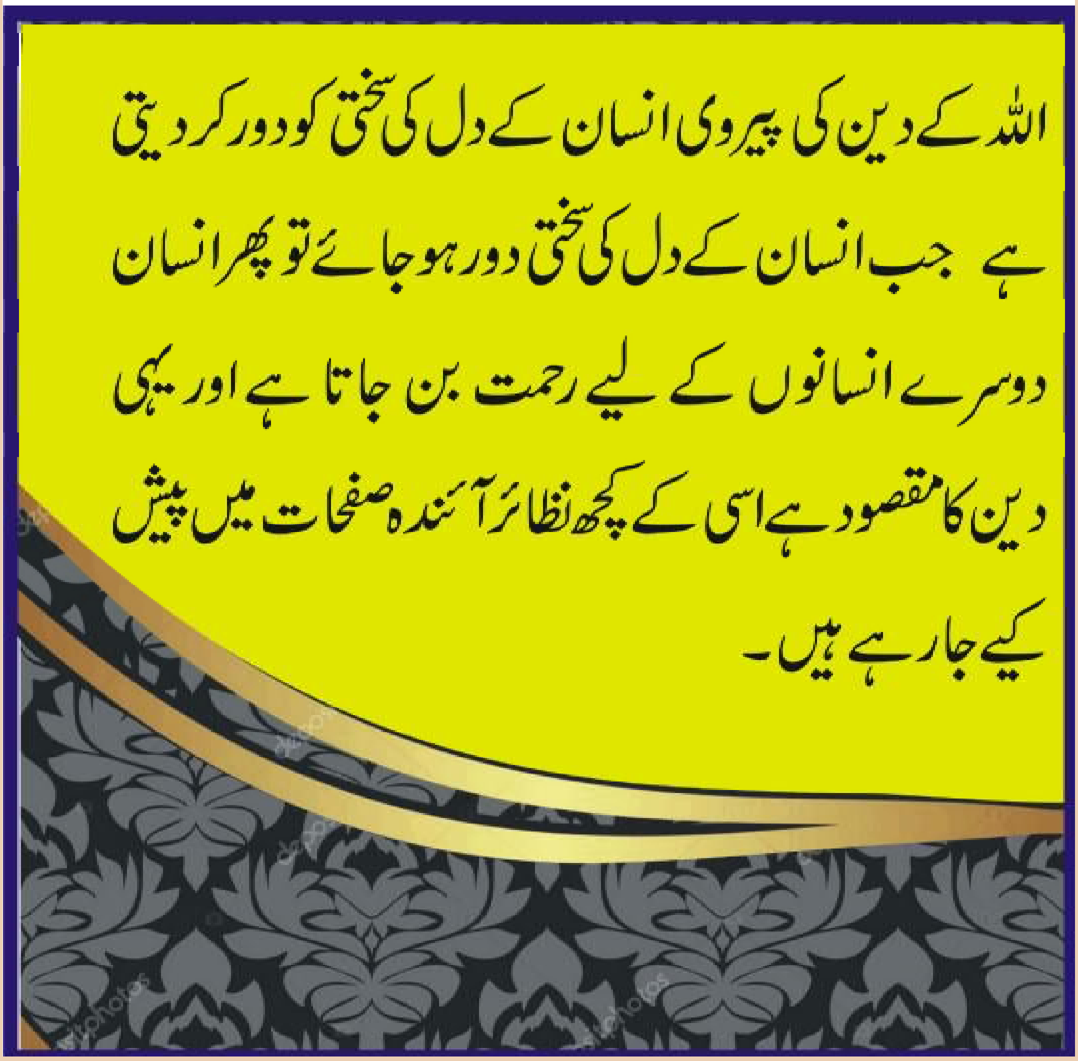
حضرت اُم ایوبؓ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے ہاں نبی اکرم ﷺ نے سات یا آٹھ ماہ تک قیام کیا ہے کیا تم مجھے بتا سکتی ہو کہ نبی اکرم ﷺ کو کھانے میں سب سے زیادہ کیا چیز پسند تھی، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے اس نوارد سے کہا: میں نہیں جانتی کہ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں کبھی کوئی خاص کھانا پکانے کا حکم دیا ہو، بلکہ میں تو یہ جانتی ہوں کہ ہم جو بھی آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے آپ ﷺ خوش ہو کے اسے کھا لیتے

آپ ﷺ نے کبھی کسی کھانے سے عیب نہ نکالا تھا۔

اور نہ ہی کبھی ہم نے آپ ﷺ کو بے وقت کھانا کھاتے دیکھا تھا۔

ایک بار میں نے دیکھا کہ حضرت سعد بن عبادہؓ آپ ﷺ کے لیے کھانا لائے جس میں

شوربہ تھا اور گوشت تھا اور ہم نے محسوس کیا کہ نبی اکرم ﷺ اسے خوش ہو کے کھا رہے ہیں تو اس کے بعد ہم نے بھی گوشت والا شوربہ پکانا شروع کر دیا تھا۔اور میں نے کبھی بھی آنحضرت محمد ﷺ کو اکیلے کھانا کھاتے نہ دیکھا تھا کیونکہ ہر وقت صحابہ آپ ﷺ کو گھیرے رکھتے تھے۔میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے ساتھ کم سے کم پانچ اور زیادہ سے زیادہ سولہ افراد کو کھانے میں شامل ہوتے دیکھا ہے اور آپ ﷺ کی برکت سے کبھی بھی کھانا کم ہونے کی شکایت نہ ہوئی تھی۔


اللہ کے دین کی پیروی انسان کے دل کی سختی کو دور کر دیتی
ہے جب انسان کے دل کی سختی دور ہو جائے تو پھر انسان
دوسرے انسانوں کے لیے رحمت بن جاتا ہے اور یہی
دین کا مقصود ہے اسی کے کچھ نظائر آئندہ صفحات میں پیش
کیے جا رہے ہیں۔

1 ہجری ـ 623ء ، 622ء

محبت کے لازوال افسانے

نبی اکرم ﷺ کے صحابہ صرف آپ ﷺ کی پیروی ہی نہ کرتے بلکہ وہ آپ ﷺ کی محبت میں بھی بری طرح مبتلا تھے۔ کیونکہ وہ اس حقیقت سے آگاہ ہو چکے تھے کہ نبی اکرم ﷺ سے محبت کرنا ہی دراصل ایمان ہے اور یہی وجہ ہے کہ اہل مکہ میں بہت سے صحابہ ایسے تھے جنھوں نے آپ ﷺ کی محبت میں ایسی مثالیں قائم کیں جن کا ذکر رہتی دنیا تک کیا جاتا رہے گا۔ چنانچہ جب نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لے گئے تو بہت سے وہ صحابہ جو ابھی مکہ میں ہی تھے دنیا اُن کے لیے اندھیر ہو گئی تھی۔ اور اُن کو ایک پل چین نہ آتا تھا کہ کسی طرح وہ اڑ کر اپنے محبوب محمد ﷺ سے جا ملیں۔ اُن میں کچھ وہ تھے جن کے خاندانوں نے ابھی ہجرت نہ کی تھی۔

اور کچھ وہ تھے جن کے خاندانوں نے اِن کو ہجرت کرنے نہ دی تھی۔

اور کچھ وہ تھے جن کو ہجرت کی خواہش تھی مگر اس کے لیے دستیاب وسائل اُن کو میسر نہ تھے۔

اور اُن میں سے کچھ وہ تھے جن پہ اہل قریش نے کڑی نظر جما رکھی تھی اور وہ کسی اچھے موقعے کی تلاش میں ابھی تک مکہ میں ہی تھے۔

اوراُن میں کچھ وہ تھے جوانتہائی غربت میں مبتلا تھےاور خود کوہجرت سے معذور جانتے تھے۔

اوراُن میں سے کچھ وہ تھے جو اپنے بال بچوں کو اہل قریش کے جبر وستم کے حوالے کر کے ہجرت کرنا مناسب نہ سمجھتے تھے۔

اوراُن میں کچھ وہ تھے جوکسی نہ کسی قریشی سردار کے غلام تھے۔

اوراُن میں کچھ وہ تھے جو بڑھاپے کے ہاتھوں مجبور تھے۔

اور اُ ن میں کچھ ایسے تھے جو بڑھاپے اور بیماری دونوں کا شکار تھے اور انھیں میں ایک حضرت جندع بن ضمرہؓ تھے۔

اور پھر بنوخزاعہ کے ایک بوڑھے مومن ضمرہ بن عیصؓ تھے۔

چنانچہ جب نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لے گئے تو حضرت جندع بن ضمرہؓ نے اپنے بیٹوں کو اشاروں میں کہا کہ اب اُن سے بولنے کی سکت رخصت ہو چکی تھی۔

کہ مجھے اٹھاؤ اور مدینہ لے چلو۔جب اُن کے بیٹے اُن کی بات سمجھ گئے تو انھوں نے اپنے باپ کو ایک چارپائی پہ ڈالا اور مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ابھی وہ ایک منزل بھی نہ چلے تھے اور مکہ سے دس میل کے فاصلے پہ بنو غفار کے تالابوں کے نزدیک پہنچے تو انھوں نے اپنے باپ کی چارپائی نیچے اتاری تا کہ وہ کچھ ستالیں تو انھوں نے جانا کہ اُن کے باپ کی روح تو نہ جانے کب سے پرواز کر چکی ہے۔

چنانچہ وہ اپنے باپ کو واپس مکے لے آئے اور انھیں وہیں دفن کیا گیا۔

اور محبت کے اِن جذبوں سے معمور حضرت جندع بن ضمرہؓ اکیلے نہ تھے بلکہ اُن جیسے کئی تھے جن کے احوال غالباً ہم نہ پہنچ سکے ہوں۔

مگر نبی اکرم ﷺ کی محبت میں مبتلا اپنے اس صحابی کی ادا اللہ رب العزت کو اس قدر پسند آئی کہ اُن کے لیے قرآن حکیم کی یہ آیات اتاریں گئیں۔

مَــنْ يَّــخْـرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ عَلَى اللّٰهِ ○

القرآن الحکیم (سورۃ النساء آیات 100/4)

ترجمہ؛

''یعنی جو شخص اپنے گھر سے نکلتا ہے تا کہ اللہ اور اُس کے رسول کی طرف ہجرت کر جائے پھر آ لے اس کو (راستے میں) موت تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ پہ واجب ہو جاتا ہے''۔

اور اسی طرح کی محبت کا ایک لازوال تذکرہ امام حلبیؒ نے اپنی سیرت کی کتاب سیرت حلبیہ میں درج کیا ہے کہ بنوخزاعہ کے صحابی ضمرہ بن عیصؓ بھی اس لیے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہجرت نہ کر سکے کہ وہ بیمار اور بوڑھے تھے۔

اور اُن کا خیال تھا کہ جونہی اللہ پاک انھیں صحت عطا کریں گے وہ آنحضرت محمد ﷺ کے پیچھے روانہ ہو جائیں گے۔ مگر جب کافی دنوں تک وہ صحت مند نہ ہو سکے تو انھوں نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور کہا اے میرے بیٹو!

شاید اللہ کو کچھ اور ہی منظور ہے مگر تم جوان اور طاقتور ہو۔ اس لیے میری خواہش کی پیروی تم پہ واجب ہے کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کی طرف ہجرت کرنا چاہتا ہوں۔ تم ایک چارپائی لو اور مجھے اُس پہ ڈال کے حضور کے قدموں تک لے چلو۔

اُن کے بیٹوں نے کہا! جو آپ کا حکم، انھوں نے فوراً ہی اپنے باپ کی چارپائی کو اٹھایا اور مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ مگر اللہ کو منظور نہ تھا کہ وہ مدینہ پہنچتے اس لیے انھوں نے تنعیم کے مقام پہ وفات پائی۔ مگر قرآن کی اوپر پیش کی جانے والی آیت کی رو سے بہر حال انھوں نے ہجرت کا اجر ضرور حاصل کر لیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ کی محبت ہر صحابی کے دل میں موجود تھی اور یہ واقعات تو ہم نے محض اس لیے تحریر کیے ہیں کہ تا کہ ہم جان سکیں کہ صحابہ کے نزدیک محمد ﷺ کی محبت سے بڑھ کے اور کوئی چیز نہ تھی، اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو بھی رسول اللہ ﷺ کی محبت سے روشن کر دے۔ آمین

1 ہجری - 623ء ، 622ء

حزن سنگ در

اگرچہ رسول اللہ ﷺ نے بارہا اُن محبت بھرے جذبات کا اظہار کیا ہے جو آپ ﷺ کو شہر مکہ سے تھی مگر شہر مکہ کے باسی خود انھی کے خاندان قریش نے نبی اکرم ﷺ کو حق بات کہنے کی پاداش میں شہر مکہ سے نکال دیا تھا۔ اگرچہ نبی اکرم ﷺ نے شہر مدینہ سے بھی اپنی بھرپور محبت کا کئی مرتبہ اظہار کیا ہے اور انصار مدینہ سے بھی نبی اکرم ﷺ کی محبت کسی سے ڈھکی چھپی نہ تھی تاہم یہ بالکل فطری بات ہے کہ جہاں انسان کا بچپن گذرتا ہے اُس مقام کو انسان ساری زندگی فراموش نہیں کر سکتا۔ قریش کی نادانی اور ظلم کو تاریخ کبھی معاف نہیں کرے گی اس لیے کہ انھوں نے اپنے وجود کو خیر و برکت سے الگ کر لیا تھا جس کے نتیجے میں شہر مکہ کے طیور تک اداس تھے۔ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے اصحاب کے مدینہ ہجرت کر جانے کے بعد اس شہر میں جو ویرانی در آئی تھی اُس کا اعتراف خود اہل قریش کی زبانوں نے بھی کیا ہے۔ اوپر ذکر گذر چکا ہے کہ بنو جحش جب اپنی حویلیوں اور محلوں کو خالی کر کے مدینہ کوچ کر گئے تو اُن حویلیوں کے ہوا میں اڑتے آوارہ کواڑ اہل قریش کو دکھ دیتے تھے۔ وہ اِن مجالس کو یاد کرتے جو نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں صحن حرم

میں جما کرتی تھیں۔خود قریش کے بڑے بوڑھوں نے جن میں ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل سہمی شامل تھے انہوں نے اس دکھ کو اپنے اندر محسوس کیا اور اِس کا تذکرہ بھی کیا کہ رسول اللہ ﷺ اور اُن کے ساتھیوں کے شہر سے نکل جانے کے بعد نجانے یہ احساس ہر دم کیوں پروان چڑھتا رہتا ہے کہ کچھ ہونے والا ہے اور کچھ ایسا ہونے والا ہے جو اِن کے لیے ذرا بھی پسندیدہ نہ ہوگا اور اُن کا خیال درست تھا اس لیے کہ جلد ہی میدان بدر سے اہل قریش نے جو لاشے اٹھائے اُس کے بعد اُن کے لیے جینے میں کوئی مزہ نہ رہ گیا تھا۔قریش نے نبی اکرم ﷺ کو خود سے جدا کر کے جس خیر سے منہ موڑا تھا اُس کے بہت سے مظاہر اُنہوں نے کھلی آنکھوں سے دیکھ لیے تھے اُن کے مطابق اب صحن حرم میں پہلے جیسی رونق نہ تھی وہ دن اب خواب ہوئے جن میں بنو عبد مناف کی کثیر اولاد صحن حرم میں مجلسیں سجا کے بیٹھا کرتی تھی اور وہاں اُن معرکوں کا تذکرہ کیا جاتا جن میں اُن کے آباء نے دادِ شجاعت دی تھی۔اہل قریش میں سے کئی لوگ ایسے تھے جو اپنی دانش کی بنا پہ اس بات کو جان چکے تھے کہ نبی اکرم ﷺ نے اُن کو جس بات کی طرف دعوت دی ہے وہی سیدھا راستہ ہے مگر قوم کی عزت،قبیلہ کی عصبیت،اپنے آباء سے لگاؤ اور دیگر ایسی کتنی ہی وجوہات تھیں جن کی بنا پہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی دعوت پہ لبیک نہ کہا اور تساہل سے کام لیا۔

بعض کفار کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب مکہ سے تشریف لے گئے تو اس شہر کی فضاؤں میں ایک عجیب سے بھاری پن نے جنم لیا جس کی کوئی وجہ بظاہر نظر نہ آتی تھی،دھول تھی کہ بلاوجہ ہی اڑتی رہتی،لوگ اگرچہ اپنے اپنے کاموں میں مصروف رہتے مگر وہ ایک دوسرے سے بہت بات کم کرتے اور ہنسنا کھیلنا تو جیسے ہم لوگ بھول ہی چکے تھے۔صحن حرم میں تو ویرانی تھی ہی مگر سنگ حرم بھی کچھ زیادہ ہی تپنے لگے تھے شاید وہ قریش کی بہیمت سے نالاں تھے یا شاید اللہ کے رسول کی جدائی میں اُن کے جسم سلگنے لگے تھے،بات کچھ بھی ہو مگر یہ شہر اب وہ پہلے والا شہر مکہ نہیں رہا تھا کہ اِس کی راتیں اب زیادہ تاریک اور دن کم روشن سے تھے، اس کے درختوں پہ دھول جمی تھی تو رستوں سے گرد اڑتی تھی،اس کے طیور گونگے سے ہو گئے تھے اور اونٹوں کے قافلے بوجھل سے تھے،صدائے جرس بھی جیسے دور کی صدا ہو،گلیاں ویران سی تھیں تو پہاڑ سر جھکائے گہری خاموشی میں گم تھے،شہر سے باہر چٹیل ویرانوں میں اِک آہ سی تھی جو بولائی پھرتی اور کسی دکھ سے بے چین رہتی،صحرا کے بگولے ایک دوسرے سے نظریں چرائے پھرتے تھے تو ریت کے ٹیلے بھی بے نشاں جزیروں کی طرح مضطرب تھے۔شہر کے آسمان پہ ستارے اگرچہ اب بھی موجود تھے مگر اِن کی دھیمی روشنی

اِک ایسی اداسی کو جنم کو دیتی تھی جسے کوئی نام نہ دیا جا سکتا تھا۔ اِن میں سے کچھ ایسے بھی تھے جو کبھی کبھار ٹمٹما کے اپنے مغموم وجود کا احساس دلا جاتے تھے وہ اِن آنسوؤں جیسے لگتے تھے جو کچھ سوچ کے سرِ مژگاں ہی ٹک رہے تھے اور بہنے سے رُک گئے تھے کہ وہ عارض و دامن جو اِن گراں بہا موتیوں کی قدر جانتے ہوں جانے اب کہاں تھے۔

شہر مکہ کی ہوائیں سہمی ہوئی تھیں اور اس کے شب و سحر کچھ ششدر سے تھے کہ اُن کو یقین نہ آتا تھا کہ شہر مکہ کا وجود اب رونق کائنات سے خالی ہے، ارض و سماء نالاں تھے کہ صدیوں کے انتظار کے بعد رحمت عالم کی رعنائی جب منظر پہ آئی تو اہل مکہ نے اس پست اخلاق کا ثبوت فراہم کیا جس کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ کو شہر مکہ چھوڑنا پڑا اور اہل قریش یقیناً نہیں جانتے تھے کہ لق و دق صحراؤں اور چٹیل ویرانوں کے بیچ اس شہر کی بنا محض اس لیے ڈالی گئی تھی کہ نبی اکرم ﷺ کے قدم مبارک اس سرزمین کی رونق کو دوبالا کریں اور آپ ﷺ اللہ کے اس گھر کو شرک کے نجس اثرات سے پاک کریں اور یہ گھر صدیوں سے ایک نرالی شان سمیٹے اس شہر کے بیچوں بیچ سر اٹھائے کھڑا ہے۔

مگر پھر اس شہر کی رونقوں کو کسی کی نظر لگ گئی تھی، اس کی ہواؤں میں ایک کاٹ تھی جو پہلے سے مختلف تھی شہر کے موسم اداس سے تھے گلیاں اور بازار بوجھل سے تھے لوگوں کے کندھے جھکے ہوئے تھے اور اُن کی آنکھوں میں کچھ کھو جانے کی یاس تھی کچھ چھن جانے کا دکھ تھا جو دیوار و در سے عیاں تھا کہ شہر مکہ سے اب وہ بہار رخصت ہوئی جس کے دم سے یہ شہر مہکتا تھا جس کی موجودگی سے سنگ و خار تک مسرور تھے جس کی لطافت سے شجر و حجر مانوس تھے، جس کے قدموں کی چاہت میں جبل نور کے سنگ بے قرار رہا کرتے، جس کی سانس کی خوشبو گلی گلی بکھری رہتی، جس کی نرمی لوگوں کے لیے راحت کا سامان تھی جس کی محبت اہل مکہ کا اثاثہ تھی، جس کا علم اہل مکہ کا غرور تھا، جس کی شرافت اہل مکہ کا شرف تھی جس کی نبوت اہل مکہ کی عظمت تھی، جس کی شجاعت اہل مکہ کی شان تھی، جس کی سخاوت سے اہل مکہ بہرہ مند تھے، جس کی حکمت سے اہل دانش ششدر تھے، جس کی نفاست سے ملائکہ بھی شرمندہ تھے، جس کی دیانت کے کفار بھی گواہ تھے، جس کی امانت سے دشمن بھی مطمئن تھے، جس کی محبت کے دشمن بھی قائل تھے، جس کی شفقت وسیع تر تھی، جس کا حسن آنکھوں کو خیرہ کرتا تھا اُس کو اگر اہل مکہ نے اپنے شہر سے نکال دیا تھا تو اُن کی بدبختی کو کیا کہا جائے۔ مدینہ پہنچنے کے بعد بھی بہت دن تک اہل مکہ کا وہاں دل نہ لگتا تھا اذخر کی خوشبو اور مکہ کے

پہاڑوں کے چشمے ایک مدت تک اِن کے دل کا آزار بنے رہے تاہم رفتہ رفتہ اہل مدینہ کی محبت نے اس دکھ کو کم کیا اور لوگوں کی زندگی معمول پہ آنے لگی۔ جہاں تک خاص نبی اکرم ﷺ کی ذات کا تعلق ہے تو انبیاء ورسل کبھی بھی اور کسی بھی حالت میں اپنے فرض سے غافل نہ رہ سکتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ فرائض رسالت ادا کرتے رہے۔

اور اہل مدینہ میں ایک شخص تھا جس کا نام ابوقبیسؓ تھا۔[39*]

جب کبھی نبی اکرم ﷺ شہر مکہ کی یاد سے آزردہ ہو جاتے تو وہ آنحضرت محمد ﷺ کے پاس آ بیٹھتا اور آپ ﷺ کو اپنے اشعار سنایا کرتا، کبھی وہ آپ ﷺ کو اپنے دور جاہلیت میں کہے گئے اشعار سناتا تو کبھی وہ اشعار آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرتا جو اس نے ہدایت قبول کرنے کے بعد کہے تھے اُن کے کچھ اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔

ابوقبیس کہتا ہے!

يَقُوْلُ اَبُوْ قَيسٍ وَاَصْبَحَ غَادِياً
اَلَا مَااسْتَطَعْتُمْ مِنْ وَصَاتِیَ فَافْعَلُوْا

صبح کے وقت ابوقبیس نے کہا! تم میں جتنی قدرت ہے اتنا ہی میری نصیحتوں پہ عمل کرلو۔

فَاُوْصِيكُمْ بِاللّٰهِ وَالبِرِّ وَالتُّقٰى
وَاَعْرَاضِكُمْ وَالْبِرِّ بِاللّٰهِ اَوَّلُ

میں تمہیں اللہ کے احکام پر عمل پیرا ہونے نیکی اور تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں نیز اپنی عورتوں کی پاسداری کرو۔

وَاِنْ قَوْمُكُمْ سَادُوْا فَلَا تَحْسُدُوْنُهُمْ
وَاِنْ كُنْتُمْ اَهْلَ الرِّيَاسَةِ فَاعْدِلُوْا

اللہ کی رضا کے لیے نیکی کرنا سب سے مقدم ہے تمہاری قوم کے کچھ لوگ سردار بن گئے ہیں اِن سے حسد نہ کرو اور اقتدار مل جائے تو عدل کرو۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَاِنْ نَزَلَتْ اِحْدَى الدَّوَاهِيْ بِقَوْمِكُمْ
فَاَنْفُسَكُمْ دُوْنُ الْعَشِيْرَةِ فَاجْعَلُوْا

اگر تمہاری قوم پہ ناگہانی آفت آجائے تو اپنی جانوں کو بھی قبیلے پہ نثار کردو۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَاِنْ تَابَ غُرْمٌ فَادِحٌ فَارْ فَقُوْهُمْ
وَمَا حَمَّلُوْكُمْ فِيْ الْمُلِمَاتِ فَاحْمَلُوْا

اور اگر بہت بھاری تاوان آپڑے تو پھر بھی اِن سے نرمی کرو اور آفات میں وہ جو بوجھ تم پہ ڈالیں اٹھالو۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَ اِنْ اَنْتُمْ اَمْعَرْتُمْ فَتَعَفَّفُوْا
وَاِنْ كَانَ فَضْلُ الْخَيْرِ فِيْكُمْ فَاَفْضِلُوْا

اگر تم مفلس ہو جاؤ تو اِن سے سوال نہ کرو اور اگر تمہارے پاس مال و دولت ضرورت سے زیادہ ہو جائے تو اسے اپنی قوم پہ خرچ کردو۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

سَبِّحُوا اللّٰہِ شَرْقَ كُلِّ صَبَاحٍ
طَلَعَتْ شَمْسُہُ وَكُلَّ هِلَالٍ

ہرروز فجر کےظہور کےوقت طلوع آفتاب کےوقت اور چاند نکلنے وقت اس کی تسبیح بیان کرو۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

عَالِمُ السِّرِّ وَالْبَيَانِ لَدَيْنَا
لَيْسَ مَا قَالَ رَبُّنَا بِضَلَالٍ

ہمارے نزدیک وہ ظاہر و باطن کو جاننے والا ہے اور ہمارے رب کا فرمان کبھی غلط نہیں ہوسکتا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَلَهُ الطَّيْرُ تَسْتَرِيدُ وَتَاوِیْ
فِیْ وُكُورٍ مِنْ آمِنَاتِ الْجِبَالِ

پرندے اسی کے لیے جھکتے ہیں اور وہ پرامن پہاڑوں میں اپنے گھونسلوں میں رہتے ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَلَهُ الْوَحْشُ بِالْفَلَاةِ تَرَاهَا
فِیْ حِقَافٍ وَفِیْ ظِلَالِ الرِّمَالِ

وہ جانور جنہیں تو جنگلات کی ریت کے تودوں ٹیلوں اور سایوں میں دیکھتا ہے وہ سب اسی کی ملکیت ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَلَہٗ ھَوَّدَتْ یَھُوْدَتْ یَھُوْدُ وَدَانَتْ
کُلُّ دِیْنٍ اِذَا ذَکَرْتَ عُضَالِ

یہودیوں کا رب وہی ہے انہوں نے اسی کی اطاعت کی اس کے علاوہ سب دین کسی لاعلاج مرض کی طرح ہیں۔

وَلَہٗ شَمَّسَ النَّصَارٰی وَقَامُوْا
کُلَّ عِیْدٍ لِرَبِّھِمْ وَاحْتِفَالِ

اسی ذات کے لیے عیسائیوں نے دھوپ تاپی اور عید اور ہر محفل میں اپنے رب کے حضور ایستادہ رہے۔

وَلَہٗ الرَّھْبُ الْحَبِیْسُ تُرَاہٗ
رَھْنَ بُؤْسٍ وَکَانَ نَاعِمَ بَالِ

بھوک اور پیاس سے ستائے راہب کو دیکھ حالانکہ اس سے قبل وہ آرام وسکون سے تھا۔

یَا بَنِیَّ الْاَرْحَامِ لَا تَقْطَعُوْھَا
وَصِلُوْھَا قَصِیْرَۃً مِنْ طَوَالِ

اے میرے بچو! قطع تعلق نہ کرو، صلہ رحمی کرو تمہارے لوگ عظیم خاندان سے متعلق ہیں۔

وَاتَّقُوْا اللّٰہَ فِیْ ضِعَافِ الیَتَا مٰی
رُبَمَا یُسْتَحَلّ غَیْرُ الْحَلَالِ

کمزوروں اور یتیموں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو کیونکہ بعض اوقات اس چیز کو حلال سمجھ لیا جاتا ہے جو حلال نہیں ہوتی۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَا عَلَمُوْا اَنّ لِلَیَتِیْم وَلیًّا
عَالِمًا یَھْتَدِی بَغَیْرِ السَوَّالِ

خوب جان لو کہ یتیم کا بھی ایک ولی ہوتا ہے اور وہ ہر چیز سے آگاہ ہے وہ بغیر پوچھے ہر چیز سے آگاہ ہو جاتا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

ثمہّ مَالَ الْیَتِیْم لَا تَاکُلُوْہ
اِنّ مَالَ الْیَتِیْمَ یُرْعَاہٗ وَالِیَ

اور یتیم کا مال ہرگز نہ کھاؤ کیونکہ کے اس کے مال کی نگرانی ایک حاکم کرتا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

یَا بَنِیّ اَلتّخُوْمَ لَا تَخْزَلُوْ ھَا
اِنَّ حَزْلَ التَّخُوْمِ ذُوعُقَّالِ

اے میرے بچو! زمین کی حدود میں خیانت نہ کرو کہ خیانت خائن کو پیچھے لے جاتی ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

يَا بَنِىْ الْاَيَّامَ لَا تَامَنُوْهَا
وَاَحْذَرُوْا مَكْرَهَا وَمَرَّ اللَّيَالِىْ
اے میرے فرزندو! زمانہ سے امن میں نہ جاؤ شب و روز کے مکر سے بچو۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَ اعْلَمُوْا اَنَّ مَرَّهَا لَنَفَادُ
الْخَلْقِ مَا كَانَ مِنْ جَدِيْدٍ وَبَالِى
جان لو کہ! زمانہ کی رو مخلوق کو ختم کر دیتی ہے خواہ وہ پرانی ہو یا نئی ہو۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَاجْمَعُوْا اَمْرَكُمْ عَلٰى الْبِرِّ وَ
التَّقْوٰى وَتَرْكِ الْخَنَا وَاخْذِ الْحَلَالِ
نیکی اور تقویٰ اختیار کرو، فحش گوئی سے بچو اور حلال روزی کمانے پہ اتفاق کر لو۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

ثَوٰى فِى قُرَيْشٍ بِضْعَ عَشْرَةَ حِجَّةً
يُذَكِّرُ لَوْ يَلْقٰى صَدِيْقًا مُوَاتِيًا
نبی اکرم ﷺ دس سال قریش کو وعظ و نصیحت کرتے رہے کہ شاید انہیں کوئی مخلص دوست مل جائے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَیَعْرِضُ فِیْ اَھْلِ الْمَوْسِمِ نَفْسَهٗ
فَلَمْ یَرَ مَنْ یُؤْوِی وَلَمْ یَرَ دَاعِیاً

آپ حج کے ایام میں خود لوگوں پہ پیش کرتے رہے مگر کوئی نہ تھا جو آپ ﷺ کی دعوت پہ کان دھرتا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

فَلَمَّا اَتَانَا اَظْھَرَ اللّٰہُ دِیْنَهٗ
فَاَصْبَحَ مَسْرُوْرًا بِطَیْبَةَ رَاضِیًا

پھر آپ ﷺ ہمارے پاس مدینہ چلے آئے اور اللہ نے اپنے دین کو غالب کر دیا اور آپ ﷺ مدینہ میں خوش تھے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَاَلْفٰی صَدِیْقًا اطْمَاَنَّتْ بِهٖ النَّوٰی
وَ کَانَ لَهٗ عَوْنًا مِنَ اللّٰہِ بَادِیًا

آپ ﷺ نے دوست قبیلہ پالیا اور آپ ﷺ کی غریب الوطنی کا دکھ ختم ہو گیا اور آپ ﷺ ہمارے مددگار ثابت ہوئے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

یَقُصُّ لَنَا مَا قَالَ نُوحٌ لِقَوْمِهٖ
وَمَا قَالَ مُوسٰی اِذْ اَجَابَ الْمُنَادِیَا

آپ ﷺ نے ہم سے وہی کچھ کہا جو نوحؑ اور موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ موسیٰ نے منادی کو جواب دیا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

فَاَصْبَحَ لَا یَخشیَ مِنَ النَّاسِ وَاحِدًا
قَرِیْبًا وَّلَا یَخْشیَ مِنَ النَّاسِ نَا ئِیاً

اور نبی اکرم ﷺ لوگوں میں سے کسی ایک سے بھی نہیں ڈرتے چاہے وہ دور ہو یا قریب۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

بَذَ لْنَا لَہٗ الْاَمْوَالَ مِنْ حَلِّ مَالِنَا
وَاَنْفُسَنَا عِنْدَ الْوَغٰی وَالتَّا سِیَا

ہم نے جنگ اور ہمدردی کے وقت اپنی جانیں نثار کیں اور اپنے مال اُن پہ حلال کر دیئے۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

وَ نَعْلَمُ اَنَّ اللّٰہَ لَا شَئی ءَ غَیْرُ ہٗ
وَ نَعْلَمُ اَنَّ اللّٰہَ اَفْضَلُ ھَادِیًا

ہم نے جان لیا کہ اللہ کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے اور ہم نے یہ بھی جان لیا کہ اللہ تعالیٰ سب سے افضل راہنما ہے۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

نُعَا دِیْ الَّذِی عَا دٰی مِنَ النَّاسِ کُلِّھِمْ
جَمِیْعًا وَاِنْ کَانَ الْحَبِیْبُ الْمُصَا فِیَا

اس کے بعد ہم ہر اُس شخص کے دشمن ہو گئے جو نبی اکرم ﷺ کا دشمن تھا اگر چہ اس سے پہلے وہ ہمارا جگری دوست رہا ہو۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

اَقُولُ اِذَا اَدعُوكَ فِیْ كُلِّ بَيْعَةِ
تَبَارَكْتَ قَد اَكْثَرْتُ لِاِسْمِكَ دَاعِيًا
اے مولا! میں جب بھی مسجد میں جا کے دست سوال دراز کرتا ہوں تو میں تجھ سے تیری رحمت کا طالب ہوتا ہوں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اَقُولُ اِذَا جَاوَزْتُ اَرْضًا مُخُوفَةً
حَنَانَيْكَ لَا تُظْهِرُ عَلَیَّ الْاَعَادِيَا
جب میں کسی خوفناک جگہ سے گذرتا ہوں تو اپنے رب سے کہتا ہوں کہ مجھ پہ کسی دشمن کو غالب نہ کرنا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَطَا مُعْرِضًا اِنَّ الْحُتُوفَ كَثِيْرَةٌ
وَاِنَّكَ لَا تُبْقِیْ لِنَفْسِكَ بَاقِيًا
بلاشبہ موت کے بہت سے اسباب ہیں اور تو اپنے نفس کو ہمیشہ کے لیے باقی نہیں رکھ سکتا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَوَاللّٰهِ مَا يَدْرِی الْفَتٰى كَيْفَ يَتَّقِی
اِذَا هُوَ لَمْ يَجْعَلْ لَهُ اللّٰهُ وَاقِيًا
اللہ کی قسم! کوئی جوان ایسا نہیں جو جانتا ہو کہ اپنا بچاؤ کیسے کرے جب اللہ تعالیٰ اس کے بچنے کا سبب پیدا نہ کردے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَلَا تَحْفِلُ النَّخْلُ الْمُقِيْمَةِ رَبِّهَا
إِذَا أَصْحَبَتْ رَيًّا وَأَصْبَحَ ثَاوِيًّا

اوروہ کھجوراپنے مالک کوکیسے سیراب کرسکتی ہے جوخودتشنہ ہواوراس کا مالک ہلاکت کے درپہ کھڑاہو۔[40*]

۞۞۞۞۞۞۞۞

1 ہجری ۔ 623ء ، 622ء

مہاجرین کی اقامت گاہیں

اہل مدینہ کی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ والہانہ محبت کا ثبوت تھا کہ انہوں نے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچنے والے ہر مسلمان کی اس طرح تکریم کی جس طرح کسی بھی برتر مہمان کی عزت کی جاتی ہے۔اپنے عمل سے انہوں نے ثابت کیا کہ جن امور پہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پہ بیعت کی تھی وہ اِن میں پختہ ہیں۔چنانچہ جونہی مسلمان مدینہ پہنچ لگے اہل مدینہ کواُن کی اقامت اورخوارک وغیرہ کی فکرلگ گئی ۔انہوں نے اپنے تمام وسائل استعمال کرتے ہوئے اپنے عہد کونبھایا۔مورخین نے اہل مدینہ کے ایثار کے ناقابل یقین واقعات بیان کئے ہیں۔یعنی اگرکسی کے دو باغ تھےتواس نے مکہ سے آئے اپنے مہمان سے کہا آج سے ایک باغ تیرا ہےتو ہی اس کا مالک ہےاوراگرکسی کے پاس دو بیویاں تھیں تو اُس نے اپنے مہاجر بھائی سے کہا میں اپنی ایک بیوی کو تیرے لیے طلاق دیتا ہوں تاکہ وہ تیرے نکاح میں چلی جائے۔

چنانچہ مورخین نے ابتدائی طور پہ ہجرت کرنے والوں کی جائے سکونت کے بارے میں علامہ ابن

اسحاقؒ نے لکھا ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ اور اُن کے اہل خانہ حضرت رفاعہ بن عبدالمنذر بن زنبر ؓ کے ہاں قبا میں اترے۔

حضرت عیاش بن ربیعہؓ جنہوں نے حضرت عمرؓ کے ساتھ ہجرت کی تھی وہ بھی رفاعہ بن عبدالمنذؓر ہی کے ہاں اترے۔ حضرت عمرؓ کے قبا پہنچنے کے چند دن بعد مکہ سے آنے والے مہاجرین کا تانتا بندھ گیا۔

چنانچہ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ اور حضرت صہیب بن سنان رومیؓ حضرت خبیب بن ایسافؓ کے ہاں مقام ''سخ'' میں اقامت گزیں ہوئے۔ [41*]

تاہم علامہ ابن ہشامؒ کے مطابق حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کچھ دن بعد حضرت اسعد بن زرارہؓ کے ہاں فروکش ہو گئے۔

اس کے بعد مدینہ پہنچنے والوں میں حضرت حمزہ شیر خداؓ، حضرت زید بن حارثہؓ حضرت ابومرثدؓ، کناز بن حصینؓ اور حضرت انسہ رضی اللہ عنہم کے نام بیان کئے گئے ہیں جنہوں نے حضرت کلثوم بن ھدم ؓ کے ہاں قیام کیا۔

حضرت کلثوم بن ھدمؓ کا تعلق بنوعمرو بن عوف سے تھا اور اُن کا گھر قبا میں تھا۔

ابن اسحاقؒ نے لکھا ہے کہ کچھ دن بعد حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب جو آنحضرت محمد ﷺ کے چچا تھے وہ حضرت اسعد بن زرارہؓ کے ہاں اُٹھ آئے تھے۔

اُن کے بعد حضرت عبیدؓ بن حارث بن عبدالمطلب، حضرت سویطؓ بن سعد حضرت طلیبؓ بن عمیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے مکہ سے ہجرت کی جن کے ساتھ اُن کے کچھ دوسرے ساتھی بھی تھے جن کے نام روای کو یاد نہیں رہے۔ اِن لوگوں نے حضرت سعد بن ربیعؓ کے گھر کو اپنا مسکن بنایا۔

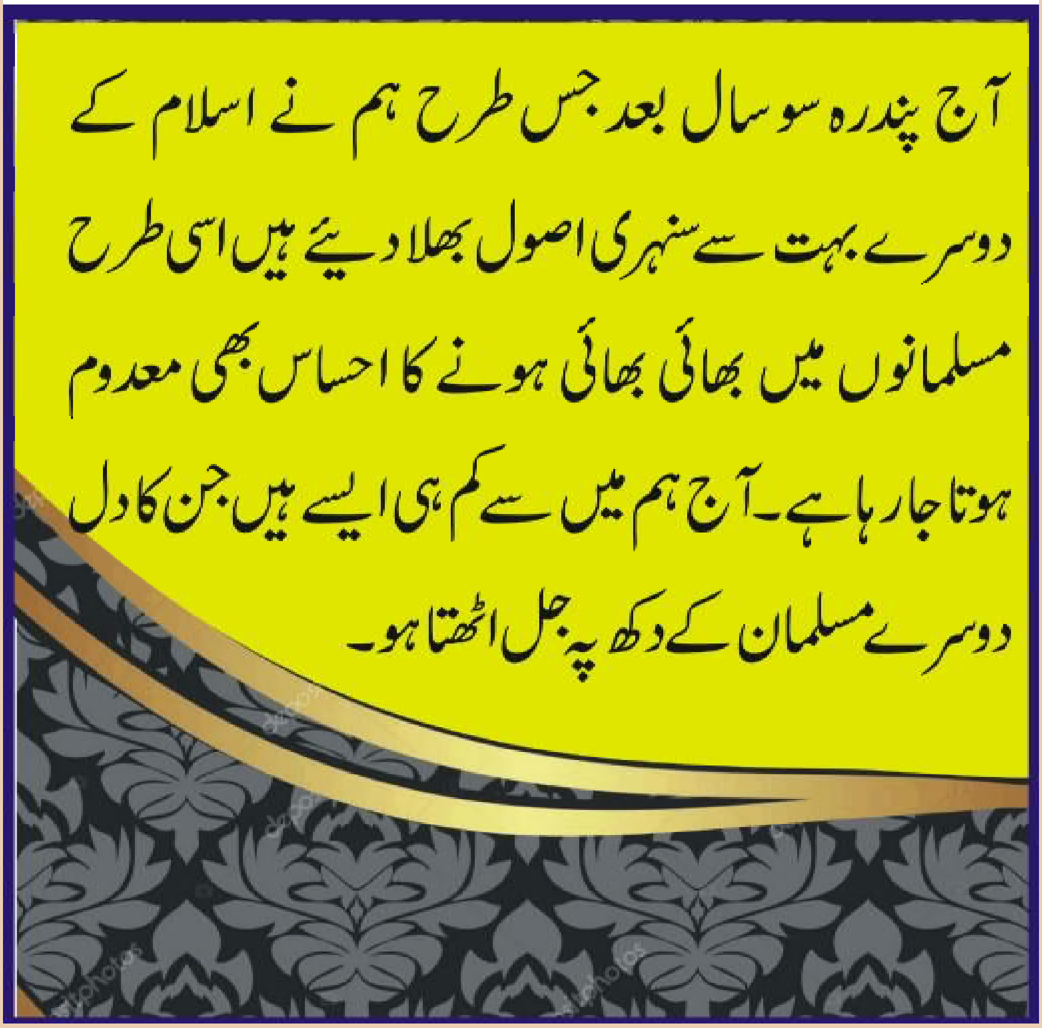
حضرت زبیرؓ بن عوام اور حضرت ابوسبرہؓ بن ابی رھم حضرت محمد بن عقبہ انصاریؓ کے مہمان بنے اور حضرت مصعب بن عمیرؓ جن کا تعلق بنوعبدالدار سے تھا حضرت سعد بن معاذؓ کے ہاں اترے۔

حضرت سعدؓ کا تعلق بنوعبدالاشہل سے تھا اور اُن کا گھر دارِ بنوعبدالاشہل میں تھا۔ عتبہ بن ربعیہؓ اور اُن کے غلام حضرت سالمؓ بھی بنوعبدالاشہل ہی کے ہاں اترے تھے''۔ حضرت عتبہؓ بن غزوان کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ وہ حضرت جابر بن عبادؓ بن وقش کے ہاں اترے جن کا تعلق بنوعبدالاشہل

سے تھا۔

حضرت عثمان بن عفانؓ حضرت اوس بن ثابتؓ انصاری کے گھر مقیم ہوئے اور اوسؓ عربوں کے مشہور شاعر حضرت حسان بن ثابتؓ کے بھائی تھے۔ اسی تعلق کی وجہ سے حضرت حسان بن ثابتؓ حضرت عثمانؓ بن عفان سے بہت محبت کرتے تھے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت سعد بن خثیمہؓ قبا میں رہتے تھے اور اُن کا گھر بھی کافی بڑا تھا اور وہ غیر شادہ شدہ بھی تھے چنانچہ مہاجرین مکہ میں سے جو لوگ غیر شادہ شدہ تھے یا انہوں نے اپنے بیوی بچوں کے بغیر ہجرت کی تھی اُن میں سے اکثر لوگ حضرت سعد بن خثیمہؓ کے گھر اترے تھے۔ امام عبداللہ سہیلیؒ نے صحابہ سے بیان کیا ہے کہ آنحضرت محمد ﷺ جب قبا میں اترے تو وہ سعد بن خثیمہ ؓ کے گھر ہمیں ملنے کے لیے آیا کرتے تھے اور حضرت سعد بن خثیمہ کے گھر ہر وقت رونق لگی رہتی تھی۔


آج پندرہ سو سال بعد جس طرح ہم نے اسلام کے
دوسرے بہت سے سنہری اصول بھلا دیئے ہیں اسی طرح
مسلمانوں میں بھائی بھائی ہونے کا احساس بھی معدوم
ہوتا جارہا ہے۔آج ہم میں سے کم ہی ایسے ہیں جن کا دل
دوسرے مسلمان کے دکھ پہ جل اٹھتا ہو۔

1 ہجری ۔ 623ء ، 622ء

مواٗخات

سیرۃ المزمّل میں ہم نے اہل عرب کے تہذیب وتمدن کا سیر حاصل مطالعہ کیا ہے جس کی بنا پہ ہم جانتے ہیں کہ خطہ عرب میں وہ شخص جس کی پشت پہ اُس کا قبیلہ یا خاندان نہ ہوخزاں کے اُس پتے کی مانند ہوتا ہے جس کو کوئی بھی کچل سکتا ہے اور اُس کے کچلے جانے پہ کسی کو کوئی اعتراض بھی نہ ہوگا۔ دوسری طرف وہ شخص جس کی پشت پہ اُس کا قبیلہ اور خاندان موجود ہو اس کی جان و مال اور عزت کو پورا پورا تحفظ حاصل ہوتا ہے، اور عرب تہذیب میں قومی عصبیت کی جڑیں بہت مستحکم تھیں ۔ اس لیے کہ عرب میں جب کوئی شخص ظلم اور زیادتی کا شکار ہو جاتا تو اُس کا قبیلہ اور خاندان اُس وقت تک چین سے نہ بیٹھتا جب تک کہ وہ اس کا انتقام نہ لے لیتا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ عرب کسی آئین وقانون کے تحت زندگی بسر نہ کرتے تھے بلکہ اُن کا آئین وقانون وہ قدیمی روایات ہی تھیں جو صدیوں سے قائم چلی آ رہی تھیں اور ان کے سماجی نظام نے عصبیت کے جذبے کو ناقابل شکست بنا دیا تھا جس کی بدولت عرب قبائل کے لوگ اپنے قبیلے کی محبت اور

عصبیت کے سائے میں امن و راحت کی زندگی بسر کرتے تھے اور اُس جاہلی نظام عصبیت نے عرب سماج کو قائم رکھنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔مگر جب نبی اکرم ﷺ نے مکہ میں اپنی بعثت کا اعلان کیا اور اللہ کی سعید روحیں ایک ایک کر کے اسلام کے دامن عافیت میں پناہ حاصل کرنے لگیں تو جہاں عرب عصبیت میں کمی واقع ہوئی وہیں اُن کے سماجی نظام کے تار بھی ہل کے رہ گئے۔وہ اس طرح کہ عرب کے متعدد قبائل اور خاندانوں میں اسلام یوں دبے پاؤں داخل ہوا کہ اہل قریش کو یہ ادراک حاصل کرنے میں بہت دیر لگی کہ یہ اُن کے معمول سے ہٹ کے کوئی بات ہے۔ورنہ جس شدت سے انھوں نے بعد میں اسلام کی مخالفت کی وہ ابتداء میں ہی اِن اسباب کا سد باب کر سکتے تھے۔اگرچہ اسلام کا راستہ روکنا اُن کے بس سے باہر تھا کہ اسلام انسان کو اندر سے بدل کے رکھ دیتا ہے جبکہ اُن کی تراکیب اور اسباب انسان کے صرف ظاہر کو متاثر کرنے کے اہل تھے۔چنانچہ جو لوگ اسلام قبول کر لیتے اور اپنے گلے میں رسول اللہ ﷺ کی غلامی کا طوق پہن لیتے اُن کا قبیلہ اور خاندان اُن کی پشت سے ہٹ جاتا اور اب وہ شہر مکہ میں اس شخص کی صورت تھا جس کا نہ کوئی قبیلہ ہو اور نہ خاندان اور ایسے شخص کا عرب سماج میں رہنا دشوار تصور کیا جاتا تھا۔

کفار نے نو مسلموں کو اپنے سماجی نظام سے نکال دیا اور مسلمان اپنے ہی وطن میں غریب الوطن ہو کے رہ گئے۔مسلمانوں کی تکالیف نبی اکرم ﷺ کی نگاہ میں تھیں اس لیے آنحضرت محمد ﷺ نے دین توحید کے ماننے والوں کو بھائی بھائی قرار دے دیا اور عرب اس سے قبل مساوات کے اُس تصور سے قطعاً نا آشنا تھے جو آنحضرت محمد ﷺ نے پیش فرمایا۔عرب میں تو قریشی اور غیر قریشی کے درجے میں فرق تھا۔عربی اور عجمی کے درجے میں فرق تھا، امیر اور غریب کے درجے میں فرق تھا، غلام اور آقا کے درجے میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔مگر جب نبی اکرم ﷺ نے حضرت حمزہؓ جیسے بنو ہاشم کے عزت دار شخص کو حضرت زید بن حارثہ جیسے غلام کا بھائی بنا دیا تو عربوں کی وہ سماجی روایات خاک میں مل کے رہ گئیں جو صدیوں سے اُن کے ہاں قائم چلی آ رہی تھیں۔اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ وہ مسلمان جو مکہ میں بغیر کسی خاندان یا قبیلے کے تھے وہ اُن لوگوں کے بھائی بن گئے جو معاشی اور خاندانی طور مستحکم تھے۔چنانچہ وہ مسلمان جو مکہ میں خود کو تنہا اور بے آسرا خیال

کرتے تھے اب وہ اُن لوگوں کے بھائی تھے جو صاحب حیثیت اور صاحب الرائے تھے اور معاشرے میں اُن کو خاص مقام حاصل تھا۔مسلمان اپنے اِن بھائیوں سے باہم شیروشکر ہو گئے اور وہ خودکوایک ایسی برادری کا فردتصورکرنے لگے جوروح زمین پہ سب مقدس برادری تھی جس میں رنگ ونسل، امیر وغریب، غلام وآقا، قریشی وغیرقریشی، عربی وعجمی، ایرانی وتورانی کا فرق مٹ کے رہ گیا تھا اور وہ ایک ایسی لڑی میں پرو دیئے گئے تھے جو انسانی عصبیتوں سے بلندتر تھی اور سب سے بڑی بات تو یہ تھی کہ اسلام کے دروازے ہراس شخص کے لیے کھلے تھے جو سچے دل سے اللہ کی واحدنیت اور آنخضرت محمد ﷺ کی رسالت پہ ایمان لے آئے۔

چنانچہ اس در پہ دستک دینے والے کسی فرد سے یہ نہ پوچھا جاتا تھا کہ وہ روم کے کسی علاقے میں بطور غلام فروخت ہوا تھا یا ایران کے کسی مذہبی گھرانے کا نوجوان ہے۔ وہ عربی ہے یا عجمی ہے، وہ قریشی ہے یا غیر قریشی ہے، وہ امیر ہے یا غریب ہے، وہ سردار ہے یا غلام ہے وہ سیاہ ہے یا سفید ہے بلکہ اُس سے صرف اور صرف یہ مطالبہ کیا جاتا کہ وہ باطل ادیان سے انکارکرے اوراللہ کی واحدنیت کا سچے دل سے اقرار کر لے اور نبی اکرم ﷺ کی رسالت پہ یقین حاصل کر لے۔اہل مکہ کے لیے یہ ایک نئی اور عجیب بات تھی لیکن وہ یہ دیکھ کہ حیران ہوتے تھے کہ مسلمان اپنے بھائی سے اس طرح محبت کرتے جیسے وہ واقعی اُن کے خون کے رشتے میں بھائی ہوں بلکہ وہ خون کے رشتے کے اُن بھائیوں کی طرف نگاہ تک نہ اٹھاتے جو حالت کفر میں تھے اور اُن کے ساتھ باہم شیروشکر رہتے جن کو رسول اللہ ﷺ نے اُن کا بھائی بنایا تھا اور یہی وہ عصبیت تھی جو نبی اکرم ﷺ مسلمانوں کے اندر پیدا کرنا چاہتے تھے اس لیے کہ بعد میں جب اسلام اور کفر کے درمیان خونریز معرکے بپا ہوئے تو لوگوں نے دیکھا کہ مسلمان ایک امت ایک قوم کے طور پہ ابھر کے سامنے آئے اور اہل کفر کے خلاف سیسہ پلائی دیوار کی طرح ڈٹ گئے۔اسلام نے کفر کو شکست دی حق نے باطل کو نگل لیا اور مومنین نے مشرکوں کے سرقلم کر دیئے اور عربوں میں صرف وہی بچے جن کی ہدایت اللہ کو منظور تھی۔ مکہ میں اسلامی رشتہ اخوت میں پروئے جانے والے تمام اصحاب کے نام مجھے دستیاب نہیں ہو سکے، تاہم جن حضرات کے اسمائے گرامی کتبِ سیرت وتاریخ سے ہمیں

دستیاب ہو سکے اُن کی تفصیل ہم ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔

- آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا علی میرا بھائی ہے۔
- حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب حضرت زیدؓ بن حارثہ کے بھائی ہیں۔
- حضرت عثمانؓ بن عفان حضرت حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کے بھائی ہیں۔
- حضرت زبیرؓ بن عوام حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے بھائی ہیں۔
- حضرت عبیدہؓ بن الحارث حضرت بلال حبشیؓ کے بھائی ہیں۔
- حضرت معصبؓ بن عمیر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے بھائی ہیں۔
- حضرت سعیدؓ بن زید حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ کے بھائی ہیں۔
- حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح حضرت سالم بن مولی ابی حذیفہؓ کے بھائی ہیں۔
- حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمرؓ کے بھائی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اسلام کو برکت عطا فرمائی اور مسلمانوں کے غلبے کا فیصلہ کیا اور مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کی اجازت عطا فرما دی۔ مدینہ کا ماحول مختلف تھا اس کے اپنے تقاضے تھے۔ مسلمان مکہ میں اپنی جائدادیں اور دیگر اموال چھوڑ کے خالی ہاتھ مدینہ پہنچے تھے۔ شہر مدینہ کی صورت حال مکہ سے یکسر مختلف تھی یہاں عربوں کے جو قبائل بستے تھے وہ صدیوں سے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے چلے آ رہے تھے۔ چنانچہ بنو اوس اور بنو خزرج ابھی جنگ بعاث میں قتل ہونے والے اپنے سرداروں کو نہ بھولے تھے کہ اسلام کی دولت اُن کے دامن میں ڈال دی گئی اور مسلمانوں میں کچھ لوگ ایسے تھے جو یہودیت سے اسلام کی طرف آئے تھے اور پھر وہ منافق تھے جو ہر وقت اسلام کی جڑوں کو زِک پہنچانے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ اب مدینے میں چونکہ مسلمانوں کا تعلق مختلف قومیتوں اور مختلف قبائل سے تھا اس لیے اسلام کی وحدت کی حفاظت کے لیے ضروری تھا کہ ایسے اقدامات کئے جائیں جن کی بنا پہ مسلمان ایک جسد واحد کی طرح متحد ہو جائیں اور مغائرت اور منافرت کے اُن امکانی

اسباب وعلل کو قبل از وقت غیر موثر بنایا جا سکے ۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ اگرچہ شہر مکہ کے مسلمانوں نے مہاجرین مکہ کے مسلمانوں کا اس طرح استقبال کیا تھا کہ تاریخ میں ایسے ایثار ومحبت کی مثالیں کم کم ہی ملتی ہیں مگر اس کے باوجود آنحضرت محمد ﷺ کو اس ضرورت کا احساس تھا کہ مسلمانوں میں ایک بار پھر مؤاخات کرا دی جائے تا کہ انصار ومہاجرین بھائی بھائی بن جائیں۔

نبی اکرم ﷺ نے مدینہ میں مسلمانوں کے درمیان جو مؤاخات کرائی اُس کی کچھ تفصیل ذیل میں درج کرنے کے بعد ہم اُن برکات پہ بحث کریں گے جو اس مؤاخات کے منطقی نتیجے کے طور پہ حاصل ہوئیں۔تب نبی اکرم ﷺ نے انصار مدینہ کو طلب کیا اور مکہ سے آنے والے مہاجرین پہلے ہی آپ ﷺ کے پاس موجود تھے آپ ﷺ نے انصار ومہاجرین کے درمیان مؤاخات کرائی اس طرح کہ پہلے آپ ﷺ ایک مہاجر کو بلاتے اور پھر کسی انصاری کو کھڑا کرتے اور فرماتے ۔

جاؤ آج سے تم بھائی بھائی ہو۔

یاد رہے کہ صحابہ کے نام درج کرتے ہوئے پہلے ہم نے مکی مہاجر کا نام درج کیا ہے اور اس کے مقابل اُن کے اُس انصاری بھائی کا نام درج کیا ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے اُن کا بھائی بنایا۔

- حضرت حمزہؓ بن عبد المطلب حضرت زیدؓ بن حارثہ کے بھائی بنے'' [*43]
- حضرت عمرؓ بن خطاب حضرت عتبانؓ بن مالک کے بھائی بنے۔
- حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت خارجہؓ بن زید کے بھائی بنے۔
- حضرت جعفرؓ بن ابی طالب حضرت معاذؓ بن جبل کے بھائی بنے۔
- حضرت حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح حضرت سعدؓ بن معاذ کے بھائی بنے۔
- حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ حضرت سعد بن ربیعؓ کے بھائی بنے۔
- حضرت زبیرؓ بن عوام حضرت سلمہؓ بن سلامہ کے بھائی بنے۔
- حضرت عثمانؓ بن عفان حضرت اوسؓ بن ثابت انصاری کے بھائی بنے۔

- حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ حضرت کعبؓ بن مالک کے بھائی بنے۔
- حضرت سعیدؓ بن زید حضرت ابی بن کعبؓ کے بھائی بنے۔
- حضرت مصعبؓ بن عمیر حضرت ابوایوب خالدؓ بن زید کے بھائی بنے۔
- حضرت ابوحذیفہؓ بن عتبہ حضرت عبادؓ بن بشر کے بھائی بنے۔
- حضرت عمارؓ بن یاسر حضرت ثابت بن قیس انصاریؓ کے بھائی بنے۔
- حضرت ابوذر غفاریؓ حضرت منظرؓ بن عمر کے بھائی بنے۔
- حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ حضرت عویم بن ساعدہؓ بھائی بنے۔
- حضرت سلیمان فارسیؓ حضرت ابوالدرداءؓ کے بھائی بنے۔
- حضرت بلالؓ حضرت ابورویحہؓ کے بھائی بنے۔
- حضرت سعد بن ابی وقاصؓ حضرت محمد بن مسلمہؓ کے بھائی بنے۔
- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت سہلؓ بن حنیف کے بھائی بنے۔
- حضرت عبداللہ بن جحشؓ حضرت عاصم بن ثابتؓ کے بھائی بنے۔
- حضرت عبیدہؓ بن حارث حضرت عمیرؓ بن ثابت کے بھائی بنے۔
- حضرت طفیلؓ بن حارث حضرت سفیانؓ بن نسر کے بھائی بنے۔
- حضرت حصین بن حارثؓ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کے بھائی بنے۔
- حضرت عثمان بن معظونؓ حضرت عباسؓ بن عبادہ کے بھائی بنے۔
- حضرت عتبہؓ بن غزوان حضرت معاذؓ بن ماعص کے بھائی بنے۔
- حضرت صفوانؓ بن وہب حضرت رافعؓ بن معلیٰ کے بھائی بنے۔
- حضرت مقدادؓ بن عمرو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے بھائی بنے۔
- حضرت ذی الشمالینؓ حضرت یزیدؓ بن حارث کے بھائی بنے۔
- حضرت ابوسلمہؓ بن عبدالاسد حضرت سعدؓ بن خثیمہ کے بھائی بنے۔
- حضرت عامر بن ابی وقاصؓ حضرت خبیبؓ بن عدی کے بھائی بنے۔
- حضرت عبداللہؓ بن معظون حضرت قتبہ انصاریؓ کے بھائی بنے۔

- حضرت ارقمؓ بن ابی ارقم حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کے بھائی بنے۔
- حضرت شماسؓ بن عثمان حضرت حنظلہؓ بن ابی عامر کے بھائی بنے۔
- حضرت زیدؓ بن خطاب حضرت معنؓ بن عدی کے بھائی بنے۔
- حضرت عمروؓ بن سراقہ حضرت سعدؓ بن زید الاشہلی کے بھائی بنے۔
- حضرت عاقلؓ بن بکیر حضرت مبشرؓ بن عبد المنظر کے بھائی بنے۔
- حضرت عبد اللہؓ بن مخرمہ حضرت فروہؓ بن عمرو کے بھائی بنے۔
- حضرت خنیسؓ ابن حذافہ حضرت منذرؓ بن محمد کے بھائی بنے۔
- حضرت ابی سبرہؓ حضرت عبادہؓ بن خشخاش کے بھائی بنے۔
- حضرت مسطح بنؓ اثاثہ حضرت زیدؓ بن المزین کے بھائی بنے۔
- حضرت ابی مرثدؓ الغنوی حضرت عبادہؓ بن صامت کے بھائی بنے۔
- حضرت عکاشہؓ بن محصن حضرت المجذرؓ بن زیاد کے بھائی بنے۔
- حضرت عامر بن فہیرہؓ حضرت حارثؓ بن صمتہ کے بھائی بنے۔
- حضرت مجمعؓ حضرت سراقہؓ بن عمرو کے بھائی بنے۔

سرسری نظر سے دیکھنے پہ اگرچہ مؤاخات کا یہ انتظام ایک عبوری اہتمام نظر آتا ہے جس کے نتیجے میں مہاجرین کو درپیش فوری مسائل کا تدراک کیا جاسکے۔ تاہم حقیقت یہ ہے کہ اس امر میں اغراض اسلامی کی تکمیل کا سامان نظر آتا ہے اور اس کے بہت سے تا دیر قائم رہنے والے اثرات کو محسوس کیا جاسکتا ہے اور اس کی برکتیں لامتناعی تھیں۔

مزاج نبوی نے رشتہ مؤاخات قائم رکھتے ہوئے اس بات کو مدنظر رکھا کہ جن دو مسلمانوں میں مؤاخات کرائی اُن میں ایک کم عمر صحابی ہو اور دوسرا کہنہ مشق اور تجربہ کار شخص ہوتا کہ اُن میں جہاں بھائیوں کی سی محبت پروان چڑھ سکے وہیں اُن میں استاد اور شاگرد کے اتحاد ِمزاج اور تربیت پذیری کے لیے ضروری عوامل بھی فراہم ہوں سکیں۔ بعد کے ادوار نے اس بات کو ثابت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے جن جن لوگوں کے درمیان مؤاخات کرائی اُن

میں مزاج اور طبع کے لحاظ سے کافی مشترکات موجود تھے اور اتنے بڑے پیانے پہ مزاج شناسی کو عمومی رویہ یا سطحی دانش قرار نہیں دیا جاسکتا ہے اس لیے ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ خصائص نبوی اور شان نبوت ہی ہوسکتی ہے جو اس امر کا درست ادراک حاصل کرنے پہ قدرت رکھتی ہے۔ ذیل میں ہم مؤاخات کے نتیجے میں بھائی بھائی بننے والے چند اصحاب کا احوال بیان کریں گے اور اُن برکتوں کا تذکرہ بھی کریں گے جو اس رشتے کے وجود میں آنے کے نتیجہ کے طور پہ وقوع پذیر ہوئیں۔

آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کو حضرت سعد بن معاذؓ کا بھائی بنایا۔ حضرت سعد بن معاذؓ اپنے قبیلے کے سردار تھے اور قبیلہ اوس کے رئیس اعظم تھے۔ اُن میں ایثار کا وصف بھی نمایاں طور پہ نظر آتا ہے اور سخاوت وشجاعت میں بھی اُن کا کوئی ثانی نہ تھا۔ بنو قریظہ بنو اوس کے حلیف تھے مگر جب اسلام کی خاطر عدل کا وقت آیا تو حضرت سعدؓ بن معاذ نے وہی فیصلہ کیا جسے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ پسند کرتے تھے۔ انھوں نے بنو قریظہ کے قتل کا حکم جاری کیا۔ اور اُن کے بھائی حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ بھی اتنی بے شمار خوبیوں سے مزین تھے جن کو رسول اللہ ﷺ کی چشم نبوت نے بھانپ لیا تھا اور آپ ﷺ جانتے تھے کہ وہ فاتح شام بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اُن کی ایمان میں پختگی بھی روز روشن کی طرح عیاں تھی جس میں کسی کو شبہ نہ تھا اسی لیے تو روز بدر جب اُن کی تلوار کے نیچے اُن کا والد آیا تب بھی انھوں نے دریغ یا کوتاہی سے کام نہ لیا اور اپنے باپ کو اپنے یقین پہ نثار کردیا اور یہی وہ شان تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے اِن دونوں کو بھائی بھائی بنایا۔

تاریخ کے صفحات اس بات کے شاہد ہیں کہ انصارِ مدینہ نے مہاجرین کی دلجوئی اور مہمان نوازی کا حق جس گہرے احساس کے ساتھ ادا کیا اُس کی مثال انسانی تاریخ سے پیش کرنا قدرے مشکل کام ہے۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ!

جب بحرین فتح ہوا تو آنحضرت محمد ﷺ نے اہل انصار کو طلب کیا اور اس امر کے بارے میں اُن سے مشاورت کی کہ آپ لوگوں نے مہاجرین مکہ کی خاطر بہت سی مالی قربانیاں دی

ہیں اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تازہ مقبوضات میں تم لوگوں میں تقسیم کر دوں تاکہ تم لوگوں کی معاشی حالت بہتر ہو سکے تاہم انصار مدینہ نے اس بات سے انکار کیا اور کہا:

یا رسول اللہ ﷺ! جب تک اتنی ہی زمینیں مہاجرین کو نہ دی جائیں جتنی کہ آپ ہمیں دینا چاہتے ہیں ہم اس وقت تک اِن زمینوں کو قبول نہیں کریں گے۔

نبی اکرم ﷺ کو انصار کے اس فیصلے سے بہت خوشی حاصل ہوئی۔

ہم جانتے ہیں کہ جب مسلمانوں نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو وہ خالی ہاتھ تھے جس کی کئی وجوہات تھیں۔

ایک تو یہ کہ مسلمانوں کو کفار قریش نے اس بات پہ مجبور کیا تھا کہ وہ اپنے ساتھ کچھ نہ لے جا سکیں۔

دوسرے یہ کہ اکثر مسلمانوں نے اہل قریش سے چھپ کے خالی ہاتھ ہی ہجرت کی تھی اور وہ اپنے اموال ساتھ نہ لے جا سکے تھے۔

تیسرے یہ کہ اکثر مسلمانوں کی معاشی حالت اسلام قبول کرنے کی وجہ سے مکہ میں ہی تباہ ہو چکی تھی۔

چوتھی یہ کہ بعض مسلمانوں نے خود ارادی طور پہ اہل قریش سے یہ سودا کیا تھا کہ ہمارے اموال تم لے لو اور ہمیں مدینہ ہجرت کرنے کی اجازت دے دو اور قریش نے اُن کے اموال پہ قبضہ کر لیا اس طرح بہت سے ایسے لوگ جو مکہ کے معاشرے میں صاحب حیثیت اور معاشی طور پہ مستحکم تھے وہ بھی خالی ہاتھ ہی مدینہ پہنچے۔

پانچویں وجہ یہ تھی کہ مکہ میں جن لوگوں کے پاس اموال تھے یا جانوروں کے ریوڑ تھے یا جمے جمائے کاروبار تھے لوگوں نے اِن سب پہ اپنے دین اور نبی اکرم ﷺ کی محبت کو ترجیح دی اور خالی ہاتھ ہی عجلت میں آنحضرت محمد ﷺ کے حکم کے پیش نظر مکہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

چھٹی وجہ یہ تھی کہ اُن کے بہت سے اموال ایسے تھے جن کو ہجرت کرتے وقت ساتھ نہ لے جا سکتے تھے۔ جیسے کہ اجناس کے گودام یا حویلی نما بڑے بڑے مکانات

۔بیان کیا جا چکا ہے کہ بنو جحش کی حویلیاں بہت بڑی بڑی اور کئی کئی منزلہ تھیں جن کو خالی چھوڑ کے وہ لوگ مدینہ جا پہنچے تھے اور اللہ کی محبت میں سرشار اِن بندوں کو اس بات کی ذرا بھی پرواہ نہ تھی کہ کل وہ بڑی بڑی حویلیوں کے مالک تھے اور آج غریب الوطن اور بے اسرا ہیں بلکہ اُن کے لیے نبی اکرم ﷺ کی محبت ہی کافی ہوگئی۔مورخین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ بنو جحش کی حویلیوں پہ ابو سفیان نے قبضہ کرلیا تھا اور انھیں بیچ بیچ کر اپنے قرضے ادا کرتا رہا تھا۔ دوسری طرف بنو ہاشم کے جن لوگوں نے مکہ میں اپنے مکانات خالی چھوڑ دیئے تھے اُن سب پہ عقیل بن ابی طالب نے قبضہ کرلیا تھا بلکہ اُن کو بیچ کھایا تھا خود آنحضرت محمد ﷺ کے ذاتی مکان کو بھی عقیل بن ابی طالب نے بیچ کھایا تھا۔

اس لیے اہل مکہ جب مدینہ پہنچے تو حقیقی طور پہ وہ خالی ہاتھ ہی تھے اگرچہ پہلے چند روز تک تو انھوں نے اہل مدینہ کی مہمان نوازی سے لطف اٹھایا لیکن نبی اکرم ﷺ جانتے تھے کہ اس مسئلے کا مستقل بنیادوں پہ حل تلاش کیا جانا ضروری ہے کیونکہ وہ اہل مکہ کی خودداری کو احسن طور پہ جانتے تھے اس لیے نبی اکرم ﷺ نے مسجد کے قیام کے ضروری اور اولین کام سے فارغ ہوتے ہی سب سے پہلے مؤاخات قائم کرنے کی طرف توجہ فرمائی اور انصار و مہاجرین کو باہم بھائی بھائی بنا دیا۔اور انصار مدینہ نے اس رشتے کے قیام پہ اپنی انتہائی خوشی کا اظہار کیا اور اپنی اس دلی کیفیت کو انھوں نے اپنے عمل سے بھی ظاہر کیا۔

چنانچہ حضرت عبدالرحمان بن عوف جنھیں نبی اکرم ﷺ نے انصار مدینہ میں سے حضرت سعد بن الربیعؓ کا بھائی بنایا تھا اس رشتے کے قیام کے بعد حضرت سعد بن ربیعؓ نے حضرت عبدالرحمان عوفؓ کا ہاتھ پکڑا اور انھیں اپنے گھر لے آئے۔

گھر پہنچ کے انھوں نے حضرت عبدالرحمان عوفؓ سے کہا:

میری دو بیویاں ہیں آپ جس کو پسند کریں میں اسے طلاق دے دیتا ہوں تا کہ وہ آپ کے نکاح میں آسکے اور میرے دو باغ ہیں جن میں سے ایک آپ کا ہوا آپ جانیں اور وہ باغ۔

تاہم حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے نہایت احسان مندی کے ساتھ اُن کی پیشکش کو ٹھکرا دیا

اور کہا اللہ آپ کو جزا دے۔آپ صرف اتنا کریں کہ مجھے بازار کا راستہ دکھا دیں۔چنانچہ حضرت سعد بن ربیعؓ نے اپنے اس بھائی کا ہاتھ پکڑ کر اسے بازار چھوڑ آئے۔بخاری میں امام محمد بن عبداللہ بخاریؒ نے حضرت عبدالرحمان عوفؓ کے بارے میں روایت کی ہے کہ تھوڑے ہی عرصے میں وہ مدینہ کے بہت بڑے تاجر بن گئے تھے۔

حضرت عبدالرحمان ابن عوفؓ فرماتے ہیں کہ میں بازار پہنچا اور میری جیب میں کچھ رقم موجود تھی جس سے میں نے کچھ گھی اور پنیر خریدا اور گھوم پھر کے اسے بیچ دیا۔اُس سے حاصل ہونے والی رقم سے میں نے کچھ کھجوریں اور گندم خریدی اور شام تک مناسب منافع پہ انھیں بھی فروخت کر دیا۔پھر تیسری دفعہ میں نے کچھ اور چیزیں خریدیں اور انھیں فروخت کرنے سے بھی مجھے منافع حاصل ہوا۔چنانچہ میں نے شام تک اتنا مفافع کما لیا تھا کہ میں ہفتہ بھر اسے بیٹھ کے کھا سکتا تھا۔مگر میں نے بدستور تجارت جاری رکھی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اس تجارت میں اتنی برکت عطا فرمائی کہ میں اگر مٹی کو بھی ہاتھ لگاتا تو وہ سونے کی قیمت پہ بک جاتی۔چند ہی دنوں میں نے شادی کر لی جس روز میری شادی ہوئی تو اُس روز میرے کپڑوں پہ خوشبو کا نشان دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں مجھ سے دریافت فرمایا:

میں نے عرض کی، یارسول ﷺ میں نے ایک عورت سے نکاح کیا ہے۔

اس پہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ ولیمہ کرو چاہے ایک بکری ہی ہو۔

چنانچہ میں نے لوگوں کو دعوت ولیمہ پہ مدعو کیا اور انھیں گوشت کھلایا۔

کچھ ہی عرصے بعد حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کی تجارت کو اتنی ترقی حاصل ہوئی کہ اُن کے تجارتی قافلے مدینہ سے شام اور شام سے مدینہ کو آنے لگے۔ایک شب جب سامان سے لدے سات سو اونٹوں کا ایک قافلہ مدینہ کی سرزمین پہ اترا تو کسی نے کہا یہ یقیناً حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کا تجارتی قافلہ ہے اس لیے کہ اتنا بڑا تجارتی قافلہ صرف انھیں کا ہوسکتا ہے۔اسی طرح دوسرے اصحابِ رسول کا معاملہ تھا اُن میں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کپڑا تیار کرنے کا ایک کارخانہ مدینہ کی ایک ذیلی بستی سخ میں قائم کیا تھا اور وہ مدینہ میں کپڑے کی تجارت کرنے والے اہم افراد میں شامل ہو چکے تھے۔اسی طرح حضرت عثمان

ابن عفانؓ کا معاملہ ہے انھوں نے بنو قینقاع کے ساتھ اُن کے بازار میں بڑے پیانے پہ کھجور کی تجارت شروع کر رکھی تھی۔ حضرت عمرؓ بھی تجارت میں مشغول ہو چکے تھے اور اُن کی تجارت ایران تک پھیل چکی تھی۔

دوسرے بہت سے صحابہ کا بھی یہی حال تھا کہ مدینہ کی فضاؤں میں خالی ہاتھ داخل ہونے والے اِن لوگوں نے اپنی تجارتی مہارت کو بروئے کار لاتے ہوئے جلد ہی خود کو معاشی طور پہ مستحکم کر لیا تھا۔ تاہم اس کا یہ مطلب نہیں تمام کے تمام مہاجرین آسودہ حال ہو گئے تھے بلکہ مسائل ابھی موجود تھے اور اہل مدینہ بھی اُن کی پشت پناہی پہ ہردم سرگرم تھے۔

یاد رہے کہ انصار کا مال و دولت جو کچھ بھی تھا وہ اُن کے کھجوروں کے وہ نخلستان تھے جن سے پیدا ہونے والی کھجور اُن کی آمدن کا کام دیتی تھی آج کی طرح اس زمانے میں دولت کی ریل پیل نہ تھی بلکہ اُن کے اموال اُن کے نخلستان اور اُن کی کھیتیاں ہی اُن کی دولت تھیں ۔ چنانچہ انصار مدینہ میں سے چونکہ اکثر کا تعلق کھیتی باڑی سے تھا اور وہ کھجوروں کے نخلستانوں کے مالک تھے اس لیے زیادہ تر لوگوں نے نبی اکرم ﷺ سے یہی درخواست کی اُن کے نخلستان اُن کے مدنی بھائیوں کے مابین یکساں تقسیم کر دیئے جائیں۔

تاہم نبی اکرم ﷺ جانتے تھے کہ اہل مکہ میں سے اکثر لوگ تجارت پیشہ ہیں جن کو کھیتی باڑی کا کوئی علم نہیں۔ اس لیے انہوں نے اہل انصار سے کہا کہ تمہارے مکی بھائی کھیتی باڑی میں تمہاری مدد کریں گے جس کے عوض تم اُن کو حاصل ہونیوالی آمدنی سے آدھا حصہ ادا کرو گے۔

انصار مدینہ نے رسول اللہ ﷺ کے اس حکم کو خوشدلی سے قبول کر لیا۔

علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ چار ہجری میں جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہودیوں یعنی بنو قریظہ کے اموال پہ دسترس عطا فرمائی تو آنخضرت محمد ﷺ نے مدینہ کے مسلمانوں کو مشاورت کے لیے طلب کیا۔

آپ ﷺ نے اُن سے فرمایا:

میں چاہتا ہوں کہ مہاجرین میں سے جو لوگ ابھی تک نادار ہیں اگر تمہاری رضا ہو تو بنو قریظہ

کے نخلستان میں اُن میں تقسیم کر دوں اور تمہارے وہ نخلستان جو ابھی تک مہاجرین کے قبضے میں ہیں وہ تم اِن سے واپس لے لو۔

انصارِ مدینہ نے کہا، یارسول اللہ ﷺ!

ہمارے جونخلستان ہمارے مہاجر بھائیوں کے پاس ہیں وہ بھی آپ انھی کے پاس رہنے دیں اور بنوقریظہ کے اموال بھی انھی کوعطا فرمادیں یہی ہمارے دل کی خوشی ہے۔

بہت سے مواقع ایسے ہیں جن کا تذکرہ مورخین نے اس انداز سے کیا ہے کہ اہل مدینہ کی سخاوت، وفا، نبی اکرم ﷺ سے محبت، اہل مدینہ کی حد سے بڑی ہوئی مہمانداری اور محبت کے احساس سے انسان کی آنکھیں بھیگ جاتی ہیں اور انسان سوچنے پہ مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ کون سا جذبہ ہے جو انسان کو اندر سے اس قدر بدل کے رکھ دیتا ہے کہ خود بدلنے والے کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔ جیسا کہ یہودی حیران تھے کہ وہ بنو اوس اور بنوخزرج جوکل تک ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے اسلام نے انھیں اس قدر بدل کے رکھ دیا کہ کچھ ہی عرصے میں وہ ایک دوسرے سے ایسے محبت کرنے لگے جیسے آسمان بدل گیا ہو یا وہ زمین بدل گئی ہو جس کے نیچے یہ دونوں قبائل بدل گئے تھے۔ اصل میں تو نہ زمین بدلی تھی اور نہ آسمان بدلا تھا صرف اِن لوگوں کے دل کی دنیا بدلی تھی اور اسلام نے اِن کو محبت کا جو درس دیا تھا وہ اُن کے دلوں میں بہت گہرائی تک جا اترا تھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ انصار مدینہ کے ایثار کو یقیناً رہتی دنیا تک یاد کیا جاتا رہے گا جیسا کہ ایک ہزار چار سو تینتیس سال بعد ہم اُن کا تذکرہ کر رہے ہیں اور اُن کے جذبہ ایثار کو خراج تحسین پیش کر رہے ہیں۔

مسجد نبوی خطہ ارض پر حرم پاک کے بعد سب سے ارفع مسجد ہے جس کی عظمتوں اور رفعتوں کا بیان کثیر روایات میں موجود ہے۔اسی مسجد کی خشت اول کا بیان کیا جارہا ہے کہ اُن مقدس لمحات وایام کا تذکرہ بھی کسی سعادت سے کم نہیں ہے۔

1 ہجری - 623ء ، 622ء

مسجد نبوی کی تعمیر

مسجد کو دین اسلام میں مرکزی مقام حاصل ہے اس لیے جب نبی اکرم ﷺ مدینہ پہنچے تو دیگر تمام امور کو پس پشت ڈال کے سب سے پہلے مسجد کی تعمیر کا حکم جاری کیا۔ صحابہؓ بھی اس بارے میں بہت گرم جوش تھے اس لیے فوری طور پہ مشاورت کی گئی کہ مسجد کس جگہ تعمیر کی جائے۔ آنحضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ جہاں میری اونٹنی بیٹھی تھی وہ جگہ مسجد کے لیے عمدہ رہے گی، حضرت اسد بن زرارہؓ بھی اس مجلس میں موجود تھے انھوں نے کہا کہ میں اس جگہ کے مالکوں کو راضی کرلوں گا۔ وہ جگہ دراصل ایک مربد تھی ۔ عرب جس میدان میں کھجوروں کو خشک کیا کرتے اُسے مربد کہتے ہیں ۔ اور اہل مدینہ میں سے دو کم سن لڑکے سہل اور سہیل اس جگہ کے مالک تھے جن کا والد ایک عرصہ پہلے انتقال کر چکا تھا۔ اُس کا نام مورخین نے رافع بن ابی عمرو بن عائذ بیان کیا ہے۔

یہ دونوں لڑکے حضرت اسد بن زرارہؓ کی زیر کفالت تھے۔

چنانچہ حضرت اسد بن زرارہؓ اُن لڑکوں کو لے کر آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر

ہوے۔

اُن لڑکوں یعنی سہل اور سہیل نے آنحضرت محمد ﷺ سے فرمایا کہ آپ اس جگہ پہ مسجد تعمیر کریں ہم نے اس جگہ کو آپ ﷺ کے لیے بلاکسی قیمت کے ہبہ کیا تا کہ آخرت میں ہمیں اللہ کی رضا حاصل ہو سکے۔

آنحضرت محمد ﷺ نے اُن سے فرمایا:

تمہاری اس عمدہ نیت کا اجر اللہ کے ہاں محفوظ ہے۔

مگر ہم اس زمین کو قیمتاً خریدنا چاہتے ہیں۔

چنانچہ اس جگہ کی قیمت دس مثقال قرار پائی جو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ادا کی۔ سب سے پہلے اس زمین کو ہموار کرنے کا مرحلہ آیا کیوں کہ اس زمین میں کئی جگہ گڑھے تھے جن میں بارشوں کا پانی جمع ہو جایا کرتا۔ اُس کے ایک کونے میں کچھ پرانی قبریں بھی تھی اور اس میدان کے بیچوں بیچ کھجور اور غرقد کے کئی درخت بھی تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ قبروں کو مسمار کر دو اور اُن کی ہڈیوں کو جمع کر کے دور کہیں کسی گڑھے میں ڈال کے اِن کے اوپر مٹی ڈال دو۔ میدان کے گڑھوں کو برابر کر دو اور اس میں موجود درختوں کو کاٹ دو۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کے اِن احکامات کی تعمیل کی گئی اور چند دن میں ہی عربوں کا وہ قدیم مربد ایک شاندار میدان کی صورت میں ابھرا جس پہ مسجد نبوی تعمیر کی جانی تھی۔

یاد رہے کہ آنحضرت محمد ﷺ کے مدینہ پہنچنے سے پہلے حضرت اسد بن زرارہؓ مسلمانوں کو اسی میدان کے ایک کونے میں نماز پڑھایا کرتے تھے اور یہ جگہ بھی مسجد نبوی میں شامل کر لی گئی۔ اس کے بعد مدینہ کے ایک مقام "**بقیع الخجبه**" سے چکنی مٹی لائی گئی جس سے مسجد نبوی کی تعمیر کے لیے اینٹیں تیار کی گئیں۔ نبی اکرم ﷺ اُس جگہ تشریف لے گئے جہاں کچھ انصار اس مٹی کو گوندھ کر اس سے اینٹیں تیار کر رہے تھے۔ ایک شخص کو اس کام میں خاص مہارت حاصل تھی اُس کا تعلق حضر موت سے تھا اور اُس کا نام طلق بن علیؓ تھا۔ نبی اکرم ﷺ اُس شخص کی مہارت پہ بہت خوش ہوئے اور طلق بن علیؓ سے کہا

تم یہ کام عمدگی سے سرانجام دیتے ہو اس لیے تم اسی کام میں جتے رہو۔

کچھ دن اینٹوں کی تیاری میں گذر گئے۔

پھر ایک دن نبی اکرم ﷺ نے مسجد نبوی کی تعمیر شروع کی اور سب سے پہلی اینٹ اپنے ہاتھ سے ٹکائی۔اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حکم دیا کہ وہ تشریف لائیں اور اُس اینٹ کے ساتھ اپنی طرف سے ایک اینٹ رکھیں۔حضرت ابوبکرؓ کے بعد آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو طلب کیا اور اُن سے کہا اس اینٹ کے ساتھ ایک اینٹ آپ رکھیں۔اس کے بعد حضرت عثمانؓ کو طلب کیا اور اُن سے کہا حضرت عمرؓ والی اینٹ کے ساتھ ایک اینٹ آپ رکھیں۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ مسجد نبوی کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے جس ترتیب کا اہتمام کیا وہ دراصل اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ میرے بعد یہی لوگ میرے خلفاء ہوں گے

ابوزرعہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند بری نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کو حاکم نے مستدرک میں نقل کیا ہے۔

ایک اور حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ مسجد نبوی کی تعمیر کے بیچ ہی میں صحابہ نے آپ ﷺ سے اس بات کی حکمت دریافت کی تھی کہ ایک اینٹ حضرت ابوبکرؓ نے رکھی اُن کے بعد ایک اینٹ حضرت عمرؓ نے رکھی اور اُن کے بعد ایک اینٹ حضرت عثمانؓ نے رکھی تو آنحضرت محمد ﷺ نے بیان کیا کہ یہ میرے بعد خلافت کا معاملہ ہے۔سنگ بنیاد کے بعد مسجد کی تعمیر کا کام زور شور سے شروع ہو گیا جس میں انصار و مہاجرین کے بہت سے لوگوں کے ساتھ خود آنحضرت محمد ﷺ نے حصہ لیا۔

آپ ﷺ نے چادر مبارک اتاری اور اسے ایک طرف رکھ دیا۔

اس کے بعد آپ ﷺ دور سے اینٹیں اور پتھر لا کر مسجد کے احاطے میں رکھنے لگے۔صحابہ نے بارہا آپ ﷺ سے عرض کی آپ ﷺ آرام فرمائیں ہم اس کام کے لیے کافی ہو جائیں گے مگر نبی اکرم ﷺ اس سعادت سے الگ ہونے والے نہ تھے۔اس لیے آپ ﷺ بدستور مسجد کی تعمیر کے کام میں صحابہ کے ساتھ شامل رہے۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک بھاری پتھر اٹھا کے آتے دیکھا تو دوڑ کے آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہا۔ یا رسول اللہ ﷺ اس پتھر کو میرے حوالے کر دیں میں اسے پہنچا دیتا ہوں تاہم آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس کو میرے پاس ہی رہنے دو اور اسی طرح کا ایک پتھر اٹھا لاؤ۔ اس لیے کہ تم مجھ سے زیادہ اللہ کی رحمت کے محتاج نہیں ہو۔ چنانچہ صحابہ محبت اور ایمان کی ایک خاص کیفیت میں تھے جس میں انھیں کوئی بوجھ محسوس نہ ہوتا تھا اور وہ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اس مقدس فرض کو ادا کر رہے تھے۔

دوسرے لوگ ایک ایک اینٹ اٹھا کے لا رہے تھے مگر حضرت عمار بن یاسرؓ کو وہ زیادہ اینٹیں اٹھانے کے لیے دیتے۔ چنانچہ حضرت عمار بن یاسرؓ اپنا بھاری بوجھ اٹھائے رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گذرے تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی۔

یارسول اللہ ﷺ آپ کے اصحاب میرے قتل کے درپے ہیں اور مجھ پہ زیادہ بوجھ لاد دیتے ہیں، آنحضرت محمد ﷺ اُن کے قریب تشریف لے گئے اور فرمایا: یہ لوگ تجھے قتل نہیں کر سکتے کیونکہ تجھے اللہ کا ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

مسجد نبوی کے متعلق یہ روایت امام ابن جریر طبریؒ کے علاوہ میں نے کہیں اور نہیں دیکھی جس میں فرمایا گیا کہ کہ سہل اور سہیل کے مربد کے علاوہ بھی کچھ جگہ تھی جسے مسجد نبوی میں شامل کیا گیا۔ وہ ایک کھنڈر نما مکان تھا جو مربد کے ایک کونے میں تھا۔

آنحضرت محمد ﷺ نے اُس شخص سے کہا:

میرے ساتھ اس مکان کا سودا کر لو اس کے بدلے جنت میں مجھ سے ایک محل لے لو۔ مگر اُس شخص نے انکار کیا اور اپنی غربت اور عیال دار ہونے کو وجہ جواز بنایا۔ آنحضرت محمد ﷺ نے اُس شخص کے استدلال کو قبول کیا اور اُس سے ناراضگی کا اظہار نہ کیا۔ تاہم جب اس بات کا علم حضرت عثمانؓ کو ہوا تو انھوں نے اُس شخص کو گھیر لیا اور اُس سے کہا: یہ زمین تو مجھے ہر صورت چاہیے چاہے تم مجھ سے اُس کی دس گنا قیمت لے لو

اور اُس شخص نے حضرت عثمانؓ سے دس گنا قیمت ہی لی اور زمین کے اُس

ٹکڑے کے بدلے حضرت عثمانؓ سے دس ہزار درہم وصول کئے حضرت عثمانؓ اُس سے یہ سودا کر کے آنحضرت محمد ﷺ کے ہاں پہنچے اور کہا:

یا رسول اللہ ﷺ، وہ قطعہ زمین جو آپ نے اُس انصاری شخص سے طلب کیا تھا وہ میں نے خرید لیا ہے اگر آپ چاہئیں تو اسی سودے کے عوض میں اسے آپ کے ہاتھ فروخت کر سکتا ہوں جس کی پیشکش آپ ﷺ نے اُس انصاری کو کی تھی۔

آنحضرت محمد ﷺ حضرت عثمانؓ کی اس بات پہ مسکرا دیئے اور فرمایا:

ٹھیک ہے جنت میں ایک محل کے بدلے میں نے وہ زمین تم سے خرید لی۔

آنحضرت محمد ﷺ حضرت عثمانؓ کی اس سخاوت پہ بہت خوش تھے تو دوسری طرف حضرت عثمانؓ جنت میں محل مل جانے کی وجہ سے خوش تھے۔ اس طرح مسجد نبوی کی تعمیر کا کام زور شور سے جاری رہا اور صحابہؓ کے ساتھ آپ ﷺ بھی اس کی تعمیر میں مشغول رہے۔

جب مسجد نبوی تعمیر ہو رہی تھی تو کام کے وقت آنحضرت محمد ﷺ کے لبوں پہ کچھ شعر ہوتے جنھیں آپ ﷺ گنگناتے رہتے۔ مورخین نے اُن مبارک لبوں سے نکلنے والے ایک ایک لفظ کی حفاظت کی ہے اس لیے وہ اشعار بھی تاریخ کے دریچوں میں محفوظ چلے آئے جنھیں ہم آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

آنحضرت محمد ﷺ کے ساتھ صحابہ کا بھی یہی شغل تھا یعنی وہ بھی جب بوجھ اٹھائے مسجد نبوی کی طرف رواں ہوتے تو بلند آواز سے شعر پڑھتے۔

لَئِنْ قَعَدْنَا وَالنَّبِیُّ یَعْمَلُ
لَذَاكَ مِنَّا الْعَمَلُ الْمُضَلَّلُ

اگر ہم بیٹھے رہیں اور نبی اکرم ﷺ کام کرتے رہے تو ہمارا یہ فعل ایک گمراہ کن فعل ہو گا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ
اَللّٰھُمَّ ارْحَمِ الْاَنْصَارَوَالْمُھَاجِرَۃِ

کوئی زندگی نہیں ہے مگر آخرت کی زندگی، اے اللہ! انصار پر رحم فرما اور مہاجرین پر بھی۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ
اَللّٰھُمَّ انْصُرِالْاَنْصَارَوَالْمُھَاجِرَۃِ

کوئی زندگی نہیں ہے مگر آخرت کی، اے اللہ! مدد فرما مہاجرین کی بھی اور آخرت کی بھی۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْاَجْرَاَجْرُ الْاٰخِرَۃِ
فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃِ

اے اللہ! اجر تو وہی ہے جو تیری بارگاہ سے آخرت میں ملنے والا ہے، پس رحم فرما! انصار پر اور مہاجرین پر بھی۔[*43]

۞۞۞۞۞۞۞۞

مسجد نبوی کی تعمیر مکمل ہوگئی۔ مسجد کی دیواریں کچی اینٹوں سے چنی گئی تھیں اور اس کے ستون کھجوروں کے تنے سے بنائے گئے اور مسجد پہ کھجور کے تنوں اور کھجور کی شاخوں سے چھت ڈالی گئی۔ نبی اکرم ﷺ نے مسجد کی تعمیر مکمل ہو جانے کے بعد صحابہ کو جو پہلا خطبہ دیا اُسے ہم یہاں پیش کر رہے ہیں۔

''حمد وثنا کے بعد فرمایا! لوگو مرنے سے پہلے سفر کی تیاری کرلو۔ اللہ کی قسم! ایک روز تم پر موت کی بے ہوشی ضرور طاری ہوگی اور پھر تم اپنی بھیڑوں کو بغیر نگہبان کے چھوڑ کے چلے جاؤ گے پھر اللہ سوال کرے گا۔ وہ اللہ جس کو نہ کسی ترجمان کی ضرورت ہے اور نہ کسی دربان کی حاجت ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان سے پوچھے گا کہ کیا تمہارے پاس میرا رسول نہیں آیا تھا جس نے میرا پیغام تم تک پہنچایا اور کیا میں نے تم کو مال و دولت سے نہ نوازا تھا؟ پس اگر تم بتاؤ کہ تم نے اپنے فائدے کے لیے کیا کچھ کیا ہے؟ اس وقت انسان حیران و پریشان اپنے دائیں

بائیں دیکھے گا لیکن اسے کچھ سجھائی نہ دے گا پھر وہ سامنے کی طرف نظر دوڑائے گا تو اسے دوزخ کے شعلوں کے سوا کچھ دکھائی نہ دے گا۔ اس لیے جان لو کہ اگر تم آگ سے بچنا چاہتے ہو، اگر تم کھجور کا ایک ٹکڑا دینے کی قدرت رکھتے ہو تو وہ کھجور کا ٹکڑا ہی اللہ کی راہ میں دے کر اپنے آپ کو اس آگ سے بچالو اور جو اس کی گنجائش نہ رکھتا ہو تو وہ لوگوں سے اچھی بات کہہ کر ہی اپنے آپ کو محفوظ کرلے کیونکہ ایک نیکی کا بدلہ دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ہے۔

☯☯☯☯☯☯☯

مورخین نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جو دوسرا خطبہ مسجد نبوی میں دیا وہ یہ ہے جسے ہم ذیل میں سیرت ابن اہشام سے پیش کررہے ہیں۔

''تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں میں اسی کی تعریف کرتا ہوں اور اسی سے مدد چاہتا ہوں۔ میں اپنے نفس کی شرارتوں اور اپنے برے اعمال سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے اللہ راستے سے بھٹکا دے اسے کوئی سیدھی راہ دکھانے والا نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں

وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں سب سے اچھا کلام اللہ کی کتاب ہے جس کے دل میں اللہ نے اس کتاب کو اتارا وہ اس کے ذہن نشین ہوگئی اور جس کو اللہ نے کفر کے بعد دین اسلام میں داخل کر دیا اور جس نے اللہ کی اس کتاب کو لوگوں کی بیہودہ باتیں چھوڑ کر اپنا راہنما بنا لیا وہ شخص ضرور کامیاب اور بامراد ہوگا اور نجات اسی کے لیے ہے اللہ کی کتاب بہترین اور بلیغ کتاب ہے تم اِن چیزوں کو اپنا محبوب بناؤ جن کو اللہ نے پسند کیا ہے تم دل سے اللہ کی محبت اختیار کرو اللہ کی یاد اور اس کے ذکر سے مت اکتاؤ اور اپنے دلوں کو دنیا کی غفلت میں پڑ کے سیاہ نہ کرلو ۔کیونکہ اللہ نے سب چیزوں سے جو اس نے پیدا کی ہیں اور پسند کی ہیں نیک باتوں یا حلال وحرام اور بہترین عبادتوں میں سے اچھا اور برگزیدہ اور نیک اعمال میں سب سے بڑھ کے اُس کا افضل ذکر اپناؤ۔ دیکھو اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ اور جہاں تک ہو سکے اس سے ڈرتے رہو اور جو اچھی بات منہ سے نکالو وہ اللہ کے سامنے پوری کر کے دکھاؤ اور اللہ کے فضل وکرم سے باہم ایک دوسرے کے دوست اور مددگار بن جاؤ اللہ اس سے بہت ناراض ہوتا ہے جو اپنے وعدے کو پورا نہ کرے تم سب پر اللہ کی طرف سے امن وسلامتی ہو۔[44*]

1 ہجری ۔ 623ء، 622ء

حجرات کی تعمیر

انبیاء ورسل کے تصرفات بے پناہ اور اُن کا علم انسانی علوم سے بہت ارفع ہوتا ہے۔ وہ دنیاوی زندگی کی بے ثباتی سے آخری حد تک آگاہ ہوتے ہیں اور موت کی بعد کی زندگی اور آسودگی کی طرف ہی لوگوں کو بلاتے ہیں۔ اس لیے باوجود اس کے کہ حضرت جبرائیل نے آنحضرت محمد ﷺ سے کہا تھا کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کے لیے وادی مکہ کے سب سے بڑے پہاڑ کو سونے کا بنا دوں تو آپ ﷺ نے اُن سے کہا میرا اِن چیزوں سے کیا تعلق۔ [45*] چنانچہ جب مسجد نبوی کی تعمیر ہو رہی تھی تو آنحضرت محمد ﷺ نے اپنے اصحاب سے کہا میرے لیے بھی یہاں ایک ایسا جھونپڑا بنا دو جیسا کہ موسیٰ کا جھونپڑا تھا۔

لوگوں نے آپ ﷺ سے پوچھا موسیٰ کا جھونپڑا یا سائبان کیسا تھا؟

آنحضرت محمد ﷺ نے جواب دیا کہ جب وہ اپنے جھونپڑے میں کھڑے ہوتے تو اُن کا سر

چھت سے لگتا تھا۔ چنانچہ صحابہ نے بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ کے لیے جو جھونپڑے تعمیر کئے گئے وہ کھجور کے پتوں سے تعمیر کئے گئے۔ اس طرح کہ کھجور کے پتوں کو جوڑ کر اُن کو دیوار کی صورت کھڑا کیا جاتا اور انھیں گیلی مٹی سے لیپ دیا جاتا تاکہ وہ کچھ مضبوط ہو جائیں اور گھروں کی بیرونی دیوار کو پتھروں سے چنا جاتا۔ اُن گھروں میں، اُن حجروں میں جہاں کائنات کے عظیم ترین لوگ اترے اور امت کی مائیں اتریں، جہاں حضرت جبرائیل قرآن لے کے اترا کرتے اُن گھروں کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ اُن گھروں میں نہ کوئی دروازہ نہ ہوتا نہ کوئی کھڑکی بلکہ دروازے کی جگہ بھیڑ کے سیاہ بالوں سے بُنا پردہ ہوا کرتا۔ اگر چہ آخیر تک نبی اکرم ﷺ کے لیے تعمیر کئے گئے حجروں کی تعداد نو ہو گئی تھی مگر ابتداء میں صرف دو حجرے تعمیر کئے گئے۔ جن میں پہلے حضرت سودہؓ تشریف لائیں جن سے آپ ﷺ نے ہجرت سے قبل نکاح کیا تھا۔ اس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہؓ کی رخصتی ہوئی اور انھوں نے اِن حجروں کو رونق بخشی۔ یاد رہے کہ نبی اکرم ﷺ کے اہل بیت نبی اکرم ﷺ کے بعد مدینہ پہنچے تھے اور آپ ﷺ نے خاص طور پہ اُن کو لانے کے لیے مدینہ سے ابو رافعؓ اور حضرت زید بن حارثؓ کو مکہ بھیجا۔

علامہ ابن کثیر نے آنحضرت محمد ﷺ کے حجروں کے بارے میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد کے ارد گرد اپنے اہل و عیال کی رہائش کے حجرات تعمیر کئے جن کی اونچائی بہت کم تھی اور وہ ایسے سامان سے تیار کئے گئے تھے جو دیرپا نہ تھا۔ علامہ برہان الدین حلبیؒ نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کی بیویوں کے لیے جو حجرے تعمیر کئے گئے ان کی اونچائی بہت کم تھی، ہاتھ اوپر اٹھانے سے چھت کو جا لگتا تھا۔ یہ حجرے سادگی کے شاہکار تھے سامان آرائش تو خیر کیا ہونا تھا وہاں تو ضرورت کی اشیاء یعنی برتن تک موجود نہ تھے اس لیے کہ آنحضرت محمد ﷺ نے ہمیشہ سادہ زندگی بسر کی۔

نبی اکرم ﷺ کے دروازے پہ کبھی کوئی دربان نہ دیکھا گیا۔

یاد رہے کہ نبی اکرم ﷺ کی بیشتر بیویوں کا تعلق آسودہ حال گھرانوں سے تھا اور اُن کے باپ اپنے اپنے قبیلے کے سردار یا بادشاہ تھے۔ اُن کے گھروں میں آسودگی اور آسائش کی ہر

چیز موجود تھی مگر جب انھوں نے نبی اکرم ﷺ کی محبت کو پا لیا تو انھیں دنیا کی کسی نعمت کی چاہت نہ رہی۔ اگر چہ دور سے دیکھنے پہ یہ حجرے بہت سادہ نظر آتے مگر حقیقت یہ ہے کہ ملائکہ سدرۃ المنتہا کی بلندیوں کو چھوڑ کر اِن حجروں میں اترنے کو بیتاب رہا کرتے تھے۔ اِن کچی دیواروں سے بلند ہونے والی صدائیں دنیا کی تقدیریں بدل رہی تھیں۔ انھی کچی دیواروں کے سائے سے حضرت اسامہ بن زیدؓ کا لشکر رخصت ہوا۔ انھی کچی دیواروں کے سائے میں حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ اپنے لشکروں کے ساتھ روانہ ہوا کرتے۔ انھی کچی دیواروں سے محبت کی اُس مہک نے جنم لیا جس کو لوگ دین اسلام کے نام سے جانتے ہیں۔ اور انھی کچی دیواروں سے قرآن حکیم کے وہ احکامات جاری ہوا کرتے جس کے بعد انسانیت کے لیے فلاح کے راستے روشن اور اجلے ہو جاتے مگر رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کے پردہ فرمانے کے بعد لوگوں نے اِن حجروں کو گرا دیا۔

بیان کیا گیا کہ حجروں کو گرانے کا حکم ولید بن عبدالملک نے دیا تھا۔

بعض صحابہ نے روایت کیا ہے کہ جب ازواج مطہرات انتقال کر گئیں تو لوگوں نے اِن حجروں کو گرا دیا اور جگہ کو مسجد نبوی میں شامل کر دیا بعض لوگوں نے اس بات کو روایت کیا کہ جب نبی اکرم ﷺ کے حجروں کو گرایا گیا تو شہر مدینہ کے پرانے باسی اور آنحضرت محمد ﷺ کے اصحاب کو باجماعت روتے دیکھا گیا۔

بعد کے لوگوں نے بھی اس امر کی مذمت کی۔

مثلاً عطا خراسانی کہتے ہیں کہ ہم نے سعید بن مسیّب کو یہ کہتے سنا کہ بخدا مجھے یہ بات بہت زیادہ پسند تھی کہ اِن حجروں کو اسی حالت میں رہنے دیا جاتا تا کہ مدینہ طیبہ کی نئی نسل اور دیگر مسلمان اس امر سے آگاہ رہتے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی زندگی کو کس سادگی کے ساتھ بسر کیا، دنیا کی آلودگی کو خود سے دور کیا اور اپنی نگائیں ہمیشہ اپنی منزل پہ رکھیں اور کامیابی تو اس میں ہے کہ انسان کو خالق کی رضا حاصل ہو جائے۔

امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن سہیلی نے لکھا ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ کی بیویاں انتقال فرما گئیں تو لوگوں نے اُن حجروں کو گرا کر مسجد نبوی میں شامل کر لیا۔ اگر چہ اہل مدینہ میں سے یہ عمل کسی

کے لیے بھی پسندیدہ نہ تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے شہر مدینہ میں دس سال اور کچھ ماہ بتائے مگر آپ ﷺ نے اپنے پیچھے کوئی ورثہ نہ چھوڑا بلکہ فرمایا کہ انبیاء ورسل کا ورثہ علم ہوتا ہے۔

کبھی اُن ملکوں میں کچھ روز گزار کے دیکھیں جہاں اذانوں کی صدائیں بلند نہیں ہوتیں ، اُن معاشروں میں پائی جانے والی نہوست ایسے مکروہ مناظر کو جنم دیتی ہے آنکھ کے لیے جن کا تحمل بہت گراں ہے، صدائے اذان سے عاری سماج کا دامن حیا سے خالی ہے۔

1 ہجری - 623ء ، 622ء

اذان واقامت

مسجد نبوی کی تعمیر مکمل ہو چکی تھی۔ لوگ جوق در جوق نبی اکرم ﷺ کی محبت میں اُن کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے آتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کے لیے حجرے بھی تعمیر ہو چکے تھے۔ پہلے حضرت سودہ ؓ نے اِن حجروں کی رونق بڑھائی پھر ہجرت کے آٹھ ماہ بعد ماہ شوال میں حضرت عائشہؓ کی رخصتی عمل میں آئی اور وہ بھی نبی اکرم ﷺ کے گھر تشریف لے آئیں۔ چنانچہ جب صحابہ کا رش مسجد میں بہت بڑھ گیا اور لوگ نماز کے لیے وقت سے پہلے آنے لگے تو آنحضرت محمد ﷺ نے اپنے اصحاب کو طلب کیا اور فرمایا: کوئی ایسا طریقہ سوچو کہ لوگ وقت پہ نماز کے لیے آئیں۔ ابتداء میں چونکہ نماز کا اعلان کرنے کا کوئی اہتمام نہ تھا اس لیے لوگ اپنے اپنے اندازے کے مطابق مسجد کا رخ کرتے۔ آنحضرت محمد ﷺ انتظار کرتے رہتے کہ تمام صحابہ پہنچ جائیں تب نماز ادا کی جائے۔ مگر چونکہ نمازیوں کی تعداد کافی زیادہ ہو چکی تھی اس لیے کسی ایسی نشانی کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی جس کے ذریعے لوگوں کو علم ہو جائے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ چنانچہ جب آپ

ﷺ نے صحابہ کی مجلس میں اس معاملے کو پیش کیا تو ہر طرف سے کئی تجاویز سامنے آئیں۔
اُن میں ایک یہ تھی کہ نماز کے وقت مسجد کی چھت پہ ایک جھنڈا بلند کر دیا جائے جس کو دیکھ کر لوگ مسجد کا رخ کریں۔

ایک اور صاحب بولے:

کیوں نہ ہم بھی یہودیوں کی طرح بگل بجایا کریں جسے سن کر لوگ اپنا رخ مسجد کی طرف کر لیں۔

تاہم نبی اکرم ﷺ نے اس رائے کو مسترد کر دیا اور فرمایا:

یہودیوں کے طریقے کو ہمارے لیے اپنانا مناسب نہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے کسی اور شخص نے رائے پیش کی کہ کیوں نہ ہم ناقوس پھونکا کریں۔

تاہم نبی اکرم ﷺ نے اس رائے سے بھی اتفاق نہ کیا اور فرمایا:

ناقوس پھونکنا عیسائیوں کا عمل ہے جسے ہم اپنے لیے مناسب نہیں سمجھتے۔

اس کے بعد یہ رائے سامنے آئی کہ کیوں نہ نماز کے وقت آگ کا ایک آلاؤ روشن کیا جائے جس کو دیکھ کر لوگ مسجد کی طرف چلے آئیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اس رائے کو بھی ناپسند کیا اور فرمایا: ایک تو اس میں اذیت زیادہ ہے دوسرے آگ جلانا تو مجوسیوں کا پیشہ ہے۔

ایک اور رائے سامنے آئی کہ مسجد کی چھت پہ کھڑے ہو کے نماز کا اعلان کیا جائے۔ ابتدائی طور پہ نبی اکرم ﷺ نے اس بات کی منظوری دے دی مگر صحابہ جانتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ اس معاملے میں مطمئن نہیں ہیں۔

تاہم عبوری طور پہ آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ وہ مسجد کی چھت پہ جائیں اور نماز کا اعلان کریں۔ اس مجلس میں جہاں اس معاملے پہ رائے دی گئی تھی حضرت عبداللہ بن زید بھی شامل تھے۔

حضرت عبداللہ بن زید کہتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کے چہرے پہ پھیلی بے چینی کو پڑھ لیا

تھا اور میں جانتا تھا کہ نبی اکرم ﷺ کو اِن تمام تجاویز میں سے کسی تجویز نے بھی متاثر نہیں کیا ۔اور میں بہت بے چین سا تھا کہ میری عقل میں وہ بات کیوں نہیں آ رہی جو اس معاملے میں اللہ کے رسول ﷺ کے لیے اطمینان کا باعث ہو۔

اور میں اسی بے چینی کو ساتھ لیے گھر آ گیا۔

مگر نیند جیسے میری آنکھوں سے روٹھ گئی تھی تقریباً نصف شب تک کروٹیں بدلنے کے بعد جو میری آنکھ لگی تو بھی تھوڑی دیر کے لیے ہی لگی۔اس لیے کہ میں جونہی نیند کی وادیٔ میں اترا تو میں نے خواب دیکھا کہ ایک بارعب آدمی ہے جس نے دو سبز چادریں اوڑھ رکھی ہیں۔اور اُس کے ہاتھ میں ناقوس ہے۔

میں نے اُس شخص سے پوچھا ناقوس بیچو گے؟

اس نے کہا! تم اس کا کیا کرو گے۔

میں نے جواب دیا کہ اس سے ہم لوگوں کو نماز کے لیے بلائیں گے۔

اگر میں تمہیں اس سے بہتر بات کی طرف بلاؤں تو؟

میں نے دریافت کیا وہ کیا ہے ؟

تو اُس نے کہا! تم لوگوں کو نماز کے لیے اس طرح بلاؤ!

اَللّٰهُ اَكْبَرُ ،اَللّٰهُ اَكْبَرُ ،اَللّٰهُ اَكْبَرُ ،اَللّٰهُ اَكْبَرُ ،

اَشْهَدُ اَنَّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ،اَشْهَدُ اَنَّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ،

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ،اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ،

حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ ،حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ ،

حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ ،حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ ،

اَللّٰهُ اَكْبَرُ ،اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

حضرت عبداللہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ اسی وقت میری آنکھ کھل گئی اور میں نے صبح کا انتظار کرنا بھی مناسب نہ جانا کہ میں اس معاملے میں نبی اکرمﷺ کی بے چینی سے آگاہ تھا۔

میں نبی اکرمﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہﷺ!

اللہ نے اس معاملے میں میری راہنمائی فرمائی ہے جس کے بارے میں آج آپﷺ پریشان ہورہے تھے۔

اس کے بعد میں نے آپﷺ کو اپنا سارا خواب بیان کیا۔

نبی اکرمﷺ نے فرمایا یقیناً یہ ایک سچا خواب ہے۔

دوسری طرف حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے بھی اسی رات بالکل ایسا ہی خواب دیکھا جس میں آپ کی راہنمائی اذان کی طرف کی گئی تھی مگر جب حضرت عمرؓ کی آنکھ کھلی تو انھوں نے سوچا اتنی رات گئے آنحضرت محمدﷺ کو نیند سے جگانا مناسب نہیں ہے۔

چنانچہ انھوں نے صبح تک انتظار کرنے کا فیصلہ کیا۔

حضرت زیدؓ فرماتے ہیں کہ پھر میں آنحضرت محمدﷺ ہی کے پاس رہا حتیٰ کہ صبح کی نماز کا وقت قریب آ گیا۔ پھر جب حضرت بلالؓ تشریف لائے تو آنحضرت محمدﷺ نے عبداللہ بن زیدؓ سے کہا: آپ بلالؓ کے ساتھ جائیں اور انھیں وہ الفاظ بتائیں جو لوگوں کو نماز پہ بلانے کے لیے آپ کو بتائے گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت زیدؓ آہستہ سے وہ الفاظ دہراتے اور حضرت بلالؓ بلند آواز سے انھیں الفاظ کو دہراتے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب میں صبح کی نماز کے لیے نکلا تو ابھی آدھے راستے میں ہی تھا کہ میں نے مسجد نبوی سے اذان کی آواز سنی تو میں سمجھ گیا کہ کوئی مجھ سے یہ سعادت چھین کر لے گیا ہے اور پھر جب مجھے بتایا گیا وہ حضرت عبداللہ بن زید ہیںؓ تو میں چپ ہو گیا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ اذان چودہ سو سال سے ہو رہی ہے مگر کیا ہمارے دلوں میں اذان کی آواز سے وہ احساس جاگتا ہے جس کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا گیا؟

یاد رہے کہ رسول اللہﷺ کے اصحاب کا عمل تو یہ تھا کہ:

بعض صحابہ سے یہ روایت امام مسلم اور امام بخاری دونوں نے اپنی صحاح میں درج کی ہے

کہ صحابی کہتے ہیں۔ جب ہم اذان کی آواز سنتے اور موذن اللہ اکبر کہتا تو اگر موچی نے اپنی آر جوتی کے اُس طرف پہنچا دی ہوتی اور اُس میں دھاگا بھی پھنسا دیا ہوتا تو بھی وہ آر کو واپس نہ کھینچتا بلکہ اُسے یونہی چھوڑ کے اٹھ کھڑا ہو جاتا۔ اسی طرح اگر لوہار کا لوہا گرم ہوتا اور وہ اسے شکل دینے کے لیے ہتھوڑا اپنے کندھے سے پیچھے لے جاتا اور موذن اللہ اکبر کہہ دیتا تو وہ اسی وقت ہتھوڑا اپنے ہاتھ سے گرا دیتا اور اسے گرم لوہے پہ نہ مارتا بلکہ اٹھ کھڑا ہوتا تاکہ نماز میں شامل ہو سکے۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ صحابہ کے نزدیک اُن کی نماز اتنی اہم تھی کہ زندگی کی کوئی اور چیز اُن کے نزدیک اس قدر اہم نہ تھی۔

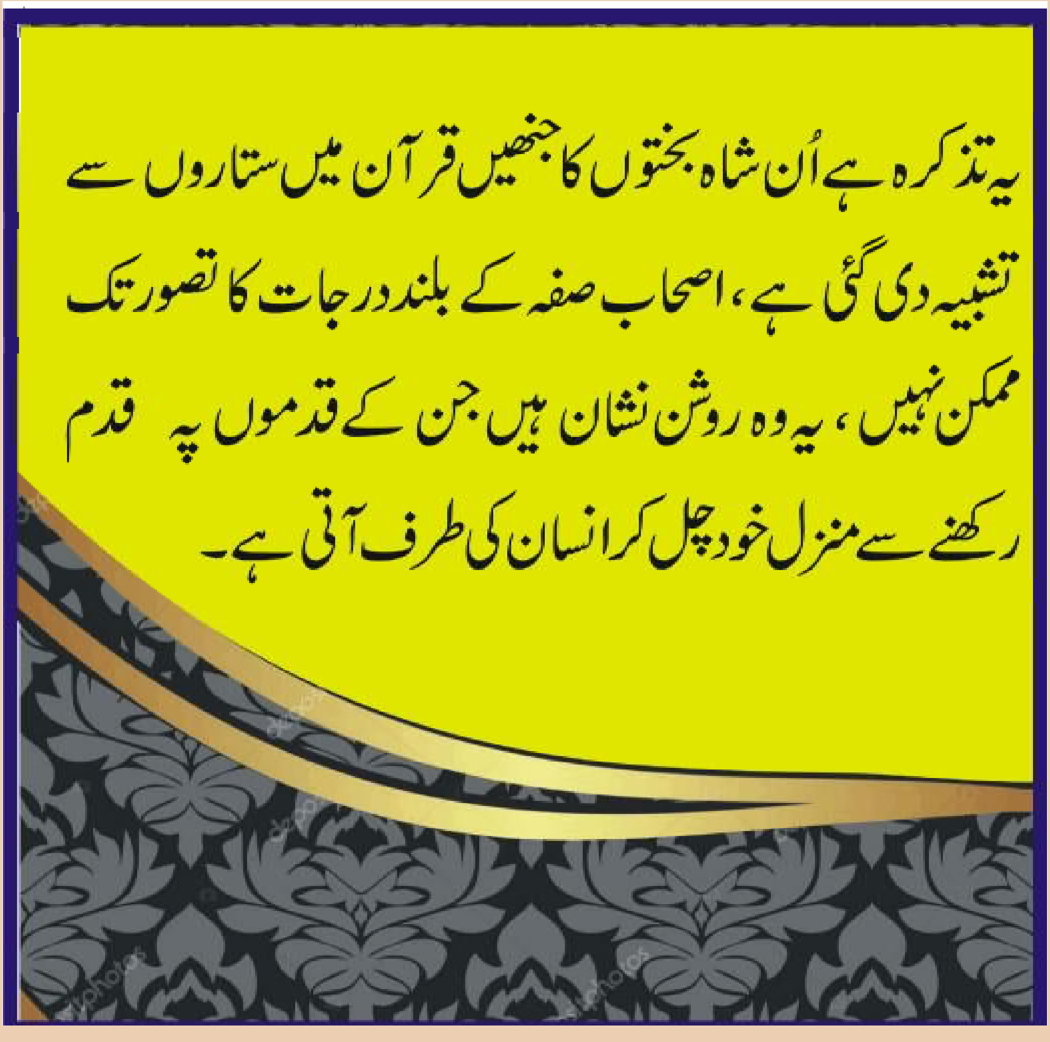
حدیث پاک میں ارشاد ہوتا ہے کہ صحابہ میں سے اگر کسی کی جماعت جاتی رہے تو دوسرے صحابہ اس سے افسوس کا اظہار کرتے کہ اسے اتنا نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ ویسے تو اس بات کا امکان کم ہی تھا کہ کسی کی نماز قضاء ہو جائے تاہم اگر کسی صحابی سے ایسا ہو جاتا تو لوگ جوق در جوق اُس کے گھر افسوس کے لیے آنے لگتے کہ اُس کی فلاں نماز فوت ہو گئی ہے۔

اِن دونوں روایات کو ذہن میں رکھ کر ذرا سی دیر کے لیے اپنے گریبان میں جھانکیں اور محسوس کریں کہ شاید کوئی احساس زیاں جاگے شاید محبت کی کوئی دبی ہوئی چنگاری شعلہ بننے کو لپکے۔

حقیقت یہی ہے کہ!

آج ہمارے دامن میں سوائے عشقِ مصطفیٰ کے دعوؤں کے اور کچھ بھی نہیں میں نے بہت سے ایسے عاشق رسول دیکھے ہیں جو فروعی معاملات پہ بحث میں اس قدر الجھے رہتے ہیں کہ نہ صرف اُن کی جماعت جاتی رہتی ہے بلکہ اُن کی نماز بھی فوت ہو جاتی ہے۔ مگر تب بھی نہ اُن کے اندر سے عشق کا وبال نکلتا ہے نہ اُن کو اپنے جھوٹے دعوؤں پہ شرمندگی ہوتی ہے۔ وہ ناموس رسالت کے لیے بھری دوپہر سڑکوں پہ پولیس تشدد تو ضرور برداشت کر لیتے ہیں مگر نماز کے لیے جانا اور اچھی طرح سے وضو کر کے اطمینان کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا اُن کے لیے امر دشوار ہوتا ہے جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم کھوکھلے دعوؤں اور اطاعت

سے عاری زندگی بسر کرنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ ہم ہر معاملے میں اپنے بچوں کی راہنمائی کرتے ہیں مگر شاذ ہی انھیں مسجد میں جا کر نماز پڑھنے کے لیے کہتے ہوں اور اس لیے نہیں کہتے کہ خود ہم بھی تو نماز اور اطاعت سے عاری زندگی بسر کر رہے ہیں ہاں عشق مصطفیٰ کا دعویٰ جس جگہ چاہے کرا لیں ہم حاضر ہیں۔


یہ تذکرہ ہے اُن شاہ بختوں کا جنھیں قرآن میں ستاروں سے
تشبیہ دی گئی ہے، اصحاب صفہ کے بلند درجات کا تصور تک
ممکن نہیں، یہ وہ روشن نشان ہیں جن کے قدموں پہ قدم
رکھنے سے منزل خود چل کر انسان کی طرف آتی ہے۔

1 ہجری - 623ء، 622ء

اصحاب صفہ

اصحابِ صفہ کے متعلق لوگوں میں جو بہت سی باتیں مشہور ہیں ہم اُن کو نہیں جانتے ہم تو صرف اتنا جانتے ہیں کہ مسجد نبوی کے صحن میں قائم اس چبوترے پہ اترنے والا ہر شخص نبی اکرم ﷺ کی محبت میں اس حد تک پختہ ہو چکا تھا کہ اب اُس کے لیے دُنیا کوئی معنی نہ رکھتی تھی۔ وہ لوگ عشق حقیقی کی اُن منازل میں تھے جہاں دنیا کی بے ثباتی انسان پہ اِس طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ تب انسان اُس کو ایسے ہی عریاں دیکھ سکتا ہے جس طرح کہ چمکتے چاند کو دیکھا جا سکتا ہے، اگر چہ اُس دور میں لوگوں کی اکثریت کے دل اُس گداز اور نرمی کو حاصل کر چکے تھے جسے ایک مومن کے لیے اثاثہ قرار دیا جا سکے اور یہ وہ لوگ تھے جو دوسرے لوگوں سے بڑھے ہوئے تھے اور محبت میں اُن کا مقام منفرد تھا اور وہ عشق کی اُن منزلوں کے مسافر تھے جہاں انسان ملائکہ سے بلند درجات حاصل کرتا ہے اور تب ملائکہ حیرت سے انسان کی اِن رفعتوں کو دیکھتے ہیں۔ انسان جب پہچان کے سفر پہ اپنے قدم بڑھاتا ہے تو اُس کی قوت ادراک میں بے پناہ اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ شعور کی اِن منازل کو طے کرتا ہے جہاں اس پہ آگہی کے وہ دروا ہوتے ہے جو اسے خالق کی پہچان

اور شکر کے مقام تک لے جاتے ہیں۔ اگر چہ ہم جس معاشرے میں اپنے شب و روز کر رہے ہیں اُس میں وہ چشم و عارض خاک ہوئے جو ادراک کی لطیف منزلوں اور احساس کی ان رفعتوں پر فائز تھے جہاں عرفانِ ذات کے راہی پہچانِ خالق کی منزلیں طے کرتے اور معرفت کے اس منصب پر فائز ہوتے جہاں حقیقتیں اپنے دران کے لیے وا کرتی ہیں اور وہ خالق کی عنایات کے بوجھل ادراک تلے سسکتے ہیں اور آ گہی ان کو تحیر اور شکر کے ان جہانوں میں لیے پھرتی ہے جہاں وہ جان جاتے ہیں کہ چمن کی ہر کلی ان کے لیے مہکی ہے ، عارضِ گُل پہ لہراتا جوبن ان کے لیے ہے، کوئل کی نغمگی بادِ صبا کی مستی ان کے لیے ہے، زمیں کی وسعت آسماں کی رفعت ان کے لیے ہے، سرور کی ہر منزل کیف کی ہر آ ہٹ ان کے لیے ہے تسکین کا لمحہ لمحہ سکوں کے سب موسم ان کے لیے ہیں ،عورت کی سب وفائیں ،مرادوں کے سب پڑاؤ ان کے لیے ہیں ،سمندروں کے مدو جزر، دم سحر نغمہ طیور، بادلوں کی ہلچل، دریاؤں کی روانی بہاروں کی مستی، ستاروں کی جگمگاہٹ ، جگنو کی روشنی ،سورج کا غرور، چاندنی کی تسکین، آبشاروں کا حسن ،رعد کی مستی ،بوندوں کا سحر، آنچل کی راعنائی، حنا کی مہک اور جیون کے سب رنگ ان کے لیے ہیں عطا ان کے لیے عنایت ان کے لیے جو مانگنا جان گئے جو یہ جان گئے کہ کس سے مانگنا ہے اور کس طرح مانگنا ہے۔

اور یہ اشک بھی انھی کی امانت ہیں جو قیمتِ اشک کو جان گئے جو اس گُہرِ نایاب کو پست آرزوؤں کی نظر نہیں کرتے بلکہ وہ روتے ہیں تو اس لیے کہ خالق کا حق ادا نہ کر سکے وہ روتے ہیں تو اس لیے کہ مقام شکر ان کی حدِ اسطاعت سے دور کھڑا ہے۔ اور اصحاب صفہ بھی نبی اکرم ﷺ کی محبت میں بھیگے کچھ ایسے ہی لوگ تھے جن کی تعداد زیادہ نہ تھی مگر وہ اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت میں حد سے بڑھے ہوئے تھے اُن کی زندگی کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ ہر دم نبی اکرم ﷺ کی قربت میں رہیں۔

بعض صحابہ سے روایت ہے کہ:

نبی اکرم ﷺ کی شہرت اب مدینہ سے باہر عرب کے دیگر علاقوں تک بھی پھیل گئی تھی اس لیے اسلام قبول کرنے والے کچھ لوگ مکہ کے علاوہ دیگر جگہوں سے بھی ہجرت کر کے نبی اکرم ﷺ کی قربت اختیار کرنے کے خیال سے مدینہ تشریف لا رہے تھے۔ جس کی وجہ سے مدینہ میں مہاجرین کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی تھی ۔ اب کئی مسلمان مہاجر ایسے بھی تھے جو مدینہ میں چلے تو آئے تھے مگر اُن کا اللہ اور اس کے رسول کے علاوہ وہاں کوئی سہارا نہ تھا۔ ایک روایت کے مطابق جب مسجد نبوی تعمیر ہو گئی تو

ایسے لوگوں کے لیے مسجد میں ہی ایک چبوترہ بنا دیا گیا جس پہ سائبان سے سایہ کیا گیا تھا۔علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ صفہ دراصل اُس سائبان کو کہا جاتا تھا جو مسجد نبوی کے ایک کنارے کے ساتھ ملا ہوا تھا جس کے سائے میں نادار صحابہ رہتے تھے۔

یہ وہ لوگ تھے جن کے لیے مدینہ میں رہائش اور خوراک کا کوئی انتظام نہ تھا۔نبی اکرم ﷺ کے وہ اصحاب جو مکہ سے آپ ﷺ کے ساتھ تشریف لائے اُن میں سے اکثر اب معاشی طور پہ مستحکم ہو چکے تھے چونکہ وہ تاجر لوگ تھے اس لیے جلد ہی انہوں نے مدینہ میں تجارت کے مختلف میدانوں میں اپنے قدم جما لیے تھے تاہم کچھ صحابہ ایسے بھی تھے جو کسی کسب معاش کو نبی اکرم ﷺ کی صحبت پہ ترجیح دینے کے لیے تیار نہ تھے اس لیے وہ ہمہ وقت مسجد نبوی میں ہی تشریف فرما رہتے اور نبی اکرم ﷺ کی صحبت سے فیض یاب ہوتے رہتے۔

اور انھی میں حضرت ابو ہریرہؓ بھی تھے۔

جن پہ یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ سے بہت زیادہ روایت کرتے ہیں اس کا جواب خود حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ دیا تھا کہ لوگ تو اپنے کاروبار یا دیگر مشاغل میں مصروف رہتے جب کہ میں اور اصحاب صفہ ہر وقت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتے یہی وجہ ہے کہ ہم کو بہت سی وہ باتیں بھی نبی اکرم ﷺ سے سننے کا موقع ملتا رہتا جس سے دوسرے لوگ قاصر رہتے۔اصحاب صفہ کے متعلق یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اُن میں سے بھی کچھ لوگ تلاش معاش کے لیے نکلا کرتے تھے۔ اسی لیے تو حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ جب اصحاب صفہ میں سے کوئی شادی کر لیتا تو پھر اس کو اصحاب صفہ میں شامل نہ کیا جاتا بلکہ اب وہ صرف نماز کے اوقات میں ہم سے ملا کرتا اور اُس کی حالت ہم سے بہتر ہو جایا کرتی۔اصحاب صفہ سب کے سب مسکین لوگ تھے۔اصحاب صفہ دن رات مسجد میں ہی پڑے رہتے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں خود کو مستغرق رکھتے آنحضرت محمد ﷺ اِن لوگوں سے محبت فرمایا کرتے اور اُن کے پاس بیٹھے رہتے اُن کو دین کی تعلیم دیتے۔چونکہ اِن لوگوں کے پاس کھانے پینے اور پہننے کے لیے کچھ بھی نہ تھا تو اس لیے نبی اکرم ﷺ کے پاس جب بھی کسی صحابی کی طرف کھانے پینے کی کوئی چیز آتی تو آپ ﷺ اس کو اصحاب صفہ کی طرف بھیج دیتے۔ آپ ﷺ صاحب ثروت افراد کو اس بات کی تاکید کرتے کہ جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ

اصحاب صفہ میں سے کسی ایک صحابی کو ساتھ لیتا جائے جس کے پاس اس سے زیادہ گنجائش ہو وہ زیادہ لوگوں کو اپنے ساتھ لے جائے اور اُن کو کھانا کھلائے۔

اس طرح اصحاب صفہ شام کے وقت مدینہ کے لوگوں کے ساتھ کھانا کھانے کے لیے جانے لگے اور وہ ایک ایک دو دو لوگوں کو اپنے ساتھ لے جاتے اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق اِن لوگوں کی خدمت کرتے۔ بعض صحابہ جن کو اللہ تعالیٰ نے فراغ رزق عطا کر رکھا تھا وہ زیادہ اصحاب صفہ کو اپنے ہاں کھانے پہ مدعو کرتے۔

جیسا کہ مورخین نے لکھا ہے کہ:

حضرت سعد بن عبادہؓ نہایت دولت منداور فیاض تھے اس لیے کئی بار وہ تمام کے تمام اصحاب صفہ کو اپنے ساتھ لے جاتے اور اُن کو کھانا کھلاتے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا ہے کہ ہم کئی بار حضرت سعد بن عبادہؓ کے گھر جا کے کھانا کھاتے اور ہم کبھی ستر ہوتے اور کبھی اسی ہوتے۔ اصحاب صفہ بہت ہی بابرکت اور برگذیدہ لوگ تھے اُن لوگوں کی تعلیم کے لیے رسول اللہ ﷺ نے ایک معلم بھی مقرر کر رکھا تھا جو اِن لوگوں کو دین اسلام کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ عام طور پہ اصحاب صفہ رات کو عبادت کرتے اور دن کو دین سیکھنے میں گذار دیتے اسی بنا پہ بہت سے اصحاب صفہ کو ”قاری“ کہا جاتا تھا اور جب رسول اللہ ﷺ عرب کے دیگر قبائل کی تعلیم کے لیے لوگوں کو باہر بھیجنا چاہتے تو اصحاب صفہ میں سے ہی کسی کا انتخاب کرتے۔

بئیر معونہ میں جن لوگوں کو دھوکے سے شہید کر دیا گیا تھا اُن میں سے اکثر اصحاب صفہ سے متعلق لوگ ہی تھے جو اُن لوگوں کو دین اسلام کی تبلیغ کرنے کے لیے تشریف لے گئے تھے اصحاب صفہ سے نبی اکرم ﷺ اتنی محبت کرتے تھے کہ اُن کو اہل بیت پہ بھی فوقیت دیتے تھے چنانچہ اس روایت میں اسی محبت کا اظہار کیا گیا ہے جو آپ ﷺ کے دل میں اصحاب صفہ کے متعلق موجود تھی بیان کیا گیا کہ ایک بار جب کہیں سے غنیمت کا مال آیا تو حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ ﷺ تشریف لائیں اور عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ! چکی پیستے پیستے میرے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں اس لیے آپ ﷺ مجھے اِن میں سے کوئی غلام یا کنیز عطا فرما دیں۔

تو نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا فاطمہؓ یہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ صفہ والوں کی تمام ضروریات پوری نہ ہو لیں میں تمہیں کچھ بھی نہیں دے سکتا اور نبی اکرم ﷺ نے تمام غلام اور کنیزیں فروخت کر کے اُس کی قیمت اصحاب صفہ کی ضروریات کے لیے مختص کر دی اور حضرت فاطمہؓ سے کہا: میں تم کو اس سے بہتر عمل کی طرف بلاتا ہوں اور وہ ہے اللہ کی ذات پہ توکل اختیار کرنا ہے۔

علامہ شبلی نعمانیؒ لکھتے ہیں کہ:

''اصحاب صفہ کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی تھی اور ایک وقت میں تقریباً سو لوگ دیکھے گئے ہیں جن کو اصحاب صفہ کہا جاتا تھا۔ تاہم مجموعی طور پہ اصحاب صفہ کی تعداد چار سو کے قریب بیان کی گئی ہے۔

اصحاب صفہ کے بارے میں متقدمین نے الگ سے کئی کتابیں لکھیں ہیں جن میں سو کے قریب اصحاب صفہ کے نام اور اُن کا مختصر تذکرہ کیا گیا ہے۔ علامہ ابن حجر نے بھی اصحاب صفہ کے نام سے ایک رسالہ تحریر کیا تھا جو غالباً اب نہیں ملتا۔ اِن کے علاوہ ابن الاعربی احمد بن محمد البصر ی نے بھی اصحاب صفہ کے متعلق ایک کتاب تحریر کی تھی۔ ابن الاعربی نے 304ھ میں وفات پائی اور وہ مشہور عالم دین ابن مندہ کے استاد تھے۔ اصحاب صفہ کا تذکرہ امام مسلم اور امام بخاری کے علاوہ دیگر مورخین اور اہل سیر نے بھی کیا ہے۔

چنانچہ وفا الوفا میں علامہ السمہودی لکھتے ہیں کہ [*46]۔

حضرت ابن سعدؓ نے کہا کہ اصحاب صفہ تمام کے تمام فقیر لوگ تھے جن کے پاس نہ رہنے کو ٹھکانا تھا نہ کھانے کے لیے کچھ دستیاب تھا۔

علامہ بیہقی نے اصحاب صفہ میں شامل ایک صحابی کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت عثمان بن یمان رضی اللہ عنہ ہمیں بتایا کرتے کہ جب مدینہ میں بہت سارے مہاجرین جمع ہو گئے اور لوگوں کے پاس رہنے کے ٹھکانے ختم ہو گئے تو آنحضرت محمد ﷺ نے ہم کو مسجد نبوی میں ہی ٹھہرنے کی اجازت عطا فرما دی۔ پھر ہمارے لیے ایک چبوترہ تعمیر کر دیا گیا جس پہ ایک بوسیدہ سا سائبان تھا اور ہم اسی سائبان کے سائے میں پڑے رہتے اور ہم کم ہی باہر نکلا کرتے جس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ ہمارے پاس پہننے کو کچھ نہ تھا ہم میں سے بہت سے ایسے تھے جن کو ایک ہی چادر میسر تھی جس کو وہ آدھی اپنے ستر پہ باندھ لیتے اور آدھی کو باقی جسم پہ لپیٹ لیتے۔ ہم میں سے کچھ وہ تھے جن کو صرف

اسی قدر کپڑا دستیاب ہو سکا تھا کہ وہ بمشکل اپنا ستر ڈھانپتے تھے اور ہم میں سے کچھ ایسے بھی تھے جن کے پاس پہننے کو کچھ بھی نہ تھا اور جب نبی اکرم ﷺ تشریف لاتے تو ہم ایک دوسرے میں سمٹ کر رہ جاتے اور ایک دوسرے کے پیچھے چھپتے رہتے کہ مبادا ہمارا حال نبی اکرم ﷺ پہ کھل جائے یا ہمارا ستر کسی دوسرے کو نظر آئے مگر نبی اکرم ﷺ اللہ کے سچے رسول تھے اس لیے آپ ﷺ ہمارے بارے میں سب کچھ جانتے تھے۔ چنانچہ ایک بار آپ ﷺ ہماری اس حالت پہ آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا اے اصحاب صفہ صبر کرو اور اللہ سے امید مت توڑو۔

خدا کی قسم وہ وقت بہت قریب آ گیا ہے جب تمہارے لباس ایسے ہوں گے جیسا کہ کعبے کا غلاف ہوا کرتا ہے اور تمہارے لیے پیالے بھر بھر کے کھانا لایا جائے گا۔

حضرت فضالہ بن عبیدؓ بھی تو انہیں میں سے تھے۔

وہ فرماتے ہیں کہ ہم اصحاب صفہ میں سے تھے ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نمازیں پڑھا کرتے تھے لیکن بھوک سے ہمارا یہ حال ہوتا کہ ہم میں سے کوئی نماز کے دوران ہی غش کھا کے گرتا اور بے ہوش ہو جاتا اور وہ لوگ جو باہر سے آتے تھے اور ہمارے بارے میں زیادہ نہیں جانتے تھے وہ ہم کو دیوانہ تک کہہ جاتے حالانکہ ہم اہل صفہ میں سے تھے اور رسول اللہ ﷺ ہم سے محبت کرتے تھے۔ اسی طرح ایک بار جب نماز کے دوران اہل صفہ میں سے کوئی بے ہوش کے گر گیا تو کسی نے کہا اسے باہر ڈال آؤ یہ محتاج لوگ ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے اُس صحابی کے اِن الفاظ کو سن لیا اور فرمایا: خدا کی قسم! اگر تم اِن محتاجوں کو جانتے اور اُس رتبے سے آگاہ ہوتے جو اِن کو اللہ رب العزت کے ہاں دیا جاتا ہے تو تم اِن سے بھی زیادہ محتاج اور ضرورت مند بننا پسند کرتے۔

حضرت ابو ہریرہؓ جو خود بھی اصحاب صفہ میں سے تھے فرماتے ہیں کہ:

میں نے ستر اہل صفہ ایسے دیکھے ہیں جن میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جس کے پاس پہننے کے لیے دو چادریں ہوں۔ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہؓ ہی سے روایت کرتے ہوئے اصحاب صفہ کے بارے میں لکھا ہے کہ ہم پہ وہ ابتلا کے دن تھے ہر طرف بھوک اور تنگی تھی۔

مجھے اُس اللہ کی قسم کہ جس کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں کہ جب مجھے بھوک کی شدت تنگ کرتی تو میں اپنا پیٹ زمین پڑے کسی پتھر پہ ڈال دیتا یا اسے اٹھا کر اپنے پیٹ کے ساتھ لگا لیتا کہ

شاید اس امر سے مجھے کچھ راحت ملے مگر کچھ نہ ہوتا۔

پھر میں نے دور سے دیکھا کہ:

حضرت ابو بکرؓ اسی طرف چلتے آ رہے ہیں جہاں میں بھوک سے بے قرار پڑا تھا۔ چنانچہ جب وہ میرے پاس سے گذرنے لگے تو میں نے اُن کو پکارا اور یونہی ایک آیت کے معنی پوچھے۔

انھوں نے مجھے وہ آیت سمجھائی اور چلتے بنے۔

حالانکہ میں اُس آیت کے معنی سے واقف تھا میرا اُن کو روکنے کا واحد مقصد یہ تھا کہ شاید وہ میری حالت سے آگاہ ہو جائیں اور مجھے کچھ کھانے کو پیش کریں مگر شاید انھوں نے توجہ نہ کی یا شاید اُن کے پاس بھی کچھ نہ ہو۔ پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اُس طرف تشریف لا رہے ہیں تو مجھے بہت خوشی ہوئی اس لیے کہ میں جانتا تھا رسول اللہ ﷺ ضرور میری حالت سے آگاہ ہو جائیں گے۔

اور میری امید بر آئی۔

اس لیے کہ جونہی آنحضرت محمد ﷺ میرے قریب پہنچے اور آپ ﷺ نے میرے چہرے کی طرف دیکھا تو میری کیفیت کو بھانپ گئے۔

آپ ﷺ نے تبسم فرمایا اور مجھے پکارا یا ابو ہریرہؓ!

میں حاضر ہوں یا رسول اللہ ﷺ!

میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔

اور میں خوشی خوشی آنحضرت محمد ﷺ کے پیچھے پیچھے چل دیا۔

ہم رسول اللہ ﷺ کے گھر پہنچے تو وہاں دودھ سے بھرا ایک پیالہ پڑا تھا۔

آنحضرت محمد ﷺ نے اپنے گھر والوں سے دریافت کیا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا ہے۔ آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ یہ دودھ فلاں صاحب آپ ﷺ کے لیے دے گئے ہیں۔

آپ ﷺ نے مجھے پکارا۔

ابھی آپ ﷺ نے میرا آدھا نام ہی لیا تھا کہ میں لپک کے آگے آیا اور میری خواہش تھی کہ رسول اللہ ﷺ مجھے دودھ پینے کا حکم دیں۔

مگر آپ ﷺ نے مجھے جو حکم دیا اُس نے مجھے ناخوش کیا۔

میں بھوک سے بیتاب تھا اور میرے پیٹ میں مروڑ اٹھ رہے تھے میرے کانوں اور پیٹ سے عجیب عجیب آوازیں آ رہی تھیں۔

نبی اکرمؐ نے مجھ سے فرمایا:

جاؤ اور سارے اصحاب صفہ کو لے آؤ۔

میں اپنے دل میں سوچ رہا تھا کہ اگر میں سارے صحابہ کو لے آیا جو کم از کم ستر اسی تو ہوں گے تب میرے حصے میں کتنا دودھ آئے گا۔

میں نے سوچا کہ اتنا سا دودھ بھلا اصحاب صفہ کا کیا گذارا کرے گا حق تو یہ تھا کہ رسول اللہؐ صرف مجھے حکم دیتے اور میں یہ دودھ پیتا جس سے مجھے کچھ قوت محسوس ہوتی۔

مگر رسول اللہؐ کا حکم تو بہر حال ماننا ہی تھا اس لیے میں بادل نخواستہ اصحاب صفہ کے چبوترے کی طرف چل دیا اور وہاں پہنچ کے میں نے انھیں رسول اللہؐ کی طرف سے دودھ پینے کی دعوت دی۔

اور وہ سب میرے پیچھے پیچھے نبی اکرمؐ کے گھر کی طرف چل دیئے۔

نبی اکرمؐ کے گھر میں جگہ کچھ تنگ تھی اس لیے اصحاب صفہ ایک دوسرے سے جڑ کے بیٹھ گئے۔

تو رسول اللہؐ نے مجھے پکارا اے ابوہریرہؓ !

میں نے عرض کی، میں حاضر ہوں یا رسول اللہؐ۔

اسلام کے اِن مہمانوں کو پینے کے لیے دودھ پیش کرو اور دائیں طرف سے شروع کرو۔

جو حکم یا رسول اللہؐ !

میں نے پیالہ لیا اور پہلے شخص کو دیا اور اُس پہ نظریں جما کے کھڑا ہو گیا تا کہ وہ کچھ کم دودھ پئے اور اپنے باقی ساتھیوں خاص طور پہ میرے لیے بھی کچھ بچ رہے۔مگر وہ سب بھی تو میری طرح ہی کئی طرح دن کے بھوکے تھے اس لیے اُس شخص نے دودھ لیا اور اُس کا جی نہ چاہتا تھا کہ وہ اسے اپنے لبوں سے الگ کرے اُس نے جی بھر کے دودھ پیا اور میں نے خیال کیا کہ شاید پیالہ خالی ہو گیا ہو گا اور میں نے دوسرے اصحاب کی طرف دیکھا اور خود میری اپنی بھوک کا احساس بھی شدت اختیار کر رہا تھا۔

آخراُس صحابی نے پیالہ میرے حوالے کیا اور اُس کی آنکھوں کی روشنی بتارہی تھی کہ وہ اب پہلے سے بہتر محسوس کرر ہا ہے۔میں نے پیالے میں جھانکا اور مجھے ایک جھٹکا سا لگا پیالے سے شاید ایک قطرہ دودھ بھی کم نہ ہوا تھا۔مجھے کچھ حوصلہ ہوا اور میں نے نبی اکرم ﷺ کی طرف دیکھا جو ایک طرف کھڑے اطمینان سے مسکرا رہے تھے۔میں ایک کے بعد ایک شخص کو پیالہ دیتا گیا لوگ سیر ہوتے گئے مگر پیالے سے دودھ کا ایک قطرہ بھی کم ہونے میں نہ آتا تھا۔

اور اب میں پُر امید سا تھا کہ اللہ میری بھوک کا سامان بھی کردے گا۔

کافی وقت گذر گیا اور رات کا اندھیرا چھانے لگا تھا جب میں نے دودھ کا وہ پیالہ اُس آخری شخص کے ہاتھ سے لیا جو اصحاب صفہ کے ساتھ آیا تھا جو لوگ دودھ پی کے سیر ہو چکے تھے وہ واپس مسجد نبوی کی طرف چلے گئے تھے۔

تب میں نے اس پیالے کو اپنے ہاتھ کی ہتھیلی پہ رکھا اور آہستہ آہستہ نبی اکرم ﷺ کی طرف چلا کہ مبادا پیالے سے دودھ چھلک جائے اور پیالے میں سے ستر اسی آدمیوں کے سیر ہونے کے بعد بھی ایک قطرہ دودھ کم نہ ہوا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے مجھے دیکھا اور سر اٹھایا اے ابو ہریرہؓ!

اب تم رہ گئے ہو یا میں۔

آپ نے بالکل درست فرمایا یا رسول اللہ ﷺ!

تو پھر شروع ہو جاؤ اور بیٹھ کے اس دودھ کو پی جاؤ۔

میں بیٹھ گیا اور نبی اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق آہستہ آہستہ اس دودھ کو پینے لگا۔میری بھوک مٹنے لگی اور میں نے پیالہ اپنے منہ الگ کیا اور اسے رسول اللہ ﷺ کو پیش کیا۔

مگر اس سے پہلے ہی رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے کہا،اے ابو ہریرہ!

جی یارسول اللہ ﷺ میں نے عرض کی!

تم اور دودھ پیو!

اور میں پھر سے دودھ پینے لگا۔

میرا پیٹ بھر چکا تھا اور شاید نیت بھی۔

تب میں نے ختم کیا اور پیالہ آنحضرت محمد ﷺ کو پیش کیا۔

مگر آنحضرت محمد ﷺ نے مجھے حکم دیا۔

ابو ہریرہؓ اور دودھ پیو!

اور میں پھر سے پینے لگا اور میرا جی آخری حد تک بھر گیا تو میں نے پیالہ رسول اللہ ﷺ کو پیش کیا۔

آپ ﷺ نے مجھے ایک بار پھر حکم دیا کہ ابو ہریرہؓ اور دودھ پیو۔

اور اب میں منت سماجت پہ اتر آیا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اب تو ایک گھونٹ کی بھی گنجائش نہیں بچی۔

اچھا تمہاری مرضی!

اور رسول اللہ ﷺ نے یونہی کھڑے کھڑے پیالے کو منہ لگایا اور کئی گھنٹوں سے دودھ کا جو پیالہ ختم ہونے میں نہ آتا تھا وہ ایک پل میں خالی ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ نے آدھے منٹ میں اسے خالی کر کے ایک طرف رکھ دیا اور میرا دل اس خیال سے پریشان ہوا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو تو بہت ہی تھوڑا دودھ ملا شاید آپ ﷺ اس سے سیر بھی ہوئے ہیں یا نہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں اصحاب صفہ میں سے تھا اور ہم سر شام ہی آپ ﷺ کے سامنے حاضر ہو جاتے تا کہ آپ ﷺ ہمارے کھانے کا بندوبست کریں۔ اور آپ ﷺ ے اصحاب کو حکم دیتے جاتے اور اصحاب اپنے ساتھ ایک ایک دو دو صحابیوں کو کھانے کے لیے لے جاتے اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ہم میں سے دو چار بچ رہتے اور ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہی بیٹھے رہتے حتیٰ کہ آپ ﷺ کو کھانے کے لیے آپ ﷺ کے حجرے سے آواز دی جاتی تو آپ ﷺ کہتے کہ میرے ساتھ مہمان ہیں کھانا ادھر مسجد میں ہی بھیج دو۔

رسول اللہ ﷺ کے گھر سے جو کھانا آتا وہ ہمارے لیے دوسرے تمام لوگوں کے کھانے سے زیادہ عمدہ ہوتا۔ اور ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھانا کھانے کو سعادت جانتے اور خود کو اُن لوگوں سے برتر خیال کرتے جو دوسرے لوگوں کے ساتھ کھانے کے لیے گئے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے گھر سے آنے والے کھانے میں ہم نے ہمیشہ برکت دیکھی دو آدمیوں کا کھانا بیس آدمی سیر ہو کر کھا جاتے پھر کھانے میں سے کچھ نہ کچھ بچ ہی جاتا تھا۔

ابونعیم نے حضرت معاویہ بن حکم سے ایک روایت بیان کی کہ میں صفہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر تھا اور آپ ﷺ اصحاب صفہ کو ایک ایک دو دو کر کے لوگوں کے ساتھ بھیجتے رہے آخر میں ہم چار آدمی رہ گئے اور پانچویں خود اللہ کے رسول ﷺ تھے۔

چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا آجاؤ آج تم لوگ میرے مہمان ہو۔

اور گھر میں داخل ہوتے ہی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛

عائشہ کھانا لے آؤ مہمان آگئے ہیں۔

اور رسول اللہ ﷺ ہماری اتنی تکریم کرتے ہم سے اتنی محبت کرتے اور ہمارا اتنا خیال رکھتے کہ ہم شرمندہ سے ہو جاتے۔

ابن حبان نے ابن حیانؓ سے روایت بیان کی ہے کہ اصحاب صفہ میں سے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ یاد نہیں کہ ہمیں کھانا کھائے کتنے دن گذر چکے تھے اور مجھ سے اٹھا نہیں جا رہا تھا آخر میں نے دل میں ارادہ کیا کہ اصحاب صفہ کی طرف جاؤں کہ شاید مجھے کھانے کے لیے وہاں سے کچھ مل جائے یا مجھے رسول اللہ ﷺ کسی کے ساتھ کھانے کے لیے بھیج دیں۔مگر جب میں گھر سے نکلا تو چند قدم چلنے کے بعد مجھے غش آگیا اور میں بیہوش ہو کے گر گیا۔

بچوں نے شور مچا دیا! ابو ہریرہ گر گئے، ابو ہریرہ گر گئے۔

لوگوں نے آنخضرت محمد ﷺ کو اطلاع دی آپ ﷺ نے اصحاب کو بھیجا جو مجھے اٹھا کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گئے۔

مگر اُس وقت تک مجھے ہوش آچکا تھا۔

نبی اکرم ﷺ صحابہ کے ساتھ باتوں میں مصروف تھے۔

اسی دوران کسی شخص کے گھر سے کھانا آیا وہ ثرید کا ایک بڑا برتن تھا جو لبالب بھرا ہوا تھا۔

آپ ﷺ نے اصحاب صفہ سے فرمایا کہ چار چار آدمی آؤ اور اس برتن سے کھاتے چلے جاؤ اور میں خود کو اوپر اٹھاتا تھا اور خود کو نمایاں کرتا تھا تا کہ رسول اللہ ﷺ مجھے بھی دیکھ لیں اور مجھے بھی ثرید کھانے کی دعوت دیں۔

مگر رسول اللہ ﷺ میری طرف متوجہ نہ تھے۔

پھر بہت دیر بعد میری باری آئی اور مجھے شک تھا کہ ثرید کا پیالہ خالی ہو چکا ہوگا اور میرا خیال درست تھا ثرید کا پیالہ خالی ہو چکا تھا۔ثرید کے پیالے کے کناروں پہ کچھ ثرید لگی تھی جسے دیکھ کے میں کچھ مایوس ہوا مگر اب چونکہ رسول اللہ ﷺ میری طرف متوجہ ہو چکے تھے اس لیے آپ ﷺ فوراً ہی میری پریشانی کو بھانپ گئے اور خود آگے بڑھ کے آپ ﷺ نے پیالے کے کناروں سے لگی ہوئی ثرید کو اکٹھا کیا اور وہ ایک چھوٹا سا نوالہ تھا آپ ﷺ میری طرف بڑھے اور فرمایا: ابو ہریرہؓ بیٹھ جاؤ اور اسے آہستہ آہستہ اللہ کا نام لے کر کھانا شروع کرو۔

میں نے ہاتھ آگے کر دیا اور رسول اللہ ﷺ نے وہ نوالہ میری ہتھیلی پہ رکھ دیا اور میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق اسے آہستہ آہستہ کھانے لگا اور نبی اکرم ﷺ میرے ساتھ باتیں بھی کرتے جا رہے تھے۔پھر کافی دیر گذر گئی اور مجھے احساس ہی نہ ہوا کہ کب میری ضرورت پوری ہوئی اور کب میں نے کھانا شروع کیا اور کب میری بھوک مٹ گئی مگر ثرید کا وہ نوالہ ابھی تک میری ہتھیلی پہ ہی موجود تھا۔

اور اصحاب صفہ کے بارے میں حضرت طلحہ بصریؓ کہتے ہیں۔

جو لوگ مدینے پہنچتے اگر تو وہاں اُن کی کوئی جان پہچان ہوتی تو وہ لوگ اُس جاننے والے کے ہاں رُک جاتے اور اگر مدینہ پہنچنے والا کوئی ایسا شخص ہوتا جس کا مدینے میں کوئی نہ ہو تو رسول اللہ ﷺ اُس کو صفہ پہ ٹھہرنے کا حکم دیتے اور میں بھی دو آدمیوں کے ساتھ مکہ پہنچا اور رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھی صفہ پہ ٹھہرنے کا حکم دیا۔اُن دونوں روزانہ رسول اللہ ﷺ کے ہاں سے ہمارے لیے دو مد بھر کھجوریں آیا کرتی تھیں اور ہم انھیں سے اپنا پیٹ بھرتے رہے کھجور کے سوا ہمارے پاس کھانے کے لیے کچھ نہ ہوا کرتا آخر ایک دن جب نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو کسی شخص نے فریاد کی یا رسول اللہ ﷺ!

کھجوروں نے تو ہمارے پیٹ جلا دیئے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ناگواری کے ساتھ اس شخص کی طرف دیکھا:

اور میں نے اپنے رب کا شکر ادا کیا کہ یہ فقرہ میری زبان سے نہیں نکلا حالانکہ میرا حال بھی وہی تھا جو اُس شخص نے بیان کیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا دیکھو!

ہم لوگ اہل مدینہ کے ہاں اترے ہیں اور اُن کے پاس کھانے کو کھجور کے سوا کچھ بھی نہیں اور نہ میرے پاس روٹی اور گوشت ہے جو میں تمہارے سامنے پیش کروں اس لیے اے اہل صفہ اُس وقت تک صبر کرو جب تم دیکھو گے اگر تم دیکھ سکے تو کہ تمہارے کپڑے کعبہ کے کپڑوں جیسے ہوں گے اور تمہارے لیے بڑے بڑے پیالوں میں کھانا چنا جائے گا۔

بعض سیرت نگاروں نے ابن نجار کے حوالے سے لکھا ہے کہ [47*]

حضرت محمد بن مسلمہؓ نے دیکھا کہ آنحضرت محمد ﷺ مہمانوں میں گھرے ہوئے ہیں اور مسجد میں بہت زیادہ لوگ ہیں تو انھوں نے تجویز پیش کی۔

یارسول اللہ ﷺ!

کیوں نہ ہم اِن لوگوں کو انصار کے گھروں میں بکھیر دیں۔

وہ کیسے نبی اکرم ﷺ نے اُن سے پوچھا؟

حضرت محمد بن مسلمہؓ نے جواب دیا کہ اہل مدینہ کے باغوں پھل تیار ہونے کو ہے آپ ﷺ اُن حکم دیں کہ جب وہ مسجد میں آئیں تو اپنے باغ سے کھجوروں کا ایک ایک گچھا ساتھ لیتے آئیں اس طرح اِن لوگوں کی خوراک کا اہتمام ہو جائے گا اور نبی اکرم ﷺ نے ایسا ہی کیا۔

اور آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو اس کام کا نگران مقرر کیا۔

حضرت معاذ بن جبلؓ نے مسجد کے دو ستونوں کے درمیان ایک رسی باندھ دی لوگ کھجوریں لاتے اور اس رسی پہ لٹکا دیتے جب بیس یا اس سے زیادہ لوگ کھانے کے لیے جمع ہو جاتے تب حضرت معاذ بن جبلؓ اپنی چھڑی سے اُس رسی کو ہلاتے تو تیار کھجوریں زمین پہ گر پڑتیں اہل صفہ اِن کو کھاتے رہتے۔

امام نسائیؒ نے اسی سلسلے میں ایک روایت درج کی ہے جو اوپر والے واقعے کی تصدیق کرتی ہے۔

انھوں نے کہا کہ حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ روایت کرتے ہیں کہ![48*]

ایک شام میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا آپ ﷺ مسجد سے باہر تشریف لائے اور اُس رسی کا معائنہ فرمایا جہاں اہل مدینہ کھجوریں ٹانکتے تھے اور آپ ﷺ نے دیکھا کہ کسی شخص نے انتہائی

ناکارہ کھجوروں کا گچھا لٹکا رکھا ہے اور آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس سے آپ ﷺ اس گچھے کو مارتے کہ وہ نیچے گر جائے اور آپ ﷺ کے چہرے پہ غصہ تھا آپ ﷺ نے فرمایا! کاش اس گچھے کو لانے والا اس سے بہتر کھجوریں لاتا۔

پھر آپ ﷺ نے کچھ توقف کیا اس کے بعد فرمایا خیراب قیامت کے روز اس کو بھی ایسا ہی ناکارہ اجر دیا جائے گا۔اس کے بعد آپ ﷺ نے اُن صحابہ کو جو آپ ﷺ کے اردگرد تھے نصیحت کی کہ اللہ کی راہ میں اپنے ناکارہ مال مت دیا کرو بلکہ اس کے لیے اپنے عمدہ مال سے انتخاب کیا کرو۔

ابن زبالہ نے لکھا ہے کہ پہلے ہم جب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو وہاں کھانے کے لیے کچھ نہ ہوا کرتا مگر جب رسول اللہ ﷺ اور انصار نے باہم مشاورت سے یہ طے کرلیا کہ وہ اپنے باغوں سے ہمارے لیے پھل لایا کریں گے تو اس کے بعد ہمارے لیے کھانے کی کوئی کمی نہ رہی اور ہر وقت کھجوروں کے بہت سے گچھے اُس رسی کے ساتھ جھولتے رہتے جو اسی مقصد کے لیے حضرت معاذ بن جبلؓ نے باندھی تھی۔

اور جب ہم میں سے کسی کو کھانے کی خواہش ہوتی تو ہم اس رسی کو ہلا دیتے جس کی وجہ سے پکا ہوا پھل نیچے گرنے لگتا اور ہم اسے اٹھا کے کھا لیتے۔

حضرت سویدؓ نے روایت کی ہے کہ خدا کی قسم! مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب حضرت معاذ بن جبلؓ وہ رسی باندھ چکے اور ہم دیکھنے لگے کہ اس سعادت کی ابتداء کون کرتا ہے تو ہم نے دیکھا کہ سب سے پہلے حضرت عویم بن ساعدہؓ عمدہ کھجوروں کا ایک گچھا لائے اور حضرت معاذ بن جبلؓ کے حوالے کیا جنہوں نے اسے رسی پہ ڈال دیا اور اس منظر نے ہمیں خوش کیا تھا۔حضرت ثابتؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے حکم سے پھر مدینہ کے ہر باغ سے ہمارا حصہ آنے لگا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہم سے وہ آفت دور فرمادی جس میں ہم کئی سال سے مبتلا تھے پھر نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد بھی میں نے اُس رسی پہ کھجوریں لٹکی دیکھی ہیں اگرچہ تب اُن کو کھانے والا کوئی نہ تھا کہ حضرت عمرؓ کے دور تک اللہ تعالیٰ نے ہماری غربت کو ہم سے دور کر دیا تھا۔

1 ہجری - 623ء ، 622ء

مدینہ کی وبائیں

مورخین نے بیان کیا ہے کہ جب آنحضرت محمد ﷺ کے صحابہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو اُن میں سے اکثر کو مدینہ کا پانی اور آب و ہوا موافق نہ آئی اور وہ بیمار ہو گئے اور عہد جاہلیت میں یثرب کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ یہ شہر بیماریوں اور وباؤں سے پُر ایک شہر مانا جاتا تھا جہاں پہنچنے والے اکثر لوگ اس کی وباؤں کا شکار ہوتے رہتے تھے۔لوگ اس بارے میں عجیب و غریب توہمات کا شکار تھے۔اُن میں سے بعض کہتے کہ اگر تم مدینے کی وباؤں بچنا چاہتے ہو تو اس شہر میں داخل ہونے سے پہلے گدھے کی آواز نکالو تو مدینے کی وبا سے محفوظ ہو جاؤ گے۔تاہم بہت سے لوگ اِن توہمات پہ یقین نہ رکھتے تھے اور کہتے کہ گدھے کی طرح آواز نکالنے سے انسانی وقار کا جو نقصان ہوتا ہے اس سے تو بہتر ہے کہ مدینہ کی وبا ہی انھیں آلے۔اور اشراف مکہ تو خاص طور پہ اس طرح کی حرکت کو معیوب جانتے تھے۔چنانچہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ جب مکہ کے دو تاجر عدی بن حاتم اور عروہ بن الورود مدینہ پہنچے تو لوگوں نے اِن سے کہا اگر تم لوگ مدینے کی وبا سے بچنا چاہتے ہو تو شہر میں داخل ہونے سے پہلے گدھے کی طرح آواز نکالو، مگر عروہ بن الورود نے انکار کر دیا اور کہا: گدھے کی رینگنے سے تو بہتر ہے کہ میں بخار میں کروٹیں بدلوں کہ وہ کم از کم

انسانی فعل تو محسوس ہوگا۔

اس کے بعد اُس نے یہ اشعار پڑھے۔

وَلَا یَنْفَعُ التَّعْشِیْرُ اِنْ حُمَّ وَاقِعٌ
وَلَا زَعْزَعٌ یُغْنِی وَلَا کَعْبُ اَرْنَبِ

اور اگر کوئی واقعہ میری تقدیر میں لکھا جا چکا ہے تو گدھے کی طرح رینگنا مجھے کوئی نفع نہ دے گا نہ تند ہوا نہ خرگوش کا ٹخنہ کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

لَعَمْرِیْ اَنْ عَشَّرْتُ مِنْ خِیْفَۃِ الرَّدٰی
نُھَاقَ حَمِیْرٍ اِنَّنِیْ لَجَزُوْعٌ

اپنی جان کی قسم اگر میں موت کے خوف سے گدھے کی طرح چیخوں تو میں بہت ہی کم صبر کرنے والوں میں سے ہوں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَلَا وَ اَلَتْ تِلْكَ النُّفُوْسُ وَلَا اَتَوْا
قُفُوْلًا اِلَى الْاَوْطَانِ وَھِیَ جَمِیْعٌ

تو خدا کرے یہ لوگ نہ تیزی سے اپنے وطن کو جائیں اور نہ جمعیت کی صورت میں لوٹ کر آئیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَقَالُوا الاَ انہِقَ لَا تَضُرَّكَ خَیْبَرٌ
و ذٰلِكَ مِنْ فِعلِ الیَھُوْدِ وُلُوعُ

اورانہوں نے کہا کہ گدھے کی طرح رینگو ،تا کہ خیبر کی وباء تمہارے لیے ضرر رساں نہ ہو مگر یہ فعل تو یہودیوں کی جھوٹی باتوں میں سے ہے۔[*49]

✡✡✡✡✡✡✡✡

نبی اکرم ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو انہوں نے دیکھا کہ اہل مدینہ کے اکثر لوگ اس بدعادت کا شکار ہیں کہ وہ کم تولتے اور بدیانتی اختیار کرتے ہیں۔

اُن کے ہاں لینے کے باٹ اور تھے اور دینے کے اور اس لیے نبی اکرم ﷺ نے اُن سے کہا کہ تم لوگ مدینہ کی وباؤں کی بات کرتے ہو تو مدینہ کی وبا یہی ہے کہ تم بددیانت ہو یاد رہے کہ اس فعل شنیع کا شکار اکثر لوگ یہودی تھی۔

قرآن حکیم میں بھی اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا كْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ۔۔۔الخ

القرآن الحکیم (سورۃ مطففین 1.2/)

ترجمہ:

"بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے کہ جب وہ لوگوں سے اپنا حق لیتے ہیں تو پورا تولتے ہیں اور دیتے ہیں تو کم تولتے ہیں"۔

☯☯☯☯☯☯☯

صحابہ نے اس بات کو روایت کیا کہ جب نبی اکرم ﷺ مدینہ پہنچے اور صحابہ کو وہاں کی آب و ہوا نے متاثر کیا اور وہ بخار میں مبتلا ہو گئے اور اُن میں سے بعض صحابہ تو اتنے کمزور ہو گئے تھے کہ کھڑے ہو کے نماز پڑھنے سے بھی معذور ہو گئے۔ چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے کئی صحابہ کو بیٹھ کے نماز پڑھتے دیکھا تو اُن سے کہا بیٹھ کر نماز پڑھنے کا ثواب اُس نماز سے آدھا ہے جو کھڑی ہو کر پڑھی جائے اس لیے اذیت برداشت کر لیا کرو مگر نماز کھڑے ہو کر پڑھا کرو۔

امام حلبی نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے یہ روایت درج کی ہے کہ جب میں مدینہ پہنچی تو مجھے شدید بخار نے آلیا اور کئی دن تک میرا خون چوستا رہا حتیٰ کہ میں سوکھ کے کانٹا ہو گئی مگر بخار تھا کہ اترنے کا نام نہ لیتا تھا۔

اگر صبح کو اترتا تو شام کو پھر چڑھ جاتا اور یہ اُن دنوں کی بات ہے جب ابھی میری رخصتی نہ ہوئی تھی ۔تب مدینے کی ایک گلی میں آنحضرت محمد ﷺ کی ملاقات حضرت عائشہؓ سے ہوئی تو آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے کہا:

یہ تم نے اپنا کیا حال بنایا ہوا ہے؟

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جواب دیا یارسول اللہ ﷺ!

مجھے بخار نے آلیا ہے اور یہ سب اسی کی وجہ سے ہے۔

اور میں نے بخار کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔

تاہم نبی اکرم ﷺ نے مجھے ٹوکا اور فرمایا بخار کو برا بھلا مت کہو یہ تو اللہ کی طرف سے آتا ہے نبی اکرم ﷺ نے مجھے بتایا کہ بخار تو اللہ کی رحمت ہے اس سے انسان کو دوزخ سے نجات مل جاتی ہے۔ یاد رکھو ایک رات کا بخار انسان کے ایک سال کے گناہ کھا جاتا ہے اور وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو کے اٹھتا ہے جیسا کہ بچہ اپنی ماں کے پیٹ سے گناہوں سے پاک اٹھتا ہے۔

مگر میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ اس بخار نے تو میرا خون چوس لیا ہے اور میں اس سے بہت پریشان ہوں آپ ﷺ دُعا کریں کہ یہ میری جان چھوڑ دے۔

تب آنحضرت محمد ﷺ نے مجھ سے کہا: اچھا میں تمہیں ایک دُعا بتاتا ہوں تم اس کو پڑھ لیا کرو تمہارا بخار بھاگ جائے گا اور اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے مجھے یہ دُعا یاد کرائی۔

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ جِلْدِیْ الرَّقِیْقِ وَعَظْمِیَ الدَّقِیْقِ مِنْ شِدَّۃِ الْحَرِیْقِ یَا اُمُّ مَلْدَمَ اِنْ کُنْتَ اٰمَنْتَ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ فَلَا تَصْدَعِیُ الرَّاسِ وَلَا تَنْتِنِیُ الْفَمُ وَلَاتَاکُلِیُ اَللَّحْمِ وَلَا تَشْرَبِیُ الدَّمِ وَتَحَوَّ لِیْ عَنِیَّ اِلیٰ مَنِ اتَّخَذَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ ---

ترجمہ:

''اے اللہ! میری نازک کھال اور کمزور جسم پہ رحم فرما اور بخار کی اس تپش اور سختی کو مجھ سے دور فرمادے۔ **اے اُم ملدم** یعنی اے بخار! اگر تو اللہ رب العزت پہ ایمان رکھتی ہے تو میرے سر میں درد پیدا کر نہ میرے منہ میں بدبو پیدا کر نہ میرے جسم کا گوشت چاٹ اور نہ میرا خون پی بلکہ مجھ سے دور ہو جا اور اس شخص کے پاس جا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کرتا ہے۔[*50]

☯☯☯☯☯☯☯

حضرت عائشہ صدیقہ جو مومنین کی ماں ہیں بیان کرتی ہے کہ اس دُعا کے پڑھتے ہی بخار مجھ سے رخصت ہو گیا اور میں دِنوں میں ہی صحت مند ہو گئی اور اس کے بعد میری آنحضرت محمد ﷺ سے شادی ہو گئی اور میں مسجد نبوی کے حجروں میں سے ایک میں منتقل ہو گئی۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ہی یہ روایت بھی کی ہے کہ:

جب ہم لوگ مکہ سے ہجرت کر کے مدینے آئے تو میرے باپ کو مدینے کی وبا نے آلیا اور وہ بخار میں مبتلا ہو گئے۔ میرا باپ حضرت ابو بکرؓ اور اُن کے غلام حضرت عامر بن فہیرہؓ اور حضرت بلالؓ ایک ہی مکان میں رہتے تھے اور وہ تینوں بخار میں مبتلا تھے میں اُن کی عیادت کو گئی تو اُن کی حالت دیکھ کے حیران رہ گئی۔ وہ تینوں زمین پہ ایسے پڑے تھے جیسے کہ وہ فوت ہو گئے ہوں۔ اُن میں کوئی حرکت نہ تھی۔ میں نے اُن کو ہلایا تب انہوں نے حرکت کی مگر وہ میری طرف متوجہ نہ تھے جیسے مجھے جانتے ہی نہ ہوں بلکہ بخار کی شدت میں بڑبڑاتے تھے اور شعر پڑھتے تھے جن میں سے کچھ الفاظ تو

سمجھ آتے اور کچھ اُن کے خشک حلق میں ہی پھنسے رہ جاتے۔اور میرے باپ کا جسم تو جیسے آگ میں تپتا ہو اور میں اُن کی یہ حالت دیکھ کے رونے لگی۔میرے باپ نے میرے رونے کی آواز سنی تو آنکھیں کھول کے مجھے دیکھا اور پھر یہ شعر پڑھا حالانکہ وہ بہت ہی کم شعر پڑھتے تھے۔میں روتی ہوئی رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچی تو آپ ﷺ نے دُعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا !اے اللہ ہمارے دل میں مدینہ کی بھی اتنی ہی محبت ڈال دے جتنی کہ تو نے ہمارے دلوں میں مکہ کی محبت ڈال رکھی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور مدینہ کے صاع اور مد میں ہمارے لیے برکت عطا فرمادے اور اس شہر کی آب و ہوا کو ہمارے لیے درست فرمادے اور اس شہر کی وباؤں کو مہیعہ اور جحفہ کی طرف منتقل کردے۔[*51]

صحابہ نے روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مدینے کی وباؤں کو مدینے سے نکل جانے کا حکم دیا تھا اس لیے کہ اب کفار سے جہاد درپیش تھا اور آنحضرت محمد ﷺ دیکھ رہے تھے کہ اُن کے صحابہ کو بخار نے کمزور کردیا ہے اور وہ کچھ بھی کرنے کے قابل نہیں رہے۔جبکہ آنے والے دنوں میں انہوں نے بہت سے معرکوں میں داد شجاعت دینی تھی۔اس لیے نبی اکرم ﷺ نے مدینے کو بخار کو مدینے سے نکل جانے کا حکم دیا اور بخار کو یہودیوں کی ایک بستی کی طرف منتقل کردیا جس کا نام جحفہ تھا۔

صحابہ نے بیان کیا ہے کہ پھر تو جحفہ کا یہ عالم تھا کہ اُس کے لوگوں کے جسموں سے آگ نکلا کرتی تھی اور جو کوئی بھی باہر سے اس بستی میں اترتا تو اسے فوراً ہی بخار آلیتا۔یہاں تک بیان کیا گیا ہے کہ جحفہ کی بستی کے اوپر سے گذرنے والے پرندے تک اس بستی کی گرمی سے متاثر ہوجاتے اور اڑان کے درمیان ہی گرتے اور مرجاتے۔بعض نے کہا کہ اس کے بعد ہم نے دیکھا کہ اُس بستی کے اوپر سے پرندوں تک نے اڑنا چھوڑ دیا تھا۔یاد رہے کہ مورخین نے اس بارے میں یہ ضرور لکھا ہے کہ جحفہ کی بستی کا یہ حال تب تک ہی رہا جب تک کہ وہاں کے لوگ اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے رہے مگر جب انہوں نے اپنی اصلاح کرلی تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو بھی اس عذاب سے نجات دے دی تھی۔اور بخار کی حالت میں حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت ابو بکرؓ حضرت بلالؓ اور حضرت عامر بن فہیرہؓ کی زبان سے جو شعر سنے تھے اُن کو ہم یہاں درج کررہے ہیں۔

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ!

کل امری مصبح فی اھلہ

والموت ادنی من شراک نعلہ

ہر شخص کو اپنے اہل وعیال اور گھر والوں کے پاس ہونا چاہیے کیونکہ موت انسان سے اتنی قریب ہے جتنا کہ اس کے جوتے کا تسمہ اس کے قریب ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ شعر اس موقع کا نہیں لگتا شاید انہوں نے کسی اور موقع پہ کہا ہو۔

امین مصفطی بالخیر ید عو

کضوء البدر زایلہ الظلام

آنحضرت محمد ﷺ خیر اور بھلائی کی طرف بلاتے ہیں اور اس کے نتیجے میں ایسا ہے جیسا کہ چاند کی روشنی اندھیروں کو مٹا دیتی ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

الالیت شعری ھل ابیتن لیلۃ

بواد و حولی اذخر و جلیل

کاش میں جانتا کہ آیا کہ میں کبھی اس وادیٔ یعنی مکہ میں پھر سے رات گذار سکوں گا جہاں میرے گرد وپیش اذخر کی خوشبو ہوگی۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وهل اردنب یوما میاہ مجنه

وهل یبدون لی شامة و طفیل

اور یہ کہ میں پھر کبھی اس جگہ پہنچ سکوں گا جہاں کا پانی شریں ہے اور جہاں شامہ اور طفیل کے پہاڑ ہیں۔[*52]

✡✡✡✡✡✡✡✡

انی وجدت الموت قبل ذوقة

ان الجیان خنقه من فرقه

میں نے موت سے پہلے ہی موت کا مزا چکھ لیا ہے جب کہ بزدل آدمی کا موت کے خوف سے ہمیشہ دم گھٹا رہتا ہے۔[*53]

✡✡✡✡✡✡✡✡

1 ہجری - 623ء ، 622ء

ریاست مدینہ کو درپیش چیلنج

یثرب ہی کو نبی اکرم ﷺ کی آمد کے بعد شہر مدینہ کہا گیا۔ یہ عربوں کا قدیم ترین شہر تھا حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت کے مطابق اس شہر کے ابتدائی مکین وہ لوگ تھے جو طوفان نوحؑ کے بعد کشتی سے اترے تھے اور پہلے پہل جس سردار کے نام پہ اس شہر کا نام پڑا تھا وہ بھی حضرت نوحؑ کی اولاد سے تھا۔ علامہ یاقوت حموی نے اُس کا نسب یوں لکھا ہے۔ یثرب بن قانیہ بن مہلائیل بن ارم بن عبیل بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام۔ سب سے پہلے جن لوگوں نے اِن علاقوں میں زراعت کو رواج دیا وہ اعمالیق تھے جو عملاق بن ارفخشد بن سام بن نوحؑ کی اولاد تھے اور عملاق کی اولاد شام و مصر سے لے کر عمان و حجاز تک پھیل گئی تھی چنانچہ مورخین نے بتایا کہ شام کے "**جبابرہ**" اور مصر کے "**فراعین**" انھیں کی اولاد تھے۔ علامہ زین الدین عراقیؒ نے اپنی تحقیق میں لکھا ہے کہ بنواسرائیل کی شہر مدینہ میں آمد تب ہوئی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حج کرنے کے لیے مکہ تشریف لائے اور واپسی پہ انھوں نے یثرب میں قیام کیا تو اُن کے ساتھ آئے ہوئے بنواسرائیل کے علماء نے وہاں بہت سی ایسی علامتیں دیکھیں جن کو وہ

اپنی کتابوں میں پڑھ چکے تھے کہ یہ شہر اللہ کے آخری رسول محمد ﷺ کی جائے ہجرت ہوگا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ آئے تمام علماء یثرب میں ہی رُک گئے اور بنو قینقاع نامی گاؤں میں سکونت اختیار کر لی۔ چنانچہ علامہ زین الدین عراقیؒ نے ابومنذر مشرقیؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ سب سے پہلے مکین تھے جو اس سرسبز وادی میں اترے تھے۔

مگر علامہ ابوالفرج اصفہانیؒ کی تحقیق کے مطابق یہودیوں کے مدینے داخلے کی وجہ یہ تھی کہ سرزمین حجاز سے عمالقہ اِن پہ حملہ آوار ہوتے رہتے تھے جبکہ یہودی یثرب سے لے کر جحفہ تک آباد تھے۔ یہودیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خط لکھا کہ وہ انھیں اعمالقہ کے حملوں سے بچائیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ نے عرب اعمالیق کی سرزنش کے لیے ایک بڑا لشکر بھیجا اور علامہ طبری نے اپنی تحقیق میں لکھا ہے کہ بنواسرائیل نے اُس وقت یثرب کا رخ کیا جب بخت نصر نے اُن کی سلطنت کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا تھا اور بیت المقدس میں عام بے چینی تھی۔ اگر علامہ طبری کی اس تحقیق کو درست بھی مان لیا جائے تب بھی صرف اتنا کہا جاسکتا ہے کہ کچھ یہودی قبائل نے تب بھی مدینہ کا رخ کیا ہوگا جب بخت نصر نے اُن پہ اللہ کی زمین تنگ کر رکھی تھی۔

مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ پہلی بار یہودی تب یثرب میں اترے تھے۔ ہم اس بارے میں اپنی تحقیق پیش کر چکے ہیں کہ یہودی تو شہر یثرب کے اولین باسی تھے۔ چنانچہ علامہ سمہودی" **وفا الوفا**" میں ہماری تحقیق کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہودی ہمیشہ اس وادی میں غالب رہے۔ حتیٰ کہ سیل العرم کے نتیجے میں عربوں کے کچھ قبائل اس شہر میں اترے اور یہ اہل یمن کے اُن لوگوں میں سے تھے جو وادیٔ سبا میں رہتے تھے اور سد مآرب کی وجہ سے خوشحالی کی آخری حدوں کو چھو رہے تھے اور خوشحالی اپنے ساتھ خالق سے جو بے اعتنائی لاتی ہے وہ اہل سبا میں بدرجہ اتم موجود تھی۔ حالانکہ اُن کے آباء اللہ تعالیٰ کے مطیع و مسلم تھے مگر جب وہ گذر گئے تو آنے والی نسلوں نے خالق کے وجود سے بے اعتنائی برتی اور اُس کے ساتھ شریک ٹھہرانے لگے۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل سبا پہ عذاب اتارنے سے قبل اُن کی طرف اپنے تیرہ انبیاء بھیجے تھے تاکہ وہ راہ راست پہ آجائیں مگر انھوں نے انکار کیا اور آخر اللہ تعالیٰ نے صدیوں سے مستحکم بند سد مآرب کو توڑ دیا جس کی طغیانی میں اُن کا سب کچھ بہہ گیا رزق بھی اور خالق سے بے اعتنائی بھی اور اس

کے بعد وہ در بدر ہو کے رہ گئے تھے جو کبھی سبا بن یشجب جیسے عالی شان بادشاہ کی اولاد تھے۔ مورخین کہتے ہیں کہ اُن کا باپ حمیر بن سبا نامی ایک شخص کی اولاد سے تھا جس کا نام عمرو مزیقیاء بن عامر ماء السماء تھا اور یہی وہ شخص تھا جو انصار مدینہ کا دادا تھا۔ انصار کے بڑے بوڑھے روایت کرتے ہیں کہ اُن کے آباء عمرو کو مزیقیاء اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ ہر صبح ایک نیا لباس پہنتا اور پچھلے پہر اسے پھاڑ کے نیا لباس پہن لیتا اور وہ اپنے لباس کو اس لیے پھاڑتا تھا کہ کوئی دوسرا شخص اس کا لباس استعمال نہ کر سکے۔

عمرو مزیقیاء کا ایک اور بھائی بھی تھا جس کا نام عمران بیان کیا گیا ہے اور وہ کاہن تھا اور اُس نے شادی نہ کی تھی۔ بعض نے کہا کہ وہ زخنا تھا اور عمرو کی بیوی کا نام طریفتہ کاہنہ تھا۔ وہ بنو حمیر سے تھی اور علم کہانت اُس پہ ختم تھا اور اُس نے سد مآرب کے ٹوٹنے سے پہلے ہی اپنے علم کی بنا پہ جان لیا تھا کہ یہ بند اب ٹوٹ جائے گا۔ چنانچہ اُس نے اپنے خاوند کو راضی کر لیا کہ وہ سبا کی بستی کو چھوڑ دے عمرو سے طریفتہ کے تیرہ بیٹے تھے اور انھیں میں ثعلبہ تھا اور یہی ثعلبہ یثرب میں اترا اور اسی ثعلبہ کے دو بیٹوں کا نام اوس اور خزرج تھا جن کی اولاد نبی اکرم ﷺ پہ ایمان لائی اور یوں مدینہ اسلام کا دار السلطنت بنا۔ علامہ شرقی کہتے ہیں کہ اوس و خزرج جب مدینہ میں آئے تو اونچی نیچی جگہوں میں بکھر گئے اُن میں سے کچھ تو وہ تھے جو بنو اسرائیل کے ساتھ اُن کے ٹھکانوں یا بستیوں میں اترے اور کچھ ایسے تھے جو اکیلے ہی کہیں جا ٹھہرے تاہم وہ بنو اسرائیل سے ہر حوالے سے کمتر تھے۔ اس لیے کہ بنو اسرائیل تو صدیوں سے اِن علاقوں میں آباد چلے آئے تھے اُن کے پاس کتاب بھی تھی اور وہ زراعت اور کاروبار میں بھی اُن سے بڑے ہوئے تھے۔ انھوں نے مدینہ کے اردگرد بہت سے مستحکم قلعے تیار کر کھے تھے اور وہ تعداد اور حربی قوت میں بھی اِن عرب قبائل سے بہت بڑھے ہوئے تھے۔ اُن کے پاس وسیع اموال تھے اور جنگی ہتھیار تھے اور کھجوروں کے نخلستان تھے اور سب سے بڑھ کے تو اُن کے قلعے تھے جن کی وجہ سے وہ خود کو اپنے دشمنوں سے محفوظ رکھتے تھے۔

چنانچہ جب تک اللہ کی مرضی ہوئی اوس و خزرج کی اولادیں اُن کے ساتھ ٹھہری رہیں اور جب انھوں نے کچھ قوت اور طاقت پکڑی تو یہودیوں نے اُن سے کہا آؤ ہمارے ساتھ مل جاؤ کہ ہم باہم ایک معاہدہ کر لیں کہ جب کوئی اس بستی کی طرف میلی آنکھ سے دیکھے گا تو ہم مل جل کر اس بیرونی حملہ آور کا مقابلہ کریں گے اس طرح اوس و خزرج اور یہودیوں کے مابین معاہدہ طے پا گیا اور وہ مل جل کے رہنے لگے نجانے

کتنے عرصے تک اُن کا یہ اتحاد قائم رہا تاہم بعد میں جب اوس وخزرج کی اولادیں بڑھ گئیں اور اُن کے پاس مال بھی جمع ہوگیا اور وہ بہت سے نخلستانوں کے مالک بھی بن گئے تو اہل یہود کو اُن سے خطرہ محسوس ہونے لگا۔

تب انھوں نے خود ہی بغیر کسی وجہ سے بنواوس اور بنوخزرج سے قائم اُس دفاعی معاہدے کو توڑ دیا جو نجانے کتنی صدیوں تک اُن کے مابین قائم رہا تھا۔ حالانکہ اب بھی بنونضیر اور بنوقریظہ عربوں سے بہت بڑے ہوئے تھے اور انھیں کاہنان اور بنوالصریح کہا جاتا تھا۔ اوس وخزرج کے بڑوں کی قدیم تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اوس وخزرج اس معاہدے کے ٹوٹنے پہ بہت غم زدہ تھے اور اُن کو فکر تھی کہ کہیں یہودی انھیں اپنے وطن سے باہر نہ نکال دیں اور اُن دنوں وہ اپنے گھروں میں چھپے رہتے تھے آخر اِن میں سے مالک بن عجلان سامنے آیا اور بنواوس اور بنوخزرج نے اسے متفقہ طور پہ اپنا سردار چن لیا اور مالک بن عجلان کا بھائی غسان کا بادشاہ تھا۔ اُس نے اپنے بھائی کو لکھا کہ یہودی انھیں بے عزت کرتے ہیں اور قریب ہے کہ وہ انھیں جلاوطن کردیں اس لیے اُن کی مدد کی جائے گی شاہ غسان اپنے بھائی کی مدد کو پہنچا اور اُس نے مدینہ کے یہودیوں کی اینٹ سے اینٹ بجا کے رکھ دی۔ اس کے بعد یہودی اور عرب قبائل شہر مدینہ میں برابری کی سطح پہ جینے لگے۔ ابن زبالہ نے تحریر کیا ہے کہ اس کے بعد اوس وخزرج مدینہ کے بالائی اور زریں حصوں تک پھیل گئے۔ انہوں نے جائدادیں بنائیں اپنے لیے قلعے تیار کئے اور پھر بہت عرصے تک اوس وخزرج اور اہل یہود ساتھ ساتھ شہر مدینہ میں مقیم رہے۔ آخر عرب قبائل کے درمیان جنگ کی چکی چل پڑی اور وہ آپس لڑلڑ کے کمزور ہوتے چلے گئے۔ پھر اُن کی یہ کمزوری اس قدر بڑھی کہ پہلے ایک قبیلے نے کچھ یہودی قبائل کا سہارا لیا تو اس کے بعد دوسرا قبیلہ بھی اسی بات پہ مجبور ہوا۔ اس طرح عرب قبائل کمزور ہوتے گئے اور یہودی قبائل کی طاقت بڑھنے لگی اور جب نبی اکرم ﷺ مدینہ پہنچے اُس وقت تک عرب قبائل یعنی اوس وخزرج ایک دوسرے سے لڑلڑ کے اس قدر کمزور ہو چکے تھے کہ جس کا بیان کرنا مشکل ہے۔ چند ہی برس پہلے جنگ بعاث کے نتیجے میں دونوں قبائل کے اس قدر جوان قتل ہوئے تھے کہ اُن کی کمی اُس وقت تک محسوس کی جاتی تھی۔ جب کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنا قدم مبارک مدینے میں رکھا۔

ادھر دو سال پہلے اوس وخزرج جنگ بعاث کے بعد اس نتیجے تک پہنچ چکے تھے کہ اگر اُن کے مابین اسی طرح خانہ جنگی جاری رہی تو وہ دن دور نہیں جب اِن دونوں قبائل کا کوئی نام لیوا باقی نہ ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے

باہم فیصلہ کیا تھا کہ کسی صاحب دانش شخص کو اپنا سردار چُن لیں اور اُن کی نظر بنو خزرج کے ایک عقلمند شخص عبداللہ بن ابی سلول پہ جا ٹھہری جس کی سرداری پہ سب ہی مطمئن تھے۔مگر اللہ کو اب کچھ اور ہی منظور تھا کہ کچھ عرب قبائل مکے گئے اور پھر نہ صرف مکہ بلکہ مدینہ کی تاریخ بھی بدل کے رہ گئی۔اس لیے کہ آپس کی دشمنی سے اکتائے اِن عرب قبائل نے اُس نور کو پہچان لیا تھا جو نہ صرف اِن کی دنیا کے مسائل حل کر دینے پہ قادر تھا بلکہ وہ اِن کی آخرت بھی سنوار سکتا تھا۔اس لیے انھوں نے لپک کے اس روشنی کو اپنے دامن میں بھر لیا۔پھر جب نبی اکرم ﷺ مدینہ کے اوس و خزرج کی دعوت پہ مدینہ پہنچے تو نبی اکرم ﷺ کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اُن میں سے ایک یہ تھی کہ مدینہ میں کئی اقوام مل جل کہ رہتی تھیں۔اس لیے بھی کہ اُن کا سیاسی اور سماجی نظام مکہ سے یکسر مختلف تھا۔شہر مکہ ایک متمدن شہر تھا اور صرف ایک ہی خامدان سیاسی سماجی اور عقائدی اُفق پہ واضح تھا اور وہ اہل قریش تھے۔وہاں شہری حکومت کے نظم کو چلانے کے لیے فوج ،محاصل کی وصولی خارجی تعلقات ،عبادات اور عدل کے حوالے سے کوئی پچیس مناصب تھے جن میں سے اکثر قبیلہ قریش کے پاس تھے اور وہ انتظامی ڈھانچہ جو بیت اللہ سے متعلق تھا وہ اِن کے علاوہ تھا اور بیت اللہ کے تمام مناصب قریش کے پاس تھے [54*]۔اس کے برعکس ہجرت نبوی کے وقت شہر مدینہ کی سیاسی اور سماجی حالت نہایت ابتر تھی وہاں عربوں کے بارہ قبائل تھے جن میں سے اوس و خزرج اہم تھے جب کہ یہودیوں کے دس قبائل تھے جن میں سے بنو قریظہ ،بنو قینقاع اور بنو النضیر اہم تھے اور اس کے علاوہ جب نبی اکرم ﷺ کے قدم شہر مدینہ میں جم گئے تو عبداللہ بن ابی کے زیر اثر بنو خزرج کے کچھ خاندان اور اہل یہود سے کچھ لوگ منافقین کی صورت سامنے آئے جو نبی اکرم ﷺ کے پوشیدہ اور سب سے خطرناک دشمن ثابت ہوئے۔یاد رہے کہ اہل مدینہ عقائدی اور سماجی حوالوں سے بھی منقسم تھے جس کی وجہ سے اُن کے ہاں کوئی اجتماعی ادارہ وجود میں نہ آ سکا اور یہ شہر سیاسی انارکی کا شکار ہو گیا۔

مدینہ کے اہل عربوں میں لوگوں کی ایک بڑی تعداد اگرچہ نبی اکرم ﷺ پہ ایمان لا چکی تھی تاہم غیر مسلم بت پرست عربوں کی ایک تعداد ابھی تک اس شہر موجود تھی جو نبی اکرم ﷺ پہ ایمان لانے سے رکی ہوئی تھی۔پھر یہودی تھے جن کی تعداد شہر مدینہ کی نصف آبادی یعنی پانچ ہزار نفوس پہ مشتمل تھی۔جبکہ شہر مدینہ کی کل آبادی تقریباً دس ہزار تھی اور منافقین تھے جن کی ملی جلی تعداد ایک وقت میں چار سو تک جا پہنچی تھی اور مہاجرین مکہ تھے جن کی تعداد تقریباً ایک سو پچاس تھی اور وہ راسخ العقیدہ مسلمان تھے اور ایک مختصر تعداد جو

تقریباً سونفوس پہ مشتمل تھی وہ عیسائیوں کی تھی جو مدتوں سے اس شہر کے مکین چلے آ رہے تھے۔ چنانچہ اِن قومیتوں کو ایک قومی دھارے میں لانا ایک بڑا سیاسی چیلنج تھا جو نبی اکرم ﷺ کو درپیش تھا۔ تب نبی اکرم ﷺ نے ایک معاہدہ تحریر کرنے کا حکم دیا جس میں اس شہر میں بسنے والی تمام قومیتوں کے حقوق کا خیال رکھا گیا تھا اور اسی معاہدے کو مورخین نے " **میثاق مدینہ** " کہا ہے۔ یہ دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور تھا جو انسانوں نے وضع کیا اور کامیابی کے ساتھ اس پہ عمل کیا اس معاہدے کی خلاف ورزی کرنے والے قبائل کو حاکم شہر آنحضرت محمد ﷺ کی طرف سے سزا دی گئی اور انھیں قتل کیا گیا یا شہر بدر کیا گیا ۔مورخین نے لکھا ہے کہ انسانی تاریخ میں اس سے قبل اتنے بے نظیر اور عمدہ تحریری آئین کی مثال نہیں ملتی یاد رہے کہ تاریخ کے اکثر ادوار میں جب انسان نے شعور کی کچھ منازل طے کر لی تھیں اسی وقت سے وہ اس تگ ودو میں مصروف رہا تھا کہ وہ اپنے معاشروں کو ظلم ناانصافی اور انارکی سے بچانے کے لیے ایسے قوانین وضع کرے جن پہ عمل کر کے وہ امن وسکون کی زندگی بسر کر سکے۔

چنانچہ بیان کیا گیا ہے کہ تاریخ انسانی کے تاریک ادوار میں بھی متمدن اقوام ہی نہیں بلکہ وحشی اقوام تک میں ایسے قوانین کا سراغ ضرور ملتا ہے جن کی بنا پہ حکمرانی اور تمدن کی بنیاد رکھی تھی اور دو انسانوں میں عدل کا تصور بھی انتہائی قدیم ہے اور انسان ایسے قوانین وضع کرنے کی کوششوں میں مصروف رہا ہے جس کی بنا پہ وہ اپنے معاشروں میں عدل کر سکے۔ اگرچہ اکثر و بیشتر حکمرانوں کو عام قوانین سے مستثنیٰ رکھا گیا تھا جس کی بنیادی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ تب وہ انسان جو لوگوں پہ حکومت کرتا تھا اُس کو عام انسان تصور کرنا دشوار تھا اس لیے کہ مذہبی اور سیاسی قوتوں کے گٹھ جوڑ کی وجہ سے حکمران کو کائنات کے سب سے بڑے دیوتا کا اوتار بتایا گیا تھا۔ عموماً حکمرانوں کو سورج دیوتا کا اوتار بتایا جاتا عام طور پہ تاریخ عالم میں انسان نے پرامن زندگی گذارنے کے لیے جو آئین و دستور وضع کئے وہ غیر تحریری ہوا کرتے تھے۔ تاہم بعد میں جب انسان شعور کے قدرے قریب ہوا تب کئی ایسے آئین و قواعد کا ثبوت ملتا ہے جو تحریری تھے۔ چنانچہ جب کسی آئین و قانون کو تحریر کیا گیا تو اُس کو کتاب کا نام دیا گیا اور جب اُس عہد کا آغاز ہوا جب آئین و قانون کو باقاعدہ تحریر کیا جانے لگا تب کئی ایسے آئین انسان کی اس جہد وسعی کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو حضرت انسان نے اپنی آسانی کے لیے وضع کئے۔ مگر یاد رہے کہ اُن میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہ تھا جس کو میثاق مدینہ کے مقابل رکھا جا سکے۔ اس لیے کہ عام طور وہ آئین و قوانین انسانی فلاح سے متعلق نہ تھے بلکہ اِن میں

سے اکثر و بیشتر میں انتظام حکمرانی واستحکام حکمرانی کو مدنظر رکھا گیا تھا۔ میثاق مدینہ اِن قوانین سے اس لیے بھی ممتاز ہے کہ دستورِ مملکت کو عام قوانین سے علیحدہ تحریر کرنے کی مثال عہد نبوی سے پہلے کہیں نہیں ملتی۔

اِن میں سے ایک کتاب وہ تھی جس کو کنفیوشس کی قانونی دستاویز کے نام سے جانا جاتا ہے اور تب قوانین کے اس مسودے کو اُن لوگوں نے "شوکنگ" کے نام سے پکارا اور تو اور چنگیز خان جیسے عالمگیر لٹیرے کے ہاں بھی آئین وقانون کا ایک موہوم سا تصور موجود تھا۔ چنانچہ چنگیز خان خود کو جس آئین وقانون کا پابند جانتا تھا اُس کو لوگوں نے "یاسہ" کے نام سے یاد رکھا۔ اگرچہ یہ آئین چنگیز خان کی چنگیزی کا عکاس تھا اور اس میں بنیادی انسانی حقوق کا کوئی تصور موجود نہ تھا۔ یادرہے کہ یہ قانون چنگیز خان نے خود ہی اپنے بیٹے "جوجی" کو تحریر کرایا تھا۔ اگرچہ اس سے قبل بھی ہندوستان میں آریائی سماج (۵۰۰ ق م) کے دور میں "منوسمرتی" نامی کتاب میں راجہ کے حقوق کا ذکر کیا گیا ہے مگر چونکہ اس سماج میں بھی حکمران کو ایک ماورائی مخلوق تصور کیا جاتا تھا اس لیے منوسمرتی میں راجہ کے حقوق کا ذکر تو پایا جاتا ہے مگر اُس کے فرائض کا ذکر تک موجود نہیں۔ اس کے علاوہ اسی آریائی سماج کے وارثوں یعنی ہندوازم کے مبلغین کا دعویٰ ہے کہ اُن کے ایک حکمران "کوتلیا" نے "ارتھ شاستر" نامی کتاب میں (۳۰۰ ق م) انسان کے بنیادی حقوق کے تصور کو پہلی دفعہ وضع کیا تھا۔ مگر یہ ایک کھلا جھوٹ ہے کیونکہ "ارتھ شاستر" ایک ایسی کتاب ہے جس کو مشکل ہی سے قانون کی کتاب قرار دیا جاسکتا ہے۔ بلکہ یہ تو ہمارے ہاں پائی جانے والی "سیف الملوک" کی طرح ایک ایسی کتاب ہے جس میں کائنات کے سب سے بڑے حکمران اللہ (بھگوان) اور راجہ کے مابین اختیارات کی لامتناعی بحث ہے اور آغاز کائنات کے متعلق وہ جاہلی تصور ہے جس کو آج عقل انسانی قبول کرنے سے انکاری ہے۔

آریائی سماج کے ہم عصر یونانی سماج (۳۸۴ تا ۳۲۲ ق م) میں بھی بنیادی انسانی حقوق کی بحث جاری تھی اور اُس دور میں ارسطو نے پہلی دفعہ سیاست کے موضوع پہ کئی مستقل تصانیف لکھیں اور اقوام عالم کو جمہوریت کا بنیادی خاکہ فراہم کیا۔ چنانچہ ارسطو نے ایتھنز کی شہری ریاست کے لیے جو آئینی ڈھانچہ فراہم کیا اُس پہ بہت سے مباحث اب موجود بھی ہیں۔ گذشتہ صدی میں یہ مسودہ مصر میں چھپا تھا اور انگریزی سمیت بہت سی زبانوں میں اس کا ترجمہ کیا گیا۔ یادرہے کہ اسے پہلا جمہوری دستور بھی قرار دیا

جاتا ہے اگر چہ اُس میں بنیادی انسانی حقوق کا یہ عالم ہے کہ ارسطو نے کہا کہ عورت کو اپنی اگلی نسل کی بہتری کے لیے اپنے شوہر کی بجائے ایسے افراد کے پاس سونا چاہیے جو کسی نہ کسی حوالے سے ناموری حاصل کر چکے ہوں تا کہ اُن سے پیدا ہونے والی نسل ملک وقوم کے لیے اثاثہ ثابت ہو سکے۔ آگے چل کے اپنی اسی کتاب (On the Athenian Constitution) میں ارسطو کہتا ہے کہ اس ملاپ سے پیدا ہونے والے بچے پہ اُس کے والدین کا کوئی حق نہ ہوگا بلکہ وہ ریاست کی ملکیت تصور کیا جائے گا کہ ریاست جس طرح چاہے اس کی پرورش کرے اور جس طرح چاہے اس سے کام لے۔ بنیادی انسانی حقوق کے آج کے پرچارک اہل مغرب کی دانش کی بنیاد جس شخص کے تصور جمہوریت پہ رکھی ہے وہ کہتا ہے کہ اپاہج بچوں کو فوری طور پہ قتل کر دیا جائے اور جو شخص بوڑھا ہو جائے اُسے شہر سے باہر ایک اندھی غار میں منتقل کر دیا جائے تا کہ یا تو اسے کوئی درندہ پھاڑ کھائے یا پھر وہ بھوک اور سردی سے مر جائے۔

اب ہم پھر سے خطہ عرب کے سیاسی نظام کی طرف لوٹتے ہیں اسلام سے قبل اہل عرب کا سیاسی نظام دو حصوں میں منقسم تھا اس لیے کہ عرب معاشرہ دو قسم کے عربوں پہ مشتمل تھا۔ اُن میں سے پہلی اور عربوں کی خالص نسل پہ مشتمل ایک طویل آبادی وہ تھی جو بادیہ نشین تھی اور دور صحراؤں میں خیمہ نشین تھی اہل عرب انہیں بدو یا اہل الوبر کہتے اور عربوں کی دوسری قسم جو قدرے مہذب اور تہذیب سے قریب تر تھی اُن عربوں پہ مشتمل تھی جو شہری آبادیوں میں رہتی تھی اِن ساکنانِ شہر کو اہل المدر کہا جاتا تھا۔ عربوں کے خانہ بدوش قبیلوں میں سرداری (رئاسہ یا مشائخہ) کو نظم مملکت کی بنیاد قرار دیا جا سکتا ہے اور خانہ نشینوں کا سیاسی نظام بادشاہت یا شہری ریاست (الملکیہ یا رئاسہ القریٰ والمدن) پر مبنی تھا۔ یہاں ہم اِن دونوں طریقوں کے سیاسی نظام اور عدالتی اداروں سے علیحدہ علیحدہ کچھ بحث کرنا چاہتے ہیں تا کہ قبل از اسلام عربوں کے سیاسی نظم سے آگہی حاصل کر سکیں جس کے بعد میثاق مدینہ کی خوبیاں ہم پہ زیادہ آسانی کے ساتھ آشکار ہو سکیں گی۔ اہل عرب میں قبیلہ سرداری کی بنیاد تھا جو خونی رشتوں پہ استوار تھا وہاں ایک شخص کی اولاد قبیلہ کی تشکیل کرتی اور اُن کا مشترکہ نسب اُن کو ایک سماجی اور سیاسی نظام میں متحد رکھتا۔ کسی قبیلہ کا وطن وہ سرزمین ہوتی جہاں اِن کی ابتداء ہوتی یا وہ علاقہ ہوتا جو اِن کے قبضے میں ہوتا۔

چنانچہ اُن کے ہاں قبیلہ اور زمین کی بنیاد پر ایک سردار کی راہبری میں سرداری قائم ہو جاتی اور عربوں میں مختلف قبائل میں سرداروں کو مختلف نام دیئے جاتے تھے۔ اُن میں سے بعض اپنے سردار کو رئیس کہتے، بعض

بعل کہتے ،بعض رب کہتے ،بعض سید کہتے اور بعض اپنے سردار کو شیخ کہتے تھے۔جیسا کہ عربوں کی تاریخ لکھنے والے مورخین نے بتایا ہے کہ عربوں کے مشہور سردار ہشام بن مغیرہ کو ربِ قریش بھی کہا جاتا تھا۔عمرو بن جعید سید تھا تو ربیعہ اور حذیفہ بن بدر کو سید غفطان کہا جاتا تھا اور وہ ربِ معد کے طور پہ بھی مشہور تھا ۔چنانچہ عربوں میں اُن کی سرداریوں کے اتحاد اور سالمیت کا انحصار اِن کے سیاسی شعور کی سطح پہ تھا وسطی عرب میں واقعہ دور کے علاقوں میں ایک طاقتور مہم جو اپنے قبیلے کے لوگوں کو اپنے گرد جمع کر کے اپنی ذاتی حکومت قائم کر لیتا تھا۔چونکہ اس کی حکومت کی بنیاد اس کی ذات کے سوا کچھ نہ ہوتی تھی اس لیے اس کی وفات پہ اس کی سرداری انتشار کا شکار ہو جاتی تھی چنانچہ بیان کیا گیا کہ خود آنحضرت محمد ﷺ کی وفات پہ کچھ عرب قبائل نے اسی رسم کی پیروی میں دین اسلام کا انکار کر دیا تھا اور محاصل سے انکاری ہو گئے تھے یہی وہ لوگ تھے جنھوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اسلامی حکومت کو زکواۃ دینے سے انکار کر دیا تھا جس پہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اِن کے خلاف جنگ کی تھی اور انہیں مغلوب کیا تھا۔مانعین زکواۃ کی دلیل یہ تھی کہ ان کی وفاداری رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھی جو اُن کی وفات پہ ختم ہو گئی۔پس وہ کسی دوسرے کی اطاعت نہیں کریں گے نہ حکومت کے واجبات یعنی زکواۃ و صدقات ادا کریں گے۔یہ تاریخی واقعہ قبل از اسلام کے ذاتی مقامی،علاقائی،قبائلی مفاد پہ مبنی سیاسی اور عدالتی نظام اور عالمی اصولوں اور اعلیٰ نظریات پہ قائم ہونے والے اسلامی نظام کے درمیان حدِ فاصل کی نشاندہی کرتا ہے۔چنانچہ پانی سبزہ اور روئیدگی کے مقامات پہ قائم ہونے والی سرداری نے اہل قبیلہ کو اس اقتدار کو تسلیم کرنے پہ آمادہ کیا جو اِن کے آباؤ اجداد کے اختراع کردہ بعض اصولوں پہ مبنی تھا۔

ایک سردار کی اطاعت،امن و جنگ میں اس کے حکم کی تابعداری،قبیلہ کی روایات،رسم و رواج اور عادات کی پابندی اس دستور کے بنیادی اصول تھے عرب قبائل میں عموماً موروثی اصول حکمرانی رائج تھا جس کے مطابق سردار کا سب سے بڑا بیٹا اس کا جانشین ہوا کرتا تھا۔جیسا کہ حصین بن حذیفہ بن بدر نے اپنے بڑے بیٹے عینیہ کو اپنے بعد حکومت کے لیے نامزد کیا۔حالانکہ لوگوں کا خیال تھا کہ عینیہ اس کا اہل نہیں ہے ۔تاہم حصین نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور اُن کو حکم دیا جب میں مرجاؤں تو تم لوگ اپنے بھائی کے اقتدار کو قائم رکھنے میں اس کی مدد کرو گے۔چنانچہ حصین کے بیٹوں نے اپنے باپ کو قول دے دیا اور اُس کی وفات کے بعد بزورِ قوت اپنے بھائی عینیہ کی حکومت قائم کی اور لوگوں نے عینیہ کی حکومت کو تسلیم کیا۔

تاہم یہ کوئی مسلّمہ اصول حکمرانی بھی نہ تھا جس سے انحراف ممکن نہ ہو اس لیے کہ عربوں کی تاریخ میں بے شمار ایسی مثالیں موجود ہیں جب سرداروں کا چناؤ تقرر سے ہوا کہ جب کسی سردار کا انتقال ہو جاتا اور سردار کا سب سے بڑا بیٹا حکومت کرنے کا اہل نہ ہوتا یا ایک سردار کی کئی بیویوں سے کئی بیٹے حکمرانی کے اہل اور امیدوار ہوتے تب قبیلہ کے ممتاز افراد اور شیوخ باہم مشاورت سے اپنے لیے سرادار کا چناؤ کر لیتے اور وہ جس کا نام لے دیتے وہی اُن کا سردار بن جاتا اور باقی لوگوں کو اس امر تائید کرنا پڑتی اور عام طور پہ اس طرح کا چناؤ محض لیاقت کی بنا پہ ہوتا۔

عربوں کی تاریخ سے ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں کہ جب کسی سردار کی وفات کے بعد اُس کا سب سے بڑا بیٹا جانشین نہ ہوا اور نہ ہی شیوخ کی مجلس اپنے لیے کسی مناسب شخص کا انتخاب کر سکی ہو تب وہ یمن کے عرب حکمرانوں سے درخواست کرتے کہ وہ کوئی خارج از قبیلہ شخص اُن پہ بطور حکمران مقرر کر دیں تا کہ اُن کا سیاسی بحران ختم ہو سکے اور قبیلہ کندہ میں کئی بار ایسا ہو چکا تھا اور ایسی ہی کئی سرداریاں نجد اور یمامہ کے بعض علاقوں میں بھی قائم کی گئی تھیں۔ عرب قبائل میں عام طور پہ فیضان حکمرانی کے سرچشمے دو تھے یعنی نسب اور بت پرستی۔ کسی قبیلے کا بڑا بزرگ اس قبیلے کے افراد کو خونی رشتوں میں مربوط رکھنے کے لیے قوتِ محرکہ فراہم کرتا۔ بیرونی حملوں اور جنگ کے دوران قبیلہ کے افراد کے جذبات ابھارنے اور اپنے سورماؤں کو بہادری کے کام پر اکسانے کے لیے اس کے نام کی دہائی دی جاتی اور اُن کے بت اُن کے لیے روحانی تسکین فراہم کرتے اِن سے دشمنوں کے خلاف مدد طلب کی جاتی اور برکت کے لیے انہیں میدان جنگ میں اپنے ساتھ لے جایا جاتا۔

عربوں کے ہاں اُن کے سیاسی نظم کے حوالے سے متعدد مستحکم ریاستیں بھی دیکھنے کو ملتی ہیں جہاں بادشاہتیں قائم تھیں۔ عام طور پہ خطہ عرب کے انہیں علاقوں میں بادشاہتیں قائم ہوئیں جہاں پانی سبزہ اور روئیدگی کی بہتات ہوتی جیسا کہ یمن، عراق اور شام اور عراق وشام کا درمیانی علاقہ جو جزیرہ نما عرب کی سرحد پہ تھا۔ عرب بادشاہتوں کے لیے قدرے موزوں مقامات تھے۔ چنانچہ یہاں عربوں کی متعدد بادشاہتیں قائم ہوئیں جیسا کہ یمن میں معینیہ کی بادشاہت، حضرموت کی بادشاہت، قتبان اور سبا کی بادشاہتیں عرب کے جنوبی حصے میں قائم ہوئیں اور عرب کے مغربی اور شمال مغربی علاقوں میں بھی عربوں کی متعدد بادشاہتیں قائم ہوئیں جیسا کہ دیدان، لحیان، نبط، تدمور، حیرہ، کندہ اور غسان کی بادشاہتیں قائم تھیں۔ زمین کی

زرخیزی اور پانی کی افراط اِن عرب بادشاہتوں کے اپنے اپنے مقام پہ تادیر قائم رہنے کی بڑی وجہ تھی۔ جب کہ اُن کی خوشحالی کی دوسری بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ علاقے مشرق ومغرب کی تجارتی شاہراہوں پہ قائم تھے اور اِن ریاستوں کے دارالسلطنت بھی زیادہ تر تجارتی مراکز ہی ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ کہا جا سکتا ہے کہ مشرق ومغرب کی تجارت انہیں عرب ریاستوں کے ذریعہ رواں تھی اور اِن عرب ریاستوں کے لیے بھی فراوانی اور خوشحالی کا باعث تھی اور حجاز میں جہاں مکہ اور مدینہ جیسے شہر تھے وہاں صورت حال قدرے مختلف تھی کہ اگرچہ مکہ بھی عربوں کی ایک بڑی تجارتی بستی تھی مگر یہاں بادشاہت قائم نہ تھی۔ اگرچہ مکہ اور مدینہ کے شہر بھی تجارت اور زراعت کے لیے اپنی الگ اہمیت رکھتے تھے اور شہر مکہ تو اللہ کے گھر کی وجہ سے تمام تر عربوں کے نزدیک ایک مقدس مقام تھا۔ اب ہم عربوں کے معاشرتی نظام پہ کچھ بحث کرنا چاہتے ہیں جس کے تحت ایک عام آدمی کو عدل فراہم کیا جاتا تھا۔ اگرچہ اُن کے قبائلی نظام میں عدل کا تصور بھی دوسری دنیا سے کافی مختلف تھا۔ چنانچہ عربوں کا سیاسی نظام خواہ سرداری کے تحت ہو یا بادشاہت پہ قائم ہو، عام طور پہ اس کے تین عناصر تھے اول اُس الہ کی تکریم جس کی وہ پوجا کرتے تھے اور اس میں حاکم اور رعایا دونوں شامل تھے، دوم حاکم کے حکم کی تعمیل جس میں عام طور پہ کاہن ملک یا امیر یا سید شامل تھے اور عوام کے لیے اس کے حکم کی تابعداری جنگ اور امن ہر حالت میں ضروری تھی اور تیسرا اصول جس پہ عرب معاشرہ کاربند تھا وہ یہ تھا کہ عوام دیوتاؤں کے اقتدار اور حاکم کے احکامات کے فرمانبردار اور اطاعت کیش تھے۔ تاریخی شہادتوں سے پتہ چلتا ہے کہ عرب میں بادشاہتوں کے قیام سے پہلے مگر بوں کی مذہبی حکومت قائم تھی اور یہ کاہن تھے جو شاید اِن علاقوں میں مبعوث ہونے والے انبیاء کی نقل کرتے تھے۔ عوام الناس میں یہ تصور عام تھا کہ اِن کاہنوں کو الہام ہوتا ہے جس کی بنا پہ وہ اِن کے مابین فیصلے کرتے ہیں وہ خدا کے نائب تصور کئے جاتے۔ چنانچہ آسمانی الہام سے فیض یاب حاکم کاہن یا ملک کی حکومتیں اندرونِ عرب کی سرداریوں اور جزیرہ نما کے جنوب وشمال مغرب میں قائم تھیں۔ بیان کیا گیا ہے کہ جنوبی اور شمالی عرب کی بادشاہتوں کے حاکموں کا لقب ملک تھا اور یہ لقب عربوں میں اتنا مقبول اور پروقار تھا کہ بعض قبائلی سرداروں نے جو دراصل بادشاہ نہ تھے انہوں نے اس کو از خود ہی اختیار کر لیا تھا۔

بعض لوگوں نے اس لفظ ''ملک'' کی تحقیق کی ہے جسے قدیم زمانوں میں عرب اپنے بادشاہوں یا سرداروں کے لیے اختیار کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ علم کی رو سے لفظ ملک سامی زبانوں میں کونسلر یا مشیر کے

مقابل مستعمل تھا جس کا مطلب یہ ہوا کہ ملک بادشاہ بننے سے پہلے اپنے قبیلے میں قضاۃ کے عہدے پہ کام کرتے تھے اور عوام اپنے تنازعات کے تصفیہ کے لیے اِن کے سامنے پیش ہوتے تھے۔ چنانچہ ایسے حوالے مساوی طور پر اُن پیغمبروں پہ بھی منطبق ہوتے تھے جن کا ذکر انجیل میں کیا گیا ہے۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے عرب کے بعض علاقوں میں جب ملک حکمران ہوئے تو انہوں نے اپنے لوگوں کی فلاح کے لیے عدل اور نظم و نسق کے شعبے اپنی ذات ہی سے متعلق رکھے اور اپنی مدد اور راہنمائی کے لیے عدلیہ، مقنّنہ اور مشاورتی مجالس جیسے ادارے قائم کیے۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے جنوبی اور شمالی عرب کے بادشاہ اور سردار اپنے ہاں اہل خرد کا لحاظ کرتے تھے۔ چونکہ انھیں خدائی اختیارات حاصل نہ تھے کہ جس طرح چاہتے اپنی طاقت کو استعمال کرتے اس لیے اُن کے پاس مشاورتی ادارے تھے جو ریاست اور عوام کے متعلق نازک معاملات کا فیصلہ کرتے یا فیصلہ کرنے میں اپنے حکمران کی راہنمائی کرتے۔ چنانچہ یہاں اس خیال کو تقویت ملتی ہے کہ غالبًا یہ اہتمام اِن بادشاہوں کے ہاں پایا جاتا ہوگا جو اِن پیغمبروں کی وحی اور تعلیم پر ایمان رکھتے تھے جو اِن کے درمیان اترتے رہے۔

چنانچہ کتبے اور دیگر تاریخی شواہد ظاہر کرتے ہیں کہ جنوبی عرب کے بادشاہوں نے شیوخ کی مجلس کی زیر نگرانی حکومت کا ایک جامع طریقہ وضع کیا تھا اور ایسے ادارے قائم کیے تھے جو حکمرانوں کی معاونت کرتے تھے۔ عام طور پہ عربوں میں اِن اداروں کو "**مزود**" کہا جاتا تھا۔ اگرچہ مختلف علاقوں میں اِن اداروں کے لیے دیگر الفاظ بھی مستعمل رہے ہیں جیسے کہ معین حکمرانوں کے ہاں اِن کو "**مزودِ معین**" کہا گیا۔ قتبانیہ کے ہاں انھیں "**طبن یا سخن**" کہا گیا۔ اور اہل سبا کے ہاں اِن اداروں کو "**عھـــر**" کہا گیا۔ چنانچہ اِن اداروں کے ارکان اپنے سماجی مرتبہ، نجابت خاندانی، عملی فراست اور دقیق بصیرت میں دوسروں سے ممتاز ہوا کرتے اور کہا گیا ہے کہ مذہبی بزرگوں کو بھی اِن اداروں میں شامل کیا جاتا تھا۔ چنانچہ مغربی جزیرہ نما عرب میں قائم ہونے والی بادشاہتیں بھی شیوخ کی مجلس سے راہنمائی حاصل کرتی تھیں اور اُن کے حکمران اِن اداروں کے لوگوں سے مشاورت کے بعد ہی اعلیٰ سطحی فیصلے کیا کرتے تھے۔ بیان کیا گیا ہے کہ لحیانی خاندان کی مجلس مشاورت کو "**جبـــــل**" کہا جاتا تھا۔ اِن علاقوں سے ملنے والے ایک کتبے سے پتہ چلتا ہے کہ جبل کو اُن کے ہاں عظیم الشان مجلس قرار دیا گیا ہے۔ اور شاہ تدمور نے رومن کونسل کی طرز پہ شیوخ کی ایک مجلس قائم کی ہوئی تھی جو تدمور کے شرفاء اور معززین

پہ مشتمل تھی اور معاشرے میں یہ لوگ بلند سماجی حیثیت کے حامل تھے اور کسی حد تک اُن کو قانون سازی کا حق بھی حاصل تھا۔تاہم علمائے تاریخ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ کئی عرب ریاستیں مطلق العنان تھیں جن میں کوئی مجلس مشاورت قائم نہ کی گئی تھی اور اُن کے حکمران ہی اپنی رعایا کے لیے قانون تھے جیسا کہ نسر غسان اور کندہ کی بادشاہتیں تھیں۔

البتہ مرکزی عرب یعنی حجاز میں صورت حال دیگر عربوں سے قدرے مختلف تھی اور اس خطے میں پھیلے شہروں مکہ، یثرب اور طائف میں سیاسی معاشرتی اور عدالتی صورت حال اُن علاقوں سے قدرے اعلیٰ تھی جن کو ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔اس لیے کہ اگر چہ یہاں بھی قبائلی نظام کی بنیادیں مستحکم تھیں مگر حقیقت یہ ہے کہ شہر مکہ میں قصی سے لے کر جس نے دارالندوہ تعمیر کیا تھا سینکڑوں سالوں سے قومی مشاورت کی روایت موجود تھی۔شاید اسی لیے قصی کو عربوں کا پہلا سیاسی راہنما بھی مانا جاتا ہے۔چنانچہ کہا جا سکتا ہے کہ قبل از اسلام عرب کی سیاسی فکر کا مرکزی تصور قبیلہ تھا جو بنیادی طور پر خونی رشتوں پہ استوار ایک ایسا گروہ تھا جس کی جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری قبیلہ نے اٹھا رکھی تھی اور قبیلے کا ہر فرد قبیلے کی آن کو قائم رکھنے کی خاطر موت قبول کرنے سے نہ شرماتا تھا۔مگر جب اسلام آیا تو اس نے ایک دم صدیوں سے قائم قبائلی ڈھانچے پہ مشتمل عرب نظام سیاست کو ہلا کے رکھ دیا۔اسلام نے قبائلی طرز زیست کو منہدم کر کے قبیلہ کی جگہ امت کے تصور کو اجاگر کیا۔نسبی اور خونی قرابت کی اگر چہ نفی نہیں کی گئی مگر امت کے اتحاد کی بنیاد آفاقی دینی اور اخلاقی اصولوں پہ رکھی گئی۔چنانچہ اس تصور کو نہ صرف نظریاتی بنیادوں پہ استوار کیا گیا بلکہ انہی خدوخال پہ ریاست مدینہ کی بنیاد رکھی گئی اور شہر میں انھی اصولوں پہ باقاعدہ معاشرت قائم کر کے اس کو عملی طور پہ نافذ بھی کیا گیا۔

اور قرآن میں نہایت واضح اور غیر مبہم الفاظ میں بیان کر دیا گیا کہ دین اسلام کی پیروی کرنے والے تمام لوگ رنگ، نسل اور علاقے کی پہچان سے بالاتر ایک مضبوط اور مستحکم امت ہیں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ!

اِنَّما المؤ منون اخوۃ ۔

"تمام مومن آپس میں بھائی ہیں"

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ مکی دور میں جب نبی اکرم ﷺ نے اہل مکہ کے سامنے خود کو اللہ کے رسول کی حیثیت سے پیش کیا تو عرب کے مختلف قبائل کے لوگوں اور برادریوں نے نبی اکرم ﷺ کی رسالت کو تسلیم کر لیا تھا اور آپ ﷺ پہ ایمان لے آئے تھے۔اس کے بعد انصار مدینہ کے ایک گروہ کا اسلام قبول کر لینا تصورامہ کے فروغ اور اس کے استحکام کے لیے ایک اہم واقعہ ثابت ہوا اور نبی اکرم ﷺ کی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا بھی تحریک اسلامی کا ایک اہم موڑ تھا۔چنانچہ کہا جا سکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ پہ ایمان لے آنے والے صحابہ جو عرب کے مختلف قبائل اور برادریوں سے تعلق رکھتے تھے اُن کا آنحضرت محمد ﷺ کے ساتھ مدینہ کی جانب ہجرت کرنا محض سکونت کی تبدیلی نہ تھا بلکہ یہ رشتہ اور تعلق کی تبدیلی تھی اور ہجرت کا مطلب یہ تھا کہ انہوں نے اپنے قبیلے اور خاندان کو چھوڑ کر اسلام کی امت کو اختیار کر لیا تھا۔تب یہ بات واضح ہوگئی کہ اسلام قبول کر لینے کے بعد خاندان قوم ذات اور برادری کی عصبیت سے چمٹے رہنا جاہلیت کا ایک فعل ہے جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔چنانچہ لوگوں نے رنگ نسل اور علاقہ جیسی عصبیتوں سے بلند ہو کر اسلام کے آفاقی ،عالمی، دینی اور اخلاقی اصولوں کو اپنا لیا اور امت محمدی سے وابستہ ہو گئے۔

مومنوں میں اس تصور کو فروغ دیا گیا کہ اللہ کی راہ سے ذرہ بھر انحراف بھی معصیت سمجھا جائے گا جس کی سزا جہنم کی آگ تھی۔چنانچہ امت کا یہ تصور اتنا واضح تھا کہ دشمنانِ اسلام فدیہ اور دیت جیسے معاملات میں پوری امت یعنی تمام مسلمانوں کو ایک قبیلے کی صورت جانتے تھے۔مدینہ کی ریاست میں رسول اللہ ﷺ بلا شرکت غیر نہ صرف تمام شہریوں کے سربراہ تھے بلکہ امت مسلمہ کے سربراہ بھی تھے۔چنانچہ جو شخص اسلام قبول کر لیتا وہ یقیناً محمد ﷺ کی مذہبی وسیاسی قیادت کو بھی تسلیم کرتا تھا ۔قرآن میں بھی اسے واضح طور پہ بیان کیا گیا اور جا بجا اس امر کی تلقین کی گئی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی اطاعت کو اپناؤ۔اس لیے کہ اطاعت کے بغیر کوئی نظم قائم نہیں کیا جا سکتا۔

چنانچہ کتاب اللہ میں فرمایا گیا کہ!

”قل اطیعو اللّٰہ والرسول ۔

کہ دو کہ اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو"

☯☯☯☯☯☯☯

مزید ارشاد ہوا کہ!

من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ

جو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتا ہے بلاشبہ اُس نے اللہ کی اطاعت کی"۔

☯☯☯☯☯☯☯

شہر مکہ میں ہی امت وجود میں آ چکی تھی اگرچہ وہ تعداد میں بہت کم تھی مگر اُس کے وجود سے انکار ممکن نہیں۔ اس لیے کہ وہاں امت بھی تھی اور امت کا سربراہ بھی موجود تھا۔ تاہم مکہ کی سیاسی وسماجی فضاء امت اسلامیہ کے اعلیٰ تصورات کے نفاذ کے لیے سازگار نہ تھی اور ان کی تنفیذ کے لیے ایک نئے سماجی وسیاسی ماحول کی ضرورت تھی اور یہی وہ بنیادی ضرورت تھی جس کے لیے رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے حکم سے مدینے کی طرف ہجرت کی اور اہل مدینہ دل و جان سے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔ چنانچہ اعلان بعثت کے تیرہویں سال نبی اکرم ﷺ نے مدینہ کے مسلمان سرداروں جن کا تعلق اوس وخزرج سے تھا ایک معاہدہ کیا جسے ہم بیعت عقبہ ثانیہ کے نام سے جانتے ہیں اور اس بیعت میں اہل مدینہ نے نہ صرف نبی اکرم ﷺ کی اہل مکہ اور دیگر لوگوں سے حفاظت کرنے کا عہد کیا بلکہ نبی اکرم ﷺ کو مدینہ تشریف لے آنے کا مشورہ اور دعوت بھی دی اور جب حالات اُس خاص نہج تک پہنچ گئے جہاں نبی اکرم ﷺ نے اہل مکہ کو اسلام کی مزید دعودت دینا نامناسب سمجھا تو آپ ﷺ مدینہ تشریف لے گئے اور آپ ﷺ کے اصحاب اس سے قبل ہی شہر مکہ کو چھوڑ چکے تھے۔ چنانچہ جب نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لے آئے اور آپ ﷺ کو اُن بہت سے مسائل سے نجات مل گئی جن سے آپ مکہ میں دوچار تھے تو آپ ﷺ نے اس فرصت اور فراغت کو غنیمت جانتے ہوئے شہر مدینہ میں بسنے والی تمام قومیتوں کو ایک معاہدے پہ اکٹھا کرنے کی کوشش کی جس کو میثاق مدینہ کہا گیا۔

اس معاہدے میں طاقت وقوت اور اقتدار کا سرچشمہ مسلمان تھے اور نبی اکرم ﷺ تمام لوگوں کے

سربراہ تھے تاہم یاد رہے کہ اس معاہدے میں کسی بھی فریق کی حق تلفی نہیں کی گئی۔آپ ﷺ نے مسلمانوں اُن کے ہمدردوں اور اتحادیوں کو منظّم کیا اور ایک ریاست کی بنا ڈالی اور ہر ریاست کو اپنے حکم کے نفاذ کے لیے ایک آئین کی ایک دستور کی ضرورت ہوتی ہے اور اسے ہی میثاق مدینہ کہا گیا ہے اور یہ دنیا کا پہلا تحریری دستور ہے،ہم نے اس دستور کو آپ کے لیے سیرت ابن ہشام سے درج کیا ہے۔اگر چہ اس دستاویز کا مکمل متن ابن اسحٰق سمیت بہت سے مورخین نے درج کیا ہے۔

متقدمین میں سے ابن اسحٰق ،امام زہری اور ابن خثیمہ نے بھی اپنی کتابوں میں دستور مدینہ کو روایت کیا ہے،ابن زنجوریہ اور ابن سید الناس نے بھی دستور مدینہ کی دفعات نقل کی ہیں جبکہ اس دستور کی اہم دفعات کو حدیث کی کتب صحاح ستہ، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد اور ابن ماجا نے بھی روایت کیا ہے۔بعد میں آنے والوں میں سے امام احمد بن حنبل،سنن دارمی،عبدالرزاق کی کتاب " **المنصف** " میں بھی اس دستور کے حوالے موجود ہیں پھر ابن سعد،امام طبری،البلاذری،الخطیب البغدادی،المقریسی،الزرقانی،المقریزی جیسے نامور مورخین نے بھی دستور مدینہ کا بھرپور تذکرہ کیا ہے اور عظیم لغت نویس ابن منظور نے اپنی شہرہ آفاق لغت " **لسان العرب** "میں بھی دستور مدینہ کو جگہ دی ہے۔ہم نے میثاق مدینہ کو سیرت ابن ہشام سے تحریر کیا ہے۔

جیسا کہ گذشتہ صفحات میں بیان کیا گیا ہے کہ میثاق مدینہ وہ مقدس دستاویز ہے جس میں عدل کے ہر پہلو کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ یہ ایک ایسا بین الا مذاہب بیانیہ ہے جس پر عمل کر کے آج بھی اُس مذہبی منافرت سے آزادی حاصل کی جاسکتی ہے جو ہمارے معاشروں میں نظر آتی ہے۔

1 ہجری - 623ء ، 622ء

میثاق مدینہ

بعض لوگوں کو اس بارے جو یہ شبہ ہوا ہے کہ میثاق مدینہ کو دو حصوں میں تحریر کیا گیا ایک حصہ غزوہ بدر سے پہلے اور دوسرا حصہ جو یہودیوں کے متعلق ہے وہ غزوہ بدر کے بعد تحریر کیا گیا تو یہ محض ایک شبہ ہے جس کو کوئی تاریخی حیثیت حاصل نہیں کیونکہ حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا کہ یہ معاہدہ اس وقت تحریر کیا گیا جب ابھی مسجد نبوی کی تعمیر بھی مکمل نہ ہوئی تھی اور اس معاہدے کی دفعات نبی اکرم ﷺ نے میرے والدین کے گھر میں بیٹھ کر تحریر کرائی تھیں اور میں اُس وقت دس سال کا بچہ تھا مگر ہر بات سمجھتا تھا۔ بعض مورخین کو جو اشکال پیدا ہوا ہے تو وہ اس وجہ سے ہے کہ مدینہ کے یہودی اُس وقت مسلمانوں سے طاقت قوت اور معاش میں بڑھے ہوئے تھے تو انہوں نے کیسے اس بات کو قبول کر لیا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کو اپنا حکمران چن لیں تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ ایک تو یہودیوں کی اکثریت اس بات سے واقف تھی کہ نبی اکرم ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور اللہ کے رسولوں کے مقابلہ کرنے کی پاداش میں آنے والے عذابوں سے نبی اسرائیل عربوں سے بھی زیادہ آگاہ تھے کہ بہر حال ابھی اُن کے پاس تورات موجود تھی

۔دوسری بات یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کوایک رعب اور دبدبے سے نوزا گیا تھااور بڑے سے بڑادشمن بھی نبی اکرم ﷺ سے آنکھ ملا کے بات نہ کرسکتا تھا کہ یہ خصائص نبوت میں سے ہے اس لیے یہ کہنا کہ یہودیوں نے آپ ﷺ کوحاکم چن لیااُس میں کوئی حیرت کی بات نہیں ہے۔

اب ہم ابن ہشام سے میثاق مدینہ کامتن اوراس کاترجمہ تحریر کریں گے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

1 ۔ ھذا کتاب من محمد ﷺ بین المومنین والمسلمین من قریش و یثرب و من تبعھم ، فلحق بھم ، و جاھد معھم ۔

شروع اللہ کے نام سے جوبیحد مہربان اورنہایت رحم والا ہے۔

یہ دستور محمد ﷺ کی طرف سے جاری ہوایہ قریش اور یثرب کے مومنوں اور مسلمانوں کے درمیان ہے جواِن کی اتباع کریں اِن کے ساتھ الحاق کریں اور اِن کے ساتھ مل کے جہاد کریں گے۔

☯☯☯☯☯☯☯

2 ۔ اِنھم امۃ واحدۃ من دون الناس۔

کہ یہ تمام گروہ دوسرے لوگوں سے الگ امت واحدہ ہیں۔

☯☯☯☯☯☯☯

3 ۔ المھاجرون من قریش علیٰ ربعتھم یتعاقلون بینھم وھم یفدون عانِیھم بالمعروف والقسط بین المومنین۔

قریش کے مہاجرین اپنے موجودہ رواج کے مطابق باہم خون بہاادا کریں گے اوراپنے قیدیوں کا فدیہ مومنوں کے عرف اورقسط کے مطابق ادا کریں گے۔

☯☯☯☯☯☯☯

4 ۔ و بنو عوف علیٰ رِبْعَتھم یتعاقلون معا قلھم الاولےٰ کل طائفۃ تفدی عانیھا بالمعروف و القسط بین المؤمنین۔

بنوعوف اپنے موجودہ رواج کے مطابق حسب سابق باہم خونبہا ادا کریں گے اور ہر ذیلی شاخ اپنے قیدیوں کا فدیہ مومنوں کے عرف اور قسط کے مطابق ادا کرے گی۔

☯☯☯☯☯☯☯

5 ۔ و بنو ساعدۃ علیٰ رِبعتھم یتعاقلون معاقلھم الأ ولیٰ وکل طائفۃ منھم تفدی عانیھا بالمعروف و القسط بین المؤ منین۔

بنوساعدہ اپنے موجودہ رواج کے مطابق حسب سابق باہم خون بہا ادا کریں گے اور اُن کی ہر ذیلی شاخ اپنے قیدیوں کا فدیہ مومنوں کے عرف اور قسط کے مطابق ادا کرے گی۔

☯☯☯☯☯☯☯

6 ۔ و بنو الحارث علیٰ رِبْعتھم یتعاقلون معاقلھم الأ ولیٰ ، وکل طائفۃ تفدی عائیھا بالمعروف و القسط بین المؤمنین۔

بنوالحارث اپنے موجودہ رواج کے مطابق حسب سابق باہم خونبہا ادا کریں گے اور ہر اُن کی ہر ذیلی شاخ اپنے قیدیوں کا فدیہ مومنوں کے عرف اور قسط کے مطابق ادا کرے گی۔

☯☯☯☯☯☯☯

7 ۔ و بنو جُشم علیٰ رِبعتھم یتعاقلون معا قلھم الأ ولیٰ وکل طائفۃ منھم تفدی عائیھا بالمعروف و القسط بین المؤمنین۔

بنوجشم اپنے موجودہ رواج کے مطابق حسب سابق باہم خونبہا ادا کریں گے اور اُن کی ہر ذیلی شاخ اپنے قیدیوں کا فدیہ مومنوں کے عرف اور قسط کے مطابق ادا کرے گی۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖8 ۔ و بنو النجّار علیٰ رِبْعَتھم یتعاقلون معاقلھم الأو لیٰ ،وکل طائفۃ منھم تفدی عانیھا بالمعروف و القسط بین المؤمنین۔

بنوالنجار اپنے موجودہ رواج کے مطابق حسب سابق باہم خون بہا ادا کریں گے اور اُن کی ہر ذیلی شاخ اپنے قیدیوں کا فدیہ مومنوں کے عرف اور قسط کے مطابق ادا کرے گی۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖9 ۔ و بنو عمرو بن عَوف رِبْعتھم یتعاقلون معاقلھم الأو لیٰ، وکل طائفۃ تفدی عانیھا بالمعروف و القسط بین المؤمنین۔

بنوعمرو بن عوف اپنے موجودہ رواج کے مطابق حسب سابق باہم خون بہا ادا کریں گے اور اُن کی ہر ذیلی شاخ اپنے قیدیوں کا فدیہ مومنوں کے عرف اور قسط کے مطابق ادا کرے گی۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖10 ۔ وبنوالنَّبیت علیٰ رِبْعتھم یتعاقلون معا قلھم الأ ولیٰ وکل طائفۃ تفدی عانیھا بالمعروف و القسط بین المؤمنین۔

بنوالنبیت اپنے موجودہ رواج کے مطابق حسب سابق باہم خون بہا ادا کریں گے اور اُن کی ہر ذیلی شاخ اپنے قیدیوں کا فدیہ مومنوں کے عرف اور قسط کے مطابق ادا کرے گی۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖11 ۔ و بنو الأ وس علیٰ رِبْعتھم یتعاقلون معا قلھم الأ ولیٰ ، وکل طائفۃ تفدی عانیھا بالمعروف و القسط بین المؤمنین۔

بنو اوس اپنے موجودہ رواج کے مطابق حسب سابق باہم خون بہا ادا کریں گے اور اُن کی ہر ذیلی شاخ اپنے قیدیوں کا فدیہ مومنوں کے عرف اور قسط کے مطابق ادا کرے گی۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖12۔

وانّ المؤ منین لا یترکون مفرحا بینھم ان یعطوہ بالمعروف فی فداء او عقل ۔

مومن اپنے کسی زیر بار قرضدار کو بے یارو مددگار نہیں چھوڑیں گے بلکہ عرف کے مطابق فدیہ اور دیت میں اس کی مدد کریں گے۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖13۔

وأن لا یحالف مؤمن مولی مؤمن دونہ ۔

کوئی مومن کسی دوسرے مومن کے آزاد کردہ غلام کو اس کے خلاف اپنا حلیف نہیں بنائے گا۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖14۔

وِان المؤ منین المتقین علیٰ من بغی منھم ، أو ابتغی وَسِیعۃ ظُلم ، أو اِثم ، أو عدوان ، أو فساد بین المؤمنین و ان أیدیھم علیہ جمیعا ، ولوکان وَلدًا أحدھم۔

مومنین متقین اپنے میں سے ہر اس شخص کے خلاف ہوں گے جو بغاوت کرے گا یا مومنین کے درمیان ظلم وعداوت یا فساد کا ارتقاب کرے گا ایسے شخص کے خلاف مومنین کے ہاتھ ایک ساتھ اٹھیں

گے خواہ وہ اُن میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖15 ۔

ولا یَقتل مؤ منٌ مؤ منًا فی کافر ، ولا ینصر کافر علیٰ مؤمن۔

کوئی مومن کسی دوسرے مومن کو کافر کے عوض قتل نہیں کرے گا اور نہ مومن کے خلاف وہ کسی کافر کی مدد کرے گا۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖16 ۔

واِنّ ذِمّۃ اللّٰہ واحدۃ ، یُجیر علیھم ادناھم ، واِن المؤمنین بعضھم موالی بعض دون الناس۔

اللہ کا ایک ذمہ ہے ادنیٰ ترین مسلمان بھی پناہ دے سکتا ہے مومنین دوسروں کے مقابلہ میں ایک دوسرے کے مددگار رہوں گے۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖17 ۔

واِنہ من تَبِعنا من یھود فان لہ النصر و الأ سوۃ ، گیر مظلومین ولا متناصرین علیھم۔

یہودیوں میں سے جو بھی ہماری اتباع کرے گا اسے مدد اور مساوات حاصل رہے گی جب تک اس سے مسلمانوں کو ضرر نہ پہنچے گا اور نہ وہ مسلمانوں کے خلاف دوسروں کی مدد کرے گا۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖18 ۔

وِان سِلمِ المؤ منین واحدۃ ، لا یسالمِ مؤمن دون مؤمن فی قتال فی سبیل اللہ ، الاّ علی سوأ وعدل بینهمِ۔

مومنوں کی صلح ایک ہوگی اور اللہ کی راہ میں جنگ کے دوران کوئی مومن دوسرے مومن سے جدا گانہ صلح نہ کرے گا۔صلح صرف باہم مساوات اور عدل کے مطابق ہوگی۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖19 ۔

سو اِن کلّ غازیۃ غزت معنا یُعقب بعضها بعضا۔

جو دستہ ہمارے ساتھ شریکِ جنگ ہوگا وہ ایک دوسرے کا پشت پناہ ہوگا۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖20 ۔

وِان المؤ منین یُبئ بعضهمِ علی بعض بما نال دماء همِ فی سبیل اللّٰہ ۔

(20.1) مومنین ایک دوسرے کا بدلہ لیں گے جو اللہ کی راہ میں خون بہانے پر انہیں پہنچے گا۔

(20.2)**وِان المؤمنین علیٰ أ حسن هدی و أقومه وانه لایجیر مشرك مالا لقریش ولا نفسا ، و لایحو ل دونی علی مؤمن۔**

مومنین متقین احسن اور اقوام ہدایت پر ہیں۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖21 ۔

وانہ لا یجیر مشرك مالا لقریش ولا نفسا ، و لا یحول دونہ علیٰ مؤمن۔

کوئی مشرک قریش کو جان اور مال کی پناہ نہیں دے گا اور نہ کسی مومن کے خلاف ایسے کسی معاملے میں دخل اندازی کرے گا۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖22 ۔

واِنہ اعتبط مؤ منا قتلا عن بینۃ فانہ ٗ قَوَ دٌ بہ اِلہ أن یرضی ولی المقتول ، واِن المؤمنین علیہ کافۃ یحل لھم اِلاّ قیام علیہ ۔

جو شخص کسی مومن کو ناحق قتل کرے گا شہادت موجود ہوگی تو اس سے قصاص لیا جائے گا سوائے اس کے کہ مقتول کا ولی خون بہا پہ راضی ہو جائے مومنین کی پوری قوت قاتل کے خلاف ہوگی اِن کے لیے بجز قیام حد کے کچھ جائز نہ ہوگا۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖23 ۔

واِنہ لا یحلّ لمؤمن أ قرّ بما فی ھذہ الصیحفۃ ، وأ من باللّٰہ والیوم الاٰ خر ، أ ن ینصر مُحدِثا ولا یؤ ویہ ، وأ نہ من نصرہ أو اٰ واہ ، فان علیہ لعنۃ اللّٰہ و غضبہ یوم القیامۃ ، ولا یؤ خذ منہ صَرف ولا عدل ۔

کسی مومن کے لیے جو اس دستور کے مندرجات کا اقرار کر چکا ہو اور اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لا چکا ہو جائز نہیں کہ وہ کسی فتنہ گر کی مدد کرے یا اسے پناہ دے جو اس کی مدد کرے گا یا اسے پناہ دے گا وہ روز قیامت اللہ کی لعنت اور اس کے غضب کا مستوجب ٹھہرے گا اور اس سے کوئی فدیہ یا بدلہ قبول نہیں کیا جائے گا۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖24۔

وانکم مہما اختلفتم فیہ من شئی ، فان مدّہ الی اللّٰہ عزّوجلّ ، و الیٰ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم ۔

جب کبھی تمہارے درمیان کسی معاملہ میں کوئی اختلاف پیدا ہو تو اس کا حوالہ اللہ عزوجل اور محمد ﷺ کی طرف کرنا ہوگا۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖25 ۔

وِان الیہود ینفقون مع المؤ منین ماداموا محاربین۔

یہود مومنین کے ساتھ مل کر اخراجات جنگ اٹھائیں گے جب تک کہ وہ دشمن کے خلاف حالتِ جنگ میں رہیں گے۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖26۔

وِان یہود بنی عوف اُمَّۃ مع المؤ منین ، للیہود دینہم ، وللمسلمین دینہم ، موالیہم وأنفسہم ،اِلاّمن ظلم و أثِم ، فانّہ لا یُوْتِغ اِلاّ نفسہ ، وأھل بیتہ ۔

بنوعوف کے یہود مومنین کے ساتھ ایک امت ہوں گے یہود کے لیے اپنا دین ہوگا اور مسلمانوں کے لیے اپنا دین ہوگا۔اس میں ان کے موالی اور وہ خود شامل تصور ہوں گے البتہ جو ظلم اور غداری کا ارتکاب کرے گا وہ اپنے آپ اور اپنے خاندان کے سوا کسی کو ہلاکت میں نہیں ڈالے گا۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖27 ۔

وِإن ليهو د بنى النجّار مثل ما ليهود بنى عوف،

بنوالنجار کے یہود کے لیے بھی وہی شرائط ہوں گی جو بنوعوف کے یہود کے لیے ہیں۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖28 ۔

وِإن ليهود بنى الحارث مثل ماليهود بنى عَوف ۔'

بنوالحارث کے یہود کے لیے بھی وہی شرائط ہوں گی جو بنوعوف کے یہود کے لیے ہیں۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖29 ۔

وِإن ليهود بنى ساعدة مثل ماليهود بنى عَوف ۔'

اوربنوساعدہ کے یہود کے لیے بھی وہی شرائط ہوں گی جو بنوعوف کے یہود کے لیے ہیں۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖30 ۔

وِإن ليهود بنى الأ وس ماليهود بنى عَوف ۔'

اور بنوجشم کے یہود کے لیے بھی وہی شرائط ہوں گی جو بنوعوف کے یہود کے لیے ہیں۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖31 ۔

وِإن ليهود بنى ثعلبة ماليهود بنى عَوف ، اِلاّ ظَلَم و أ ثم فانهٗ لا يوتغ الاّ

نفسہ و أھل بیتہ ۔'

اور بنوالأوس کے یہود کے لیے بھی وہی شرائط ہوں گی جو بنوعوف کے یہود کے لیے ہیں۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖32 ۔

وَاِن لیھود بنی ثعلبہ مثل مالیھود بنی عوف ، اِلاّ من ظلم وأثم ، فانہٗ لا یوتغ الاّ نفسہ وأھل بیتہ۔

بنوثعلبہ کے یہود کے لیے وہی شرائط ہوں گی جو بنوعوف کے یہود کے لیے ہیں البتہ جوظلم اور غداری کا ارتکاب کرے گا وہ اپنے آپ اور اپنے خاندان کے سوا کسی اور کو ہلاکت میں نہیں ڈالے گا۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖33 ۔

واِن جَفۃ بطن من ثعلبۃ کأ نفسھم ۔

جفنہ ثعلبہ کی شاخ ہیں وہ انھی کی حیثیت میں شمار ہوں گے۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖34 ۔

(34.1) **واِن لنبی الشُّطَیْبَۃَ مثل مالیھود بنی عَوف ۔'**

بنو شطیبہ کے لیے وہی شرائط ہوں گی جو بنوعوف کے یہود کے لیے ہیں۔

(34.2) **واِنّ البِرّ دون الاِثم۔**

وفاشعاری کو اپنایا جائے نہ کہ غداری کو۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖35 ۔

وِان موالی ثعلبۃ کأ نفسھم۔

ثعلبہ کے موالی انھی کی حیثیت میں شمار ہوں گے۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖36 ۔

وِان بطانۃ یہود کأ نفسھم ۔

یہود کے گہرے دوست بھی انھی میں شمار ہوں گے۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖37 ۔

(37.1) **و اِنہ لا یخرج منھم أ حدا اِ لاّ باِذ ن محمد صلیّ اللّٰہ علیہ وسلم ۔**

اِن میں سے کوئی بھی نبی اکرم ﷺ کی اجازت کے بغیر جنگ کے لیے نہیں نکلے گا۔

(37.2) **واِنّہ لا ینحجز علیٰ ثار جُرُ ح ۔**

کسی کو زخم کا بدلہ لینے سے نہیں روکا جائے گا۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖38 ۔

(38.1) **و اِنہ من فتك فبنفسہ فتك ، واھل بیتہ ، اِلاّ من ظلم ۔**

اگر کوئی شخص کسی کی لاعلمی میں خون ریزی کرے گا تو وہ اپنے آپ اور اپنے خاندان کو ہلاکت میں ڈالے گا بجز اس کے جس پہ ظلم ہوا۔

(38.2) **واِنّ اللّٰہ علیٰ ابرّ ھذا۔**

اللہ اس دستور کے صحیح تر مشمولات کا محافظ ہے۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖39 ۔

(39.1) واِن علی الیھود نفقیھم و علی المسلمین نفقتھم۔

یہود اپنے اخراجات خود برداشت کریں گے اور مسلمان اپنے اخراجات خود برداشت کریں گے۔

(39.2) واِن بینھم النصر علیٰ من حارب أھل ھٰذا الصیحۃ۔

اس دستور کے پابند ہر گروہ کے خلاف جو کوئی جنگ کرے گا تو تمام گروہ متحد ہو کر اس دشمن کا مقابلہ کریں گے۔

(39.3) واِن بینھم النصح و النصیۃ۔

اس دستور کے پابند تمام گروہ ایک دوسرے کے خیر خواہ ہوں گے اور باہم مشاورت کریں گے۔

(39.4) والبرّ دون الا ثم ۔

وفا شعاری کو شعار بنایا جائے گا نہ کہ غداری کو۔

(39.5) واِنہ لم یأ ثم امرُو بحلیفۃ۔

کوئی شخص اپنے حلیف سے غداری نہیں کرے گا۔

(39.6) واِن النصر للمظلوم۔

مظلوم کی بہر حال مدد کی جائے گی۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖40 ۔

واِن الیھود یُنفقون مع المؤمنین ماء اموا محاربین۔

یہود مسلمانوں کے ساتھ مل کے جنگی مصارف ادا کریں گے جب تک کہ وہ مصروفِ جنگ رہیں۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖41 ۔

وِان یثرب حرام جو فھا لأ ھل ھذہ الصیفۃ ۔

وادیٔ یثرب اس صحیفہ والوں کے لیے حرم قرار پائے گی۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖42 ۔

وِان الجار کالنفس غیر مُضارۃ ولا اثم

پناہ گزین، پناہ دہندہ کی مانند ہوگا نہ اسے کوئی ضرر پہنچائے گا اور نہ وہ غداری کرے گا۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖43 ۔

وِانہ لا تُجار حرُمۃ اِلاّ بِاذن أ ھلھا ۔

کسی عورت کو اس کے خاندان کی اجازت کے بغیر پناہ نہیں دی جائے گی۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖44 ۔

(44.1)وِانہ ما کان بین اھل ھذہ الصحیفۃ من حَدَثٍ او اشتجا ر یخاف فسادُہ ، فان مردۃ الی اللہ عزّو جل ، واِلی

محمد رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

(44.2)جب کبھی اس صحیفہ والوں کے درمیان کوئی حادثہ پیش آئے یا کوئی تنازعہ اٹھ کھڑا ہو جس

سے فساد برپا ہونے کا اندیشہ ہو تو اس حوالے سے اللہ اور اُس کے رسول سے رجوع کیا جائے گا۔

(44.3) وِان اللّٰہ علی أ تقی ما فی ھذہ الصحیفۃ و أ برّہ۔

اللہ تعالیٰ اس صحیفہ کے مشمولات کا محافظ و ضامن ہے۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖45 ۔

وِانہ لا تُجار قریش ولا من نصر ھا

نہ قریش کو پناہ دی جائے گی اور نہ اُن کو جو قریش کی مدد کریں گے۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖46 ۔

وِان بینھم النصر علی من وھم یثرب۔

یثرب پہ حملہ کرنے والوں کا سب مل کے مقابلہ کریں گے۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖47 ۔

وِاذ دعوا اِلی صلح یصالحونہ و یلبسونہ فانھم یصالحونہ ویلبسونہ ، وِانھم اِذا دُعو ا اِی مثل لھم علی المؤمنین ، اِلا من حارب فی الدّین۔

جب انہیں کسی صلح نامے میں شرکت یا اس کی پابندی کے لیے پکارا جائے گا تو وہ اس میں شرکت کریں گے اور اس کی پابندی کریں گے اور جب وہ مومنین کو کسی ایسے ہی معاہدے کی طرف بلائیں گے تو مومنین پر بھی یہ پابندی ایسے ہی ضروری ہوگی جیسے کہ کفار یا معاہدے میں شامل دیگر گروہوں پہ لازم ہے مگر اُس شخص پہ یہ لازم نہ ہوگا جو اپنے دین کی خاطر جنگ لڑے گا۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖48 ۔

علہ کل أناس حصّتھم من جانبھم الذی قِبلَھم۔

ہرگروہ اپنے حصے کا ذمہ دار ہوگا جو اس کی جانب ہوگا۔

☯☯☯☯☯☯☯

📖49 ۔

(49.1)واِن یھود الأوس ، موالیھم وانفسھم علی مثل ما لا ھل ھٰذہ الصحیفۃ ، مع البرّ المحض ، من أ ھل ھذہ الصحیفۃ

بنواوس کے یہوداور اُن کے موالی اور خود اُن کے لیے وہی شرائط ہوں گی جو اس صحیفہ والوں کے لیے ہیں اوراس کے ساتھ اہل معاہدہ کیساتھ مکمل وفاشعاری کی شرط ہے۔

(49.2) واِن البتر دون الاثم۔

وفاشعاری کو اپنایا جائے گا نہ کہ غداری کو۔

(49.3) لایکسب کاسب اِلا علی نفسہ۔

کمانے والا جو کماتا ہے وہ اپنی کمائی کا ذمہ دار ہے۔

(49.4) واِن اللّٰہ علی أ صدق ما فی ھٰذہ الصحیفۃ وأ برّہ۔

اللہ تعالیٰ اس صحیفہ کے مشمولات کا محافظ وضامن ہے۔

☯☯☯☯☯☯☯

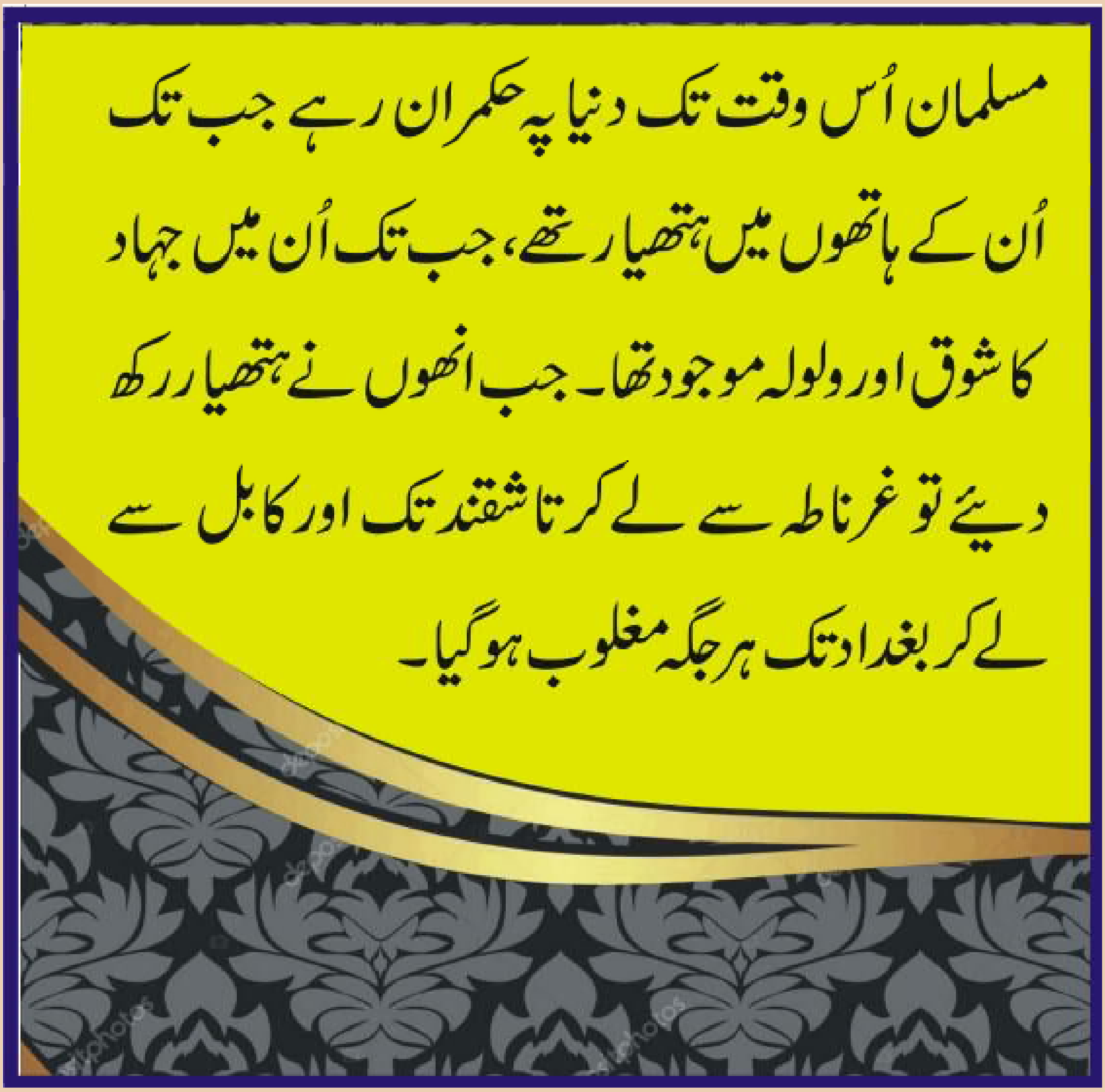
📖50 ۔

(50.1) واِنہ لا یحول ھٰذا الکتاب دون ظالم وآثم ، واِنّہ من خرج آمنٌ ومن قعد آمن بالمینۃ ، الا من ظلم أ وآثم۔

یہ دستور کسی ظالم اور غدار کے آڑے نہ آئے گا جو کوئی باہر نکلے گا امن کا مستحق ہوگا اور جو کوئی گھر میں بیٹھا رہے گا وہ مدینہ میں امن کا مستحق ہوگا بجز اُس شخص کے جو ظلم کرے گا یا غداری کرے گا۔

(50.2) وانّ اللّٰہ جار لمن برّ و اتقی محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

اللہ تعالیٰ اِن کا محافظ ہے جو وفا شعار اور پرہیز گار ہیں۔[55*]


مسلمان اُس وقت تک دنیا پہ حکمران رہے جب تک
اُن کے ہاتھوں میں ہتھیار رہے، جب تک اُن میں جہاد
کا شوق اور ولولہ موجود تھا۔ جب انھوں نے ہتھیار رکھ
دیئے تو غرناطہ سے لے کر تاشقند تک اور کابل سے
لے کر بغداد تک ہر جگہ مغلوب ہو گیا۔

1 ہجری ـ 623ء، 622ء

فلسفہ جہاد

اگرچہ تہذیبی شعور کی ابتدائی منزلوں میں ہی انسان کے زندہ رہنے کے حق کو تسلیم کرلیا گیا تھا اور انسانی قانونِ تمدن کی بنیاد اور اُس کی پہلی دفعہ یہی قرار پائی کہ انسان کی جان اور اُس کا خون سب سے محترم ہے۔ چنانچہ دنیا میں آج تک جتنی شریعتیں اور مہذب قوانین آئے ہیں اُن سب میں انسان کے اس بنیادی حق کو فوقیت دی گئی ہے کہ نفس انسانی کی حرمت کے بغیر تمدنی وحشت کو دور نہیں کیا جاسکتا اور جس قانون وشریعت میں انسانی خون کی حرمت کو اولیت نہ دی گئی ہو وہ کبھی مہذب انسانوں کا قانون نہیں بن سکتا اور نہ اس قانون کے سائے میں انسانوں کا کوئی گروہ امن وسلامتی کی زندگی گزار سکتا ہے۔ چنانچہ روزِ اول سے کسی بھی غرض کی بناپر انسانی قتل کو بدترین قساوت اور سنگدلی قرار دیا گیا ہے۔ تاہم تاریخ کے دریچوں میں جھانکنے سے انکشاف ہوتا ہے کہ دنیا کے بہت سے معاشروں میں اکثر وبیشتر صرف انھی انسانوں کی جان کو حرمت حاصل رہی ہے جو زردار تھے جو حاکم تھے جو امرا تھے یا وہ جو اپنی جان کی حفاظت پہ قادر تھے۔ اہل عرب کی

باہم خونریزی کو مغربی مستشرقین نے اپنے قلم سے اس قدر اچھالا ہے کہ لوگوں کے اندر اس تاثر نے جنم لیا کہ وہ جو دین لے کر اترے ہیں اور دنیا بھر کو اس کی دعوت دیتے پھر رہے ہیں وہ بھی خونریزی ہی کی دعوت ہے۔ اگرچہ یہ ایک ایسا سفید جھوٹ تھا کہ جسے سفید جھوٹ تحریر کرنا بھی ہمارے لیے مشکل ہو رہا ہے کہ اگر قواعدِ زبان کا پاس نہ ہوتا تو ہم اسے سیاہ جھوٹ لکھتے اس لیے کہ مغربی مستشرقین مسلمان فاتحین کو تو یاد رکھتے ہیں مگر خود اہلِ مغرب کے تاریک تر دور کو دنیا سے چھپاتے جاتے ہیں۔

دنیا کو نام نہاد تہذیب و شائستگی کا درس دینے والے روم کے اُن کولوسیم (Collosseum) کو بھول جاتے ہیں جہاں انسان کی موت کا وحشت انگیز تماشا سرِعام کیا جاتا تھا اور لوگ محض حکمرانوں کی تفننِ طبع کی نذر ہو جاتے تھے۔ وہ ایک ایسا اکھاڑا ہوتا تھا جہاں وحشت کا حقیقی کھیل کھیلا جاتا تھا دو انسان اکھاڑے میں اترتے اور اُن میں سے ایک کو دوسرے کا خون کرنا ہوتا تھا کیونکہ اگر وہ اپنے مخالف کو قتل نہ کرے گا تو اس کا مخالف اس کو یقیناً قتل کر دے گا۔ بعد میں انسان کی جگہ بیل نے لے لی اور یورپ کے بہت سے ممالک خاص طور پہ اسپین میں آج تک وحشت کا یہ کھیل انتہائی مقبول ہے جس میں اکثر اوقات تو بیل کا خون بہتا ہے مگر کبھی کبھار یہی میدان انسانی خون سے بھی رنگین ہو جاتا ہے اور لوگ دراصل اسی خون کو دیکھنے کے شوق میں اس کھیل کے تماشائی بنتے ہیں۔

تاریخ کے صفحات اس بات کے گواہ ہیں کہ روم کے حکمرانوں کے ہاں جب کوئی معزز مہمان اترتا تو کھانے کے بعد اس کی طفننِ طبع کے لیے اُس کو کھیل کے اُس میدان میں لے جایا جاتا جہاں بعض اوقات انسان کو انسان کے ہاتھوں قتل کرایا جاتا تو بعض اوقات کسی توانا غلام کو خالی ہاتھ ہی بھوکے شیر کے مقابل چھوڑ دیا جاتا کہ اگر وہ شیر سے مقابلہ کر سکتا ہے تو کر لے ورنہ شیر کی خوراک بن جائے اور اکثر اوقات انسان ہی شیر کی خوراک بنتا۔ تب اہلِ مغرب کے ہاں عمومی طور پہ انسانی جان کی حرمت کا کوئی واضح قانون موجود نہ تھا۔ انسان اپنے غلام کو قتل کر سکتا تھا، انسان اپنی بیوی کو قتل کر سکتا اور انسان کو یہ حق بھی تھا کہ اگر وہ چاہے تو اپنی اولاد کو بھی قتل کر دے۔ ریاست یا معاشرے کو اِن امور پہ کوئی اعتراض نہ تھا۔ وہ اپنے قیدیوں کو بھی قتل کر ڈالتے تھے کہ

اس طرح وہ اس پریشانی سے بچ جاتے کہ قیدیوں کی دیکھ بھال کریں اور اُن معاشروں کو اس لیے بھی انسانی جان کی حرمت کی کوئی پرواہ نہ تھی کہ خود اِن کے اہل دانش اور فلاسفہ کے نزدیک انسانی جان کی حرمت کا کوئی تصور موجود نہ تھا۔ چنانچہ اُن کے جاہل وخونخوار امراء کا تو کیا ذکر یونان وروما کے بڑے بڑے حکماء وفلاسفہ تک کے اجتہادات میں انسانی جانوں کو بے قصور ہلاک کرنے کی بہت سی وحشیانہ صورتیں جائز تھیں۔ افلاطون اور ارسطو جیسے اساتذۂ اخلاق کے ہاں انسان کا خون مباح تھا۔ وہ اسقاطِ حمل کو عورت کا بنیادی حق تصور کرتے تھے۔ چنانچہ روم اور یونان میں اسقاطِ حمل کوئی جرم نہ تھا۔ رومی مقنّن اپنے قانون کی اس خصوصیت پہ فخر کرتے کہ اس میں اولاد پر باپ کے اختیارات اس قدر غیر محدود ہیں اور حکمائے رواقین کے نزدیک انسان کا خود اپنے آپ کو قتل کرنا بھی کوئی برا کام نہ تھا۔

بلکہ اُن میں سے لوگوں کا ایک گروہ اسے باعث فخر جانتا تھا اور بعض اوقات وہ گروہ در گروہ خود کشی کیا کرتے تھے۔ حدتو یہ ہے کہ افلاطون جیسا حکیم بھی اس فعل کو برا فعل نہ جانتا تھا۔ جاپان میں بھی قدیم زمانوں سے لے کر آج تک خود کشی کو ایک باعزت فعل تصور کیا جاتا ہے۔ برصغیر پاک وہند کا وہ خطہ جہاں ہمارے آباء نے زندگی بسر کی وہ بھی کسی سے کم نہ تھے یہاں ہندوازم کے پجاری بستے تھے۔ جن کے رسم ورواج میں نہایت سفاکیت پائی جاتی تھی اور اُن کے ہاں جب کوئی شخص وفات پا جاتا تو اس کی بیوی کو زندہ اس کی چتا پہ جلا دیا جاتا۔ مذہباً اس کی تاکید کی جاتی تھی اُن کے معاشرے میں طبقاتی نظام اتنا سخت تھا کہ برہمن اور شودر میں انسان اور جانور سے بھی زیادہ فرق کیا جاتا تھا اگر کوئی بدقسمت شودر کسی برہمن کی آواز سن لیتا تو اُس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال دیا جاتا شودر کی جان کی کوئی قیمت نہ تھی کہ وہ برہما کے پاؤں سے پیدا ہوا تھا اُس معاشرے میں برہمن کے لیے یہ عام سی بات تھی کہ وہ کسی شودر کو قتل کر دے اُس کا خون برہمن کے لیے حلال کر دیا گیا تھا۔ جیور کھشا کا گہوارہ ہندوستان اپنی مذہبی روایتوں میں انتہائی سفاک تھا۔ پتا چلا ہے کہ اُن کے ہاں ایک رسم تھی جس کو ''جل پروا'' کہا جاتا تھا جس کے تحت ہر نو بیاہتا جوڑا اپنے پہلے بچے کو گنگا کی متبرک ندی کے حوالے کر کے خود کو سعید خیال کرتا تھا۔ بعد میں اگرچہ جب انسانی سماجوں نے ترقی کی تو انھوں نے بہت سے ایسے قوانین وضع کیے جو انسان کو

بہیمت سے دور لے جا سکیں مگر انسانی خون کی حرمت کے لیے دنیا کے سیاسی قوانین انسان کے اندر محض اس سزا کا خوف پیدا کرتے ہیں جو اس فعل کے بدلے میں انھیں بھگتنی پڑتی۔ صرف دین اسلام ہے جس نے انسانی جان کی حرمت کا حقیقی شعور کو لوگوں کے اندر اجاگر کیا ہے اسلام صرف انسان کے اندر سزا کا خوف ہی پیدا نہیں کرتا بلکہ اُس کے ذہن میں انسانی شرف کی اُس بنیاد کو استوار کرتا ہے جس کی بنا پہ انسان جان جاتا ہے کہ وہ اللہ کی رضا حاصل کرنے میں تب تک کامیابی حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ اس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے لوگ محفوظ نہ رہیں گے۔

اسلام انسان کو اتنا بدلنا چاہتا ہے کہ وہ وہاں بھی محض اللہ کے خوف سے معصیت سے بچا رہے جہاں اُس کو دیکھنے اور روکنے والا کوئی نہ ہو اور وہاں بھی وہ خود کو بنی آدم کے خون میں ہاتھ رکھنے سے باز رکھ سکے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں انسانی جان کی حرمت کا ذکر اتنی تفصیل سے کیا ہے کہ اُن لوگوں کی عقل پہ ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے جو اسلام کو خونریزی اور وحشت کا مذہب قرار دیتے ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ تعصب منزل کو انسان سے اوجھل کر دیتا ہے مثال کے طور پہ قرآن حکیم سے چند آیات پیش کی جاتی ہیں جو انسان کی راہنمائی انسانی جان کی حقیقی حرمت کی طرف کرتی ہیں۔

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآئِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا وَلَقَدْ جَمِيْعًا وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِى الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ۝

القرآن الحکیم (سورۃ مائدہ 32/5)

ترجمہ؛

''اسی بنا پہ ہم نے بنی اسرائیل کو یہ لکھ کر دے دیا کہ جو کوئی کسی کی جان لے بغیر اس کے کہ اس نے کسی کی جان لی ہو یا زمین میں فساد کیا ہو تو گویا اس نے تمام انسانوں کا

خون کیا اور جس نے کسی کی جان بچائی تو گویا اس نے تمام انسانوں کو بچالیا اِن لوگوں کے پاس ہمارے رسول کھلی کھلی ہدایات لے کر آئے مگر اس کے بعد بھی اِن میں بہت سے ایسے ہیں جو زمین میں حد سے تجاوز کر جاتے ہیں''۔

☯☯☯☯☯☯☯

مزید ارشاد ہوتا ہے کہ!

لَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا ○

القراٰن الحکیم (سورۃ الفرقان 68/25)

ترجمہ؛

وہ اس جان کو جسے اللہ نے محترم قرار دیا ہے بغیر حق کے ہلاک نہیں کرتے اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو کوئی ایسا کرے گا وہ اپنے کیے کی سزا پائے گا''

☯☯☯☯☯☯☯

ایک اور مقام پہ ارشاد ہوتا ہے کہ!

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَیْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْئًا وَّ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِیَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○

القراٰن الحکیم (سورۃ انعام 151/6)

ترجمہ؛

''اے محمد! کہو کہ آؤ میں تم کو بتاؤں کہ اللہ نے تم پہ کیا پابندیاں عائد کی ہیں تم پہ واجب ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ اور اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو

اپنی اولاد کو مفلسی وتنگ دستی کے باعث قتل نہ کرو ہم جہاں سے تم کو رزق دیتے ہیں اُن کو بھی دیں گے، اور بدکاریوں کے قریب بھی مت جاؤ خواہ وہ پوشیدہ ہوں یا کھلی ہوئی ،کسی ایسی جان کو جسے اللہ نے محترم قرار دیا ہے ہلاک نہ کرو سوائے اس صورت کے کہ ایسا کرنا حق کا تقاضا ہو اللہ نے تمھیں اِن باتوں کی تاکید کی ہے شاید کہ تم کو کچھ عقل آئے''۔

☯☯☯☯☯☯☯

اور شارح قرآن اللہ کے رسول محمدﷺ نے انسان کے خون کی حرمت کے متعلق اپنے صحابہ کو اس قدر ہدایات دیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے انسان کو قتل کرنا تو بہت دور کی بات ہے نبی اکرمﷺ نے تو کسی سے منہ بگاڑ کے بات کرنے اور کسی کا دل دکھانے سے بھی شدت سے منع کیا ہے۔تبرک کے طور پہ کچھ احادیث پیش کی جاتی ہیں۔
حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ!

''اکبر الکبائر الاشراک باللّٰہ و قتل النفس و عقوق الوالدین و قول الزور۔۔۔

ترجمہ؛
بڑے گناہوں میں سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے اور قتل اور والدین کی نافرمانی اور جھوٹ بولنا ہے۔

☯☯☯☯☯☯☯

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ!

''لن یزال المؤمن فی فسحۃ دینہٖ مالم یصب دما

حراما۔۔

ترجمہ؛

''مومن اپنے دین کی وسعت میں اس وقت تک برابر رہتا ہے جب تک وہ کسی حرام خون کونہیں بہاتا۔

☯☯☯☯☯☯☯

نسائی کی ایک متواتر حدیث ہے کہ!

اول مایحاسب بہ العبد الصلوٰاۃ واول ما یقضیی بین الناس یوم القیامۃ فی الدماء۔

ترجمہ؛

''قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلے جس چیز کا حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے اور پہلی چیز لوگوں کے درمیان جس کا فیصلہ کیا جائے گا وہ خون کے دعوے ہیں''۔

☯☯☯☯☯☯☯

چنانچہ انسانی تمدن کے اُس تاریک دور میں جب انسانی جان کی حرمت کے معاملے میں انسان نے کوئی واضح اصول مرتب نہ کیے تھے تب وادئ مکہ سے اٹھنے والی اس آواز نے تہذیب عالم میں اِک ارتعاش پیدا کیا اور وہ آواز یہ تھی۔

وَلَا تَقْتُلُواالنَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۔۔

القراٰن الحکیم (سورۃ انعام 151/6)

ترجمہ؛

''کہ انسان کو قتل مت کرو مگر اُس وقت جب حق اس کا تقاضا کرے''۔

☯☯☯☯☯☯☯

اس آواز نے اُس وقت کی متمدن دنیا میں مروّج تمام انسانی سماجوں کو اپنے نظریات پہ نظر ثانی پہ مجبور کر دیا۔ اس لیے کہ قدیم معاشروں میں بھی کئی معاشرے ایسے تھے جو انسان کے قتل پہ اُس کے قاتل کو قتل کرنے کی نفی کرتے تھے اور کسی بھی حالت میں قتل انسان کے قائل نہ تھے۔ مگر مکہ سے اٹھنے والی یہ آواز عقل اور فطرت سے مطابقت رکھتی تھی اس لیے اس نے ''اہنسا پر مودھرما'' یعنی بدھ سماج کے نظریات کی بھی نفی کر دی جن کو اُن دنوں کافی مقبولیت حاصل تھی جس میں کسی بھی نفس کو قتل کرنے کی نفی کی گئی تھی۔ چنانچہ انسان کی اجتماعی تاریخ کا کوئی بھی انصاف پسند عالم اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ دنیا کے اخلاقی قوانین میں انسانی جان کی حرمت کو قائم کرنے کا فخر جتنا اس آواز کو حاصل ہوا ہے اتنا ''پہاڑی کے وعظ ''یا'' اہنسا پر مودھرما'' کو حاصل نہ ہو سکا۔

اگرچہ اسلام میں اس بات کی انتہائی تاکید کی گئی ہے کہ انسان کا خون بہانا جانوروں کا سا فعل اور پرلے درجے کی قساوت ہے مگر اسلام نے اس کے ساتھ ''**اِلا بالحق**'' کی شرط بھی عائد کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اصول کہ کسی بھی حالت میں انسان کو قتل نہ کرو فطرت کے خلاف ہے کیونکہ اگر ایسا کیا جائے گا تو معاشرہ عدل کی بجائے ظلم کی طرف جھک جائے گا۔ اس لیے کہ اگر قاتل کو کسی معاشرے میں یونہی آزاد چھوڑ دیا جائے گا اور مقتول کے وارثوں کو قصاص نہ دلایا جائے گا تو وہ جب بھی قاتل کو دیکھیں گے تو اُن کا خون کھول اٹھے گا اور وہ اپنے مقتول کے بدلے قاتل کو قتل کرنے کی کوشش کریں گے اور اس طرح یہ سلسلہ چلتا ہی چلا جائے گا کہیں رکنے کا نام نہ لے گا عرب میں تو ایسا ہوتا ہی تھا جس کا تفصیلی تذکرہ گزر چکا ہے خود پنجاب میں جہاں ہم رہتے ہیں میں بہت سے ایسے خاندانوں کو جانتا ہوں کہ جہاں ایک قتل سے شروع ہونے والی دشمنی نے درجنوں نے لوگوں کی جان لی۔ اس سے ثابت ہوا کہ قصاص دراصل رحمت ہے نہ کہ زحمت اس لیے کہ اگر انسان کو علم ہو کہ اس کو

قتل کے بدلے میں قتل کر دیا جائے گا تو وہ اس قبیح فعل کو ادا کرنے سے پہلے سو بار سوچے گا ۔دنیا کو اصلی ضرورت اس بات کی نہ تھی کہ انسان کو قانون کی پکڑ سے آزاد چھوڑ دیا جائے اور اسے کھلی چھٹی دے دی جائے کہ وہ اللہ کی زمین پہ جتنا چاہے فساد پھیلاتا رہے جتنی چاہے بدامنی پھیلائے جس قدر چاہے ظلم وستم کرے ہر حال میں اس کی جان محترم ہی رہے گی تو اس کے نتیجے میں معاشرہ میں امن وسکون قائم ہو جائے گا۔یہ ممکن ہی نہیں بلکہ معاشرے میں حقیقی قیام امن کے لیے ضرورت اس بات کی تھی انسان کو ایسے قوانین کا پیرو بنایا جائے کہ فتنہ وفساد مٹ کے رہ جائے جس کے تحت ہر آدمی کی آزادی کی ایک حد قائم ہو جائے اور کوئی شخص اپنے ارادے سے قانون کی اس حد کو نہ توڑے اس لیے کہ دنیا کا کوئی قانون جو مکافات عمل سے خالی ہو معاشرے میں قیام امن اور انقطاع فساد کا باعث نہیں بن سکتا اور انسان ہی کی برسوں کی تحقیق سے یہ بات بھی سمجھ میں آ چکی ہے کہ انسانوں کے مابین طبعی اور فطری فرق کی وجہ سے یہ ممکن ہی نہیں کہ تمام انسان امن پسند ہوں تمام لوگوں کا رویہ ایک جیسا ہو بلکہ معاملہ تو اس کے برعکس ہے اصل صورت حال یہ ہے کہ انسان اپنی فطرت میں اتنا اطاعت شعار ہے ہی نہیں کہ اس کو جس چیز سے منع کیا جائے وہ اپنی خوشی سے اُس چیز سے رک جائے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو دنیا میں کبھی فساد ہی نہ ہوتا۔

حالانکہ دنیا میں فساد کی بنا تو تبھی پڑ گئی تھی جب خطہ ارض پہ ابھی صرف چند نفوس تھے۔تب حضرت آدمؑ کے بیٹوں میں سے ہابیل نے قابیل کو محض اس حسد کی بنا پہ قتل کر دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کی قربانی کو تو قبول کر لیا تھا مگر میری قربانی رد کر دی تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ انسان اپنی جبلت میں نیکی کے ساتھ بدی اور اطاعت کے ساتھ معصیت لے کے پیدا ہوا تھا۔لہٰذا اس کی سرکش طبیعت کو اطاعت پہ مجبور کرنے کے لیے اس بات کی ضرورت تھی کہ اس کے اندر موجود معصیت کے جذبے کو دبانے کے بعد خیر اور اطاعت کے جذبے کو ابھارنے کا اہتمام کیا جائے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر اتارے اور اُن کے ساتھ قانون وہدایت کی کتابیں اتاریں تا کہ انسان کو زندگی کی راہیں متعین کرنے میں آسانی ہو اور وہ اپنی زندگی کی ترجیحات کو ایسے متعین کرے کہ اس میں خالق کی اطاعت کا

جذبہ غالب ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآنِ حکیم میں زندگی کے ہر پہلو سے انسان کی راہنمائی کا بھرپور اہتمام فرمایا ہے جس کے نتیجے میں انسان کو علم ہوا کہ انسانی خون کی حرمت کس قدر اہم ہے اور اگر اس نے اپنے ہاتھ انسانی خون سے رنگے تو اس کے نتیجے میں اسے ابدی آگ کے حوالے کر دیا جائے گا جو کہ ایک نہایت خوفناک عذاب ہے چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ۔

(القرآن الحکیم)

ترجمہ؛

''جس جان کو اللہ نے حرام کیا ہے اُسے قتل نہ کرو''۔

☯☯☯☯☯☯☯

لَاتُفْسِدُوْا فِیْ الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِھَا ۔۔

(القرآن الحکیم)

ترجمہ؛

''زمین کی اصلاح کے بعد اس میں فساد نہ کرو''۔

☯☯☯☯☯☯☯

اوپر پیش کی گئی آیت سے اس بات کا اظہار ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اگرچہ نفس انسانی کے قتل کو حرام قرار دیا ہے مگر ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے کہ اُس جان کو ہلاک نہ کرو جسے میں نے تم پہ حرام کیا ہے یعنی بعض صورتوں میں اللہ تعالیٰ قتل انسان کو جائز بھی قرار دیتا ہے۔ اصطلاح میں اسے قتل بالحق کہا جائے گا اور قتل بالحق کی اجازت اللہ تعالیٰ نے اس لیے عطا فرمائی کہ افراط و تفریط کی دو راہوں کے درمیان عدل و توسط کی سیدھی راہ کی طرف انسان کی

راہنمائی کی جا سکے۔قرآن چونکہ اُس خالق کی کتاب ہے جس نے انسان کو پیدا کیا تو اس وجہ سے اس میں ایسی کسی غلطی یا چوک کا تصور بھی نہیں جا سکتا جو عام طور پہ انسانی قوانین میں پائی جاتی ہے اور انسان اپنے پہلے بنائے ہوئے قانون کو ختم کر کے اس کی جگہ بہتر قانون لے آتا ہے مگر قرآن اللہ کی طرف سے انسان کو آخری سند یسہ ہے اس لیے ہر قرآنی قانون اُس وقت تک موثر ہے جب تک کہ پہاڑ چلنے نہ لگیں اور زمین کو لپیٹ نہ لیا جائے۔اب ہم اپنے قاری کی توجہ اُن امور کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں جب انسانی خون کا بہانا ناگزیر ہو جاتا ہے اس کے سماجی پہلو بہت سے ہیں مگر مبہم ہیں مگر دینی پہلو پختہ اور راسخ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ انسانی خون کی حرمت صرف اُس وقت تک ہے جب تک کہ وہ ''حق'' پہ قائم ہے اور اُسے جینے کا حق صرف اُس کی جائز حدود کے اندر ہی دیا جا سکتا ہے اور جب وہ اِن جائز حدود سے تجاوز کر کے فتنہ وفساد پھیلانے یا دوسروں کی جان پہ ناحق تصرف کرنا شروع کر دے اور اُن حدود کو نظر انداز کر دے جو خالق نے اس کے لیے مقرر کی تھیں تو اس کا حق حیات خو بخود زائل ہو جائے گا اور اس کے خون کی حرمت زائل ہو کر حلت میں بدل جائے گی۔تب اس شخص کی حیات پورے معاشرے کی موت تصور ہو گی اور اُس شخص کی موت پورے معاشرے کی حیات کے برابر ہو گی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ!

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى۔۔

(القرآن الحکیم)

ترجمہ؛

''تم پر مقتولوں کے لیے قصاص کا حکم لکھ دیا گیا ہے''۔

☯☯☯☯☯☯☯

اس کے بعد اسی حکم تاکید مزید کے طور پہ فرمایا کہ۔

كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ۔۔

(القرآن الحکیم)

ترجمہ؛

''ہم نے اُن کے لیے لکھ دیا کہ ہر جان کے بدلے جان ہے''۔

☯☯☯☯☯☯☯

اس اصول کو بیان کرنے کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ انسانی سماجوں میں عام طور پہ یہ ہوتا چلا آیا تھا کہ اُن کے بیچ اگر کوئی کمزور آدمی کسی جرم کا ارتکاب کرتا تو اسے قانون کے شکنجے میں کس دیا جاتا مگر جب معاشرے کا کوئی اہم فرد اُسی جرم کا ارتکاب کرتا تو اس کے ساتھ نرمی کے ساتھ پیش آیا جاتا اور اُسے اُس رعایت کا مستحق قرار دے دیا جاتا جس کا وہ حق دار نہ ہوتا مگر اسلام چونکہ دین حق ہے اور اُس کی تعلیمات میں مساوات کو بنیادی اہمیت دی گئی ہے اس لیے اُس میں امیر فقیر، غلام آقا، عورت مرد، بادشاہ اور رعایا سب قانون الٰہی کے ایک جیسے پابند ہوں گے۔

اس کے بعد مزید ارشاد فرمایا کہ!

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۔

(القرآن الحکیم)

ترجمہ؛

''اے عقلمندو! قصاص کو اپنے لیے موت مت سمجھو بلکہ یہ تو معاشرے کے لیے عین حیات ہے''۔

☯☯☯☯☯☯☯

یہ آیت انسانی جان کی حرمت کے قوانین سے متعلق ہے اور اس میں بیان کیا گیا ہے کہ قاتل کو قتل کرنے میں اگر چہ بعض لوگوں کے لیے دکھ اور تکلیف کا سامان ہے مگر کسی قاتل کو اگر معاشرے میں آزاد چھوڑ دیا جائے گا تو اس کا حوصلہ بڑھ جائے گا اور وہ سوچے گا اس سے قبل چونکہ وہ بچ نکلا تھا اس لیے شاید اگلی بار بھی بچ جائے چنانچہ یہ عین ممکن ہے کہ وہ کچھ

عرصے بعد پھر کسی کو قتل کر دے اس لیے اُس کو قتل کیا جانا ضروری ہے۔ اگر چہ اس میں اللہ تعالیٰ نے آسانی بھی عطا فرمائی ہے اور دیت کا قانون اتارا تا کہ اگر قاتل مقتول کے وارثوں کے دکھوں کا مداوا بن جائے اور وہ اُن کو راضی کر لے تو مال کے بدلے ایک انسانی جان کو بچایا جا سکتا ہے چونکہ قصاص سے منہ موڑنا معاشرے میں فتنہ کو جنم دے گا اس لیے ارشاد ہوا کہ!

اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ۔

(القرآن الحکیم)

ترجمہ؛

''قتل بری چیز ہے مگر فتنہ اُس سے بڑھ کے ہے''۔

☯☯☯☯☯☯☯

اور قصاص کی اہمیت پہ زور دیتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ!

''انصر اخاك ظالما او مظلوما''۔

ترجمہ؛

''اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم''۔

صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا؟ یا رسول اللہ ﷺ!

مظلوم کی مدد کرنا تو سمجھ میں آتا ہے مگر ظالم کی مدد کس طرح کی جائے؟

آنحضرت محمد ﷺ نے جواب دیا:

اس کے ہاتھ پکڑ لو اور اس کو ظلم کرنے سے روک دو یہی اُس کی مدد ہے۔

☯☯☯☯☯☯☯

چنانچہ اگر انسان خود کو اُس قانون کا عادی بنالے جو اُس پہ خالق کی طرف سے اتارا گیا تھا تو خدا کی مخلوق کو حقیقی امن وسکون حاصل ہو جائے اور یہ دنیا رہنے کے قابل بن جائے چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے حدود کو قائم کرنے پہ زور دیتے ہوئے کہا کہ:

''اقامۃ حد من حدود اللہ خیر من مطر اربعین لیلۃ فی بلا اللہ عزوجل ''۔

ترجمہ؛

''اللہ کی مقرر کی ہوئی حدوں میں سے کسی ایک کو قائم کرنے کی برکت چالیس راتوں کی بارش سے بڑھ کر ہے''۔

☯☯☯☯☯☯☯

اس بحث سے جہاں انسانی خون کی حرمت بہ احسن طریقے سے واضح ہوگئی وہیں اُن دونقطہ ہائے نظر کی تردید کی بھی ہوگئی جو اپنی فطرت میں انتہا پسندی سمیٹے ہوئے تھے اُن میں ایک گروہ تو وہ ہے جو اُس حد سے تجاوز کرنے والا ہے جو اُس کے خالق نے مقرر کی ہے وہ انسانی جان کی حرمت کا انکار کرتا ہے اور اپنی خواہشاہت نفس پہ اس کو قربان کر دیتا ہے ۔دوسری طرف انسانوں کے ایک گروہ ایک دوسری انتہا پہ کھڑا ہے جو انسانی جان کی حرمت کو ابدی قرار دیتا ہے اور اُس کو کسی صورت مباح یا جائز قرار دینے کے لیے تیار نہیں ۔یہ ایک قدیمی سوچ ہے جس کی بنا پہ آج کی جدید سوسائٹی کے بعض ممالک نے اپنے ملک سے سزائے موت کو ختم کر دیا ہے۔اگر چہ اب وہ اس کے گھناؤنے انجام کو بھگت رہے ہیں اور کئی ممالک تو اپنے قانون میں تبدیلی کرتے ہوئے پھر سے قانون قصاص کی طرف لوٹ آئے ہیں۔

اسلامی شریعت نے اِن دونوں غلط خیالوں کی تردید کرتے ہوئے اس مسئلہ کا وہ ابدی اور

حقیقی حل انسان کے سامنے پیش کیا ہے جس کو ہم نے ابھی اوپر بیان کیا ہے۔ دین اسلام کہتا ہے کہ نفس انسانی کی حرمت نہ تو اس طرح ابدی ہے جس طرح کہ کئی دوسری حدیں اتاریں گئیں جیسے کہ ماں بہن سے نکاح ہے یا بیت اللہ کی حرمت ہے یہ ابدی حرمتیں ہیں جنھیں قیامت تک قائم رہنا ہے اور ساتھ ہی اسلام یہ بھی بتاتا ہے کہ قتل انسان اگرچہ ایک گھناؤنا فعل ہے مگر بعض حالات میں یہ ناگزیر ہو جاتا ہے اور اُس کو قتل بالحق سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ قرآن کہتا ہے کہ حق انسانی جان سے بڑھ کے ہے اور جب حق انسان سے خون کا مطالبہ کرے تو اس کا بہانا نہ صرف جائز بلکہ فرض ہو جاتا ہے اور اس کو نہ بہانا فتنہ پیدا کرنے کی وجہ بنے گا جو قتل سے بھی بڑھ کے ہے اس لیے حق کے مطالبے پہ خون بہانا ضروری ہو جاتا ہے اور اسی کو قصاص کہتے ہیں۔ قصاص کی دو صورتیں ہیں ایک انفرادی اور ایک اجتماعی ۔قصاص کی انفرادی صورت تو ظاہر ہے کہ ایک شخص کے بدلے میں اُس کے قاتل کو قتل کر کے حاصل کر لی جائے گی مگر اجتماعی قصاص کی صورت بہت خوفناک ہے اس لیے کہ معاشرہ ایک فرد کے شر سے تو آسانی کے ساتھ نمٹ لے گا اور گز بھر زمین سرخ کر کے معاشرے کو اس آزار سے نجات دلائی جا سکتی ہے مگر اجتماعی قصاص میں جنگ کے سوا کوئی اور صورت ممکن ہی نہیں اس لیے اس میں بہت زیادہ خون بہنا لازمی امر ہے مگر اسلام اس بہت زیادہ بہتے خون کی پرواہ نہیں کرتا اُس کی منشا یہ ہے کہ فتنہ مٹ جائے فساد مغلوب ہو جائے چاہے اس کے لیے کتنا ہی خون قربان کیوں نہ کرنا پڑے۔

اور فتنے کی دو صورتیں ہیں کہ جس طرح معاشرے کے بعض افراد سرکش ہوتے ہیں اسی طرح بعض قومیں بھی سرکش ہوتی ہیں جس طرح افراد حرص و طمع سے مغلوب ہو کر اپنی حد سے تجاوز کر جاتے اور اُن حدود کو نظر انداز کر دیتے ہیں جو خالق نے اُن کے لیے مقرر کی ہیں اسی طرح بعض اوقات پوری کی پوری قومیں شرکسی اور فساد پہ اتر آتی ہیں تب دنیا کے دوسرے لوگوں کو اُس قوم کی سرکشی سے خود کو محفوظ رکھنے کے لیے جنگ کرنا پڑتی ہے اور تب یہ ایک ناگزیر عمل ہوتا ہے جس سے گریز اس مصیبت سے کبھی نجات نہیں دے سکتا بلکہ اُس کے سامنے سینہ سپر ہونے سے شاید اسے نجات مل جائے۔ گزشتہ صدی میں اس کی ایک عمدہ مثال

موجود ہے جب جرمنی نے محض اپنی نسلی برتری کو لے کر تمام دنیا کے لوگوں کو للکارا تو دنیا نے اُس کے دعوی کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور اس فتنے کے سامنے سینہ تان کے کھڑی ہو گئی دنیا کے بہت سے ممالک نے مل کر اس فتنے کا سامنا کیا اگر چہ اُن کو دو کروڑ انسانوں کا خون بہانے کے بعد اس فتنے سے نجات ملی مگر انھوں نے نازی ازم کو اس طرح سے ڈبو یا کہ اُس کے بعد اہل جرمن نے کبھی خود کو دوسروں سے برتر ظاہر کرنے کی کوشش نہیں کہ اور اب جرمنی یورپ کا ایک عام سا ملک ہے جس کا نظام عالم میں برائے نام بھی کوئی دخل نہیں ہے اور وہ ایک بھولی بھسری قوم کی طرح ہے جس کا نام لوگ محبت کی بجائے نفرت سے لیتے ہیں ۔بیان کیا گیا ہے کہ جماعتوں کا فتنہ اور قوموں کی بغاوت دنیا کو حد سے بڑھی ہوئی مصیبت میں مبتلا کر دیتی ہے اِن میں طرح طرح کی شیطانی قوتیں شامل ہو جاتی ہیں بعض اُن میں دولت کے لالچی ہوتے ہیں وہ دوسرے لوگوں کے حق پہ ڈاکہ ڈالتے ہیں اُن میں بعض لوگ ہوائے نفس کا شکار ہوتے ہیں وہ اپنے ہی جیسے انسانوں کے خدا بن بیٹھتے ہیں وہ لوگوں کے حقوق کو پس پشت ڈال دیتے ہیں کمزوروں کا مال غصب کر جاتے ہیں عدل وانصاف کو مٹا کے ظلم و جفا کے علم کو بلند کرتے ہیں وہ اپنی قوم کے لوگوں کے اشراف کو دبا کر اشرار اور کمینوں کو سر بلند کر دیتے ہیں۔

چنانچہ ایسے ناپاک فتنوں کے نتیجے میں قوموں کے اخلاق تباہ ہو جاتے ہیں محاسن وفضائل کے چشمے سوکھ جاتے ہیں وہ لوگوں کا بے دریغ خون بہاتے ہیں اور بہاتے ہی چلے جاتے ہیں وہ اللہ کی زمین پہ فساد پھیلاتے ہیں اور اُس وقت تک باز نہیں آتے جب تک طاقت کی زبان میں اِن سے بات نہ کی جائے۔اُن میں سے بعض لوگ بندگان خدا کو خدا کی عبادت سے روک دیتے ہیں اور دوسروں پر اس وجہ سے ظلم کے پہاڑ توڑتے ہیں کہ وہ اِن کے مذہب کی بجائے اپنے مذہب کی پیروی کیوں کرتے ہیں اور تب یہ فتنہ اور بھی شدید تر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ یہ ایسی صورت حال ہے کہ جب خونریزی نہ صرف ناگزیر ہو جاتی ہے اور ایسی حالت میں جنگ جائز ہی نہیں بلکہ فرض ہو جاتی ہے۔

چنانچہ اس وقت انسانیت کی سب سے بڑی خدمت یہ ہوتی ہے کہ زمین کو اُن ظالموں کے

خون سے سرخ کر دیا جائے اور اُن فتنہ پردازوں کے شر سے اللہ کے مظلوم اور بے بس بندوں کو اس فتنے سے نجات دلائی جائے۔ دراصل اس طرح کا فتنہ بپا کرنے والے لوگ انسان نہیں ہوتے بلکہ محض اُن کی شکل انسانوں جیسی ہوتی ہے وہ انسان کے لبادے میں پورے شیطان ہوتے ہیں اور کسی ہمدردی کے مستحق نہیں ہوتے بلکہ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ اقوام عالم کے جسم پہ اُس فاسد اور زہریلے زخم کی طرح ہوتے ہیں جس میں زہر بھر گیا ہو جس کو تلف نہ کرنے سے خدشہ ہے کہ تمام انسانیت ہی ہلاک نہ ہو جائے اس لیے عقل و مصلحت کا تقاضا یہی ہوتا ہے کہ اُس فاسد مادے یا زخمی عضو کو کاٹ کر پرے پھینک دیا جائے ۔چنانچہ جب مسلمان لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچانے کے لیے نکلتا ہے یا سرکش اور اللہ کے باغی لوگوں اور نظاموں سے نجات دلانے کے لیے طاقت کا استعمال کرتا ہے تو اس جنگ کو اصطلاح میں جہاد کہا جائے گا جنگ کی اسی مصلحت اور ضرورت کو خدائے علیم وخبیر نے قرآن حکیم میں جا بجا بیان کیا ہے،۔

چنانچہ ارشاد ہوا کہ!

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ

القرآن الحکیم (سورۃ انعام حج 40/22)

ترجمہ؛

''اگر خدا لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے سے دفع نہ کرتا تو صومعے اور گرجے اور معبد اور مسجدیں جن میں کثرت سے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے مسمار کر دیئے جاتے''۔

☯☯☯☯☯☯☯

مزید ارشاد ہوتا ہے کہ ؛

وَلَوْ دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ

ذُوْفِضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ O

القرآن الحکیم (سورۃالبقرۃ 251/2)

ترجمہ؛

''اگراللہ لوگوں کوایک دوسرے کے ذریعے دفعہ نہ کرتا توزمین فساد سے بھر جاتی مگر دنیاوالوں پہ اللہ کا بڑا فضل ہے(کہ وہ دفعہ فساد کا یہ انتظام کرتا رہتا ہے)''۔

☯☯☯☯☯☯☯

آگے بیان ہوتا ہے کہ:

كُلَّمَآ اَوْقَدُوْ نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاهَا اللّٰهُ وَيَسْعُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ O

القرآن الحکیم (سورۃ المائدہ 64/5)

ترجمہ؛

''یہ لوگ جب کبھی جنگ وخونریزی کی آگ بھڑکاتے ہیں تو اللہ اس کو بجھا دیتا ہے یہ لوگ زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر اللہ مفسدوں کو پسند نہیں کرتا''۔

☯☯☯☯☯☯☯

اور خاص مسلمانوں کو جنھیں اہل قریش نے مکہ میں گھیر رکھا تھا جب جنگ کی جازت دی گئی تو سب سے پہلے یہ آیات اتاری گئیں۔

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْامِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِحَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ O

القرآن الحکیم (سورۃ الحج 30/22)

ترجمہ؛

''جن لوگوں سے جنگ کی جارہی ہے انھیں لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ اُن پہ ظلم ہوا ہے، اور اللہ ان کی مدد پہ یقیناً قادر ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے بے قصور نکالے گئے ہیں ان کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب ایک ہے ''۔

☯☯☯☯☯☯☯

مزید ارشاد ہوتا ہے کہ ؛

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا O

القرآن الحکیم (سورۃ النساء 4/ 75)

ترجمہ؛

''تمھیں کیا ہوگیا ہے کہ اللہ کی راہ میں اُن کمزور مردوں عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو کہتے ہیں کہ اے خدا! ہمیں اس بستی سے نکال جہاں کے لوگ بڑے ظالم اور جفا کار ہیں اور ہمارے لیے خاص اپنی طرف سے ایک محافظ و مددگار مقرر فرما''۔

☯☯☯☯☯☯☯

چنانچہ ہر وہ معرکہ جو ظالموں اور مفسدوں کے مقابلے میں کمزوروں اور بے بسوں کی مدد اور مظلوموں کی اعانت کے لیے لڑا جائے اسے اللہ نے خاص راہ خدا کی جنگ قرار دیا ہے۔ جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ یہ جنگ اصل میں اُن بندوں کے لیے نہیں جنھیں گھیر لیا گیا ہے بلکہ خاص خدا کے لیے ہے اور اُس جنگ کو اُس وقت تک جاری رکھنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک خدا کے بے گناہ بندوں پہ نفسانی اغراض کے لیے دست درازی اور جبر وظلم کے سلسلہ بند نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کی منشا یہ ہے کہ حق پہ مبنی کسی بھی معرکے سے پیچھے

ہٹ جانے کے خوفناک نتائج نکل سکتے ہیں۔

چنانچہ قرآن حکیم میں مزید ارشاد ہوتا ہے کہ!

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا O

القراٰن الحکیم (سورۃ النساء 4/ 76)

ترجمہ؛

''جو لوگ ایمان لائے وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں اور جو کافر اور نافرمان ہیں وہ ظلم و سرکشی کی خاطر لڑتے ہیں پس شیطان کے دوستوں سے لڑو کہ شیطان کی جنگ کا پہلو کمزور ہے''۔

☯☯☯☯☯☯☯

یہ وہ قولِ فیصل ہے جس میں حق اور باطل کے درمیان پوری حد بندی کر دی گئی ہے کہ جو لوگ ظلم و سرکشی کی راہ میں جنگ کریں وہ شیطان کے دوست ہیں اور جو لوگ ظلم کو مٹانے کے لیے جنگ کریں وہ راہ خدا کے مجاہد ہیں اور یہی وہ جنگ ہے جس کو ہم جہاد کہتے ہیں اور جس کی فضیلت میں قرآن حکیم میں بہت سی آیات اتریں افادۂ عام کے لیے کچھ آیات پیش کی جاتی ہیں۔

ارشادِ باریٔ تعالیٰ ہے کہ!

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ھَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰی تِجَارَۃٍ تُنْجِیْکُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ O تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَ

مْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَO

القرآن الحکیم (سورۃ الصف 10-11/61)

ترجمہ؛

''اے ایمان والو! کیا تمھیں میں ایسی تجارت بتاؤں جو تمھیں دردناک عذاب سے بچالے؟ اور وہ تجارت یہ ہے کہ تم اللہ اور اُس کے رسول پہ ایمان لاؤ اور اس کی راہ میں اپنی جان و مال سے جہاد کرو اور یہ تمہارے لیے بہترین کام ہے اگر تم جانو تو۔ ''

☯☯☯☯☯☯☯

آگے ارشاد ہوتا ہے کہ ؛

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۔۔

القرآن الحکیم (سورۃ الصف 4/61)

ترجمہ؛

اللہ اُن لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح صف باندھے ہوئے لڑتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں۔

☯☯☯☯☯☯☯

مزید رشاد ہوتا ہے کہ ؛

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَO اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَاللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآ

يُزُوْنَ ۝

القراٰن الحکیم (سورۃ توبہ 19-20/9)

ترجمہ؛

''کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کے آباد کرنے کو اِن لوگوں کے کام کے برابر ٹھہرالیا ہے جو اللہ اور یوم آخر پہ ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں لڑے؟ اللہ کے نزدیک یہ دونوں ہرگز برابر نہیں ہیں اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا جو لوگ ایمان لائے جنھوں نے حق کی خاطر گھر بار چھوڑا اور اللہ کی راہ میں جان و مال سے لڑے اِن کا درجہ اللہ کے نزدیک زیادہ بڑھا ہوا ہے اور یہی لوگ ہیں جو حقیقت میں کامیاب ہوئے ہیں''۔

☯☯☯☯☯☯☯

آگے فرمایا جاتا ہے کہ ؛

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

القراٰن الحکیم (سورۃ توبہ 24/9)

ترجمہ؛

''اِن سے کہہ دو! اگر تمھیں اپنے باپ، بیٹے، بھائی، بیویاں، رشتہ دار اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا پڑ جانے کا تمھیں ڈر لگا ہوا ہے اور وہ گھر بار جنھیں تم پسند کرتے ہو اللہ اور اُس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہیں تو گھر بیٹھے انتظار کرتے رہو یہاں تک کہ خدا اپنا کام پورا کردے یقین رکھو اللہ فاسقوں کو کبھی ہدایت نہیں بخشتا۔''

☯☯☯☯☯☯☯

جہاد کو قوموں کی زندگی میں کیا مقام حاصل ہے اور نظام تمدن کو درست رکھنے کے لیے اس کی کس قدر ضرورت ہے یہ ایسے سوالات ہیں جن کا جواب بالکل واضح ہے کہ بعض لوگ یا بعض قومیں صرف طاقت کی زبان میں بات کرتی ہیں اور طاقت کی زبان ہی سمجھتی ہیں اس لیے اس ذہنیت کو انسانی شرف کا واسطہ دینا یا اُن کے اعمال کو انسانیت کے نام پہ بدنما داغ قرار دینے سے یہ مسئلہ حل ہونے والا نہیں ہے تو آخر اس کا کیا حل ہے اس کا واحد حل یہ ہے کہ ایسے لوگوں یا ایسی اقوام کو جو زبان سمجھ میں آتی ہے اُن سے اسی زبان میں بات کی جائے اور اس کے لیے طاقت کا حصول بہت ضروری ہے کہ وہ صرف طاقت کی زبان کے قائل ہیں دلائل اُن کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے چنانچہ اگر دنیا میں کوئی ایسی قوت ہر دم موجود ہو جو بدی کے خلاف پیہم جہاد کرتی رہے اور تمام سرکش قوتوں کو اپنی اپنی حدود کی پابندی پہ مجبور کرے تو نظام تمدن میں یہ بے اعتدالی ہرگز نظر نہ آئے گی جس کی علامتیں آج دنیا کے چپے چپے پہ نظر آ رہی ہیں کہ امریکہ افغانستان پہ محض اس لیے حملہ کر دیتا ہے کہ اُس کو شک ہے کہ ریاست کا ایک مہمان فرد اُس کا مجرم ہے۔ دنیا اُس سے ثبوت طلب کرتی ہے مگر وہ ثبوت پیش کرنے کے بجائے آتش و آہن کی بارش شروع کر دیتا ہے اور اُس ایک شخص کے بدلے چار لاکھ سے زائد افغانوں کو ہلاک کر دیتا ہے۔

جب میں یہ صفحات تحریر کر رہا ہوں تو وہ یہ جنگ لڑتے لڑتے ہانپ چکا ہے اور وہ طالبان جن کو ختم کرنے کا عزم لے کر امریکہ افغانستان میں اترا تھا آج وہ انھیں طالبان کی منتیں کر رہا ہے کہ میں تمھیں ختم نہیں کر سکا اس لیے خدا کے واسطے مجھ سے مذاکرات تو کرو تا کہ مجھے عزت سے واپسی کا راستہ مل جائے مگر طالبان نے اس سے انکار کیا ہے جس سے اس بات کا غالب امکان پیدا ہو گیا ہے کہ اسے بھی بلآخر روس کی طرح یہ سرزمین بے عزت ہو کے ہی چھوڑنی پڑے گی اور کچھ بعید نہیں انسانیت کو جس طرح پہلی افغان جنگ کے بعد کمیونزم کے عفریت سے نجات ملی تھی اسی طرح اُس کی دوسری فتح پہ سرمایہ داری نظام بھی اپنی موت

آپ مرجائے اور جس طرح روس بکھرا تھا اسی طرح امریکہ بھی بکھر کے رہ جائے یاد رہے کہ کچھ مخصوص ذہنیت کے لوگ اسے محض مذہب پسندوں کا خواب قرار دیتے آئے ہیں مگر اب تو اُن کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں کہ ماضی قریب سے اُن کے پاس مثال موجود ہے کہ افغانستان سے روس کا آخری فوجی نکلنے سے پہلے یہی لوگ جو ہمیں میں سے ہیں روس کو چھوٹا موٹا خدا قرار دیتے تھے مگر اُن کے اس باطل معبود کی جس طرح مٹی پلید ہوئی ہے وہ اسے یاد کریں اور اپنے نظریات سے رجوع کریں اسی میں اِن کی بھلائی ہے۔

حقیقت یہی ہے کہ کتاب الٰہی کا ہر حکم تا ابد جاری رہنے والا ہے ذرا غور سے پہلے روس کی مہیب قوت کو دیکھئے اور اس جنگ کے نتائج دیکھیں تو آپ جانیں گے کہ چونکہ افغان قوم نے عزت کی موت کو ذلت کی زندگی پہ ترجیح دی اور جہاد کا رستہ اختیار کیا تو اس کے وہی نتائج سامنے آئے جو بدر و حنین اور احد میں سامنے آئے تھے۔ کچھ لوگ کہہ سکتے ہیں کہ تب افغان جنگ اصل میں امریکہ نے لڑی تھی اس لیے روس کو شکست ہوئی اُن لوگوں سے میرا بالکل سادہ سا سوال ہے کہ اب امریکہ کے خلاف افغان جنگ کون لڑ رہا ہے کیا وہ یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ چونکہ پہلے افغان جنگ امریکی اسلحہ کے زور لڑی گئی تھی اور روس کو شکست ہوگئی اور یہ جنگ روسی اسلحے سے لڑی جا رہی ہے اس لیے امریکہ دبے پاؤں شکست کی طرف بڑھ رہا ہے حقیقت تو یہ ہے کہ روس اس قابل ہی نہیں کہ وہ کسی کی مدد کر سکے میرے نزدیک یہ وہی صبر و صلواۃ کا میٹھا پھل ہے جو پہلے بھی افغانوں کو حاصل ہوا اور عنقریب شاید جب آپ یہ صفحات پڑھ رہے ہوں گے تو انشاء اللہ دوسری سپر پاور بھی افغانستان سے بے عزت ہو کے رخصت ہو چکی ہوگی۔

یہی جہاد ہے جس کی بے پناہ فضیلت بیان کی گئی ہے قرآن سے ہم کچھ آیات پیش کر چکے ہیں نبی اکرم ﷺ کے حوالے جہاد کی جو فضیلت بیان کی گئی ہے اُن کا کچھ تذکرہ یہاں مقصود ہے۔ کہ اللہ کی راہ میں جہاد کو اتنا بلند درجہ عطا کیا گیا ہے کہ صرف یہی وہ عبادت ہے جس میں ایک رات کا جاگنا ہزار راتیں جاگ کے عبادت کرنے سے بہتر ہے اور بیان کیا گیا کہ مجاہد کا میدان جنگ میں جم کر کھڑے ہونا گھر بیٹھ کر ساٹھ سال عبادت کرنے سے افضل ہے

اور جہاد کی راتوں میں جاگنے والی آنکھوں پر جہنم کی آگ حرام کر دی گئی ہے اور میدان جنگ میں خاک آلود ہونے والے پاؤں سے وعدہ کیا گیا کہ اُن کو کبھی بھی آگ کی طرف نہ گھسیٹا جائے گا اور یہ کہ جنت تو تلواروں میں سائے میں ہے۔ چنانچہ وہ جو لوگ جنگ میں شامل ہونے سے گریز کرتے ہیں انھیں برے عذاب کی خبر دی گئی ہے اور جہاد کے عوض اللہ کے ہاں خوشنودی اور اس کی رضا کا وعدہ کیا گیا ہے اور ساتھ ہی یہ بات بھی واضح کر دی گئی ہے کہ جہاد تو قیامت تک قائم رہنے والا ہے جہاد ارکان اسلام میں سے ایک ایسا رکن ہے کہ مختلف زمانوں میں خود مسلمانوں کے اندر سے اس کے خلاف آوازیں اٹھتی رہی ہیں دراصل یہ اُس غلامانہ ذہنیت کا شاخسانہ تھیں جس میں مسلمان گزشتہ کچھ صدیوں سے مبتلا رہے ہیں۔

تاہم یاد رہے کہ یہ امت کا بہت قلیل عنصر ہے جس نے تاویل ودلیل سے جہاد کے بارے میں کچھ ایسے مسائل اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے جن کی کوئی حقیقت نہیں وہ لوگوں کو براہ راست تو جہاد سے نہیں روک سکتے تاہم انھوں نے کچھ ایسی تاویلیں ضرور کی ہیں جس سے جہاد کا رستہ رک جاتا ہے مگر خوش کن امر یہ ہے کہ مسلمانوں نے اِن کی بات اور دلائل کو کسی توجہ کے لائق نہیں جانا اور اسباب ووسائل کی کمی کے باوجود آج تک مسلمانوں میں طاقت کے پہاڑوں سے ٹکرانے کا عزم موجود ہے یہی وجہ ہے کہ کشمیر سے چیچنیا تک افغانستان سے لے کر عراق تک، الجزائر سے لے کر بوسنیا تک اور شیشان سے لے کر فلسطین تک لوگ ہتھیار اٹھائے ہوئے اللہ کی راہ میں لڑ رہے ہیں اور اُن کے نزدیک اللہ کی خوشنودی کا حصول غلامی زدہ علماء کی تاویل سے زیادہ اہم ہے اس لیے جہاد جاری ہے اور انشاء اللہ جاری رہنے والا ہے۔ عہد نبوی میں پہلے تو مسلمانوں کو جہاد کی اجازت ہی نہ تھی بلکہ اُن کے لیے حکم تھا کہ وہ صبر وصلواۃ سے اللہ کی رضا طلب کریں۔ چنانچہ اللہ کے رسول محمد ﷺ سمیت بہت سے مسلمان اہل مکہ کے دست ستم کا نشانہ بنے رہے اور اُن کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ لکڑی اور پتھر سے تراشے ہوئے اندھے بہرے خداؤں کی پوجا کرنے سے انکاری ہو گئے تھے وہ اللہ کی واحدنیت پہ ایمان لے آئے تھے اور اس پہ نہایت مطمئن تھے اور اُن کا یہی

اطمینان کفارِ قریش کو اُن پہ ظلم کرنے پہ اکساتا تھا پھر جب اُن کا ظلم و جبر ایک حد سے بڑھا تو اللہ کے حکم سے آنحضرت محمد ﷺ مکہ سے مدینے کو ہجرت کر گئے اس کے بعد بھی باطل کے اُن پجاریوں کو چین نہ آیا اور انھوں نے مدینہ کے عبداللہ بن ابی سلول منافق اور مدینہ کے یہودی قبائل کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا جال بننا شروع کر دیا۔ وہ اُس چراغ کو بجھا دینا چاہتے تھے جو سرکائنات روشنی بکھیرنے کا ذمہ دار تھا وہ اُن لوگوں کے خون کے پیاسے ہو چکے تھے جو شمع توحید کے پروانے بن گئے تھے، وہ انسانیت پہ چھائی تاریک رات کے بطن سے ابھرنے والے سورج کو روکنے کی کوشش کر رہے تھے اور ظاہر ہے کہ اس طرح کی کوششیں کبھی کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتیں اس لیے اُن کے اس جرم کی پاداش میں ذلت اور عبرت ناک شکست اُن کا مقدر بنا دی گئی وہ اپنی وحشت اور قبائلی عصبیت میں اس قدر اندھے ہو چکے تھے کہ انھوں نے اسلام اور نبی اکرم ﷺ سے دشمنی کو اپنی زندگی کا شعار بنا لیا تھا۔

دوسری طرف ہجرت سے تھوڑا ہی عرصہ قبل اللہ تعالیٰ نے آنحضرت محمد ﷺ کو جہاد کی اجازت عطا فرما دی تھی۔ چنانچہ مدینہ پہنچتے ہی نبی اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب کو جہاد کی تربیت اور ترغیب دینا شروع کر دی تھی اور جلد ہی مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے لشکر مدینہ سے نکلنے لگے تاکہ وہ اپنی اس چھوٹی سی ریاست کی حفاظت کر سکیں جہاں وہ اطمینان سے اپنے اللہ کی عبادت کر سکتے تھے اور اپنے رسول کی محبت سے بڑھ کر اُن کے لیے کوئی بھی چیز اہم نہ تھی۔ چنانچہ جلد ہی آنحضرت محمد ﷺ کا ایک ایک صحابی عزم و استقامت کے پہاڑوں کی صورت ہو گیا تھا اور آخر انھوں نے مشرکین عرب کی فرعونیت کو فیصلہ کن شکست سے دوچار کیا۔

یاد رہے کہ کفارِ قریش کے رسول اللہ ﷺ کے خلاف میدان میں اترنے کے اہداف پست اور مقاصد غلیظ تھے جب کہ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کی اس طاغوت کے خلاف یہ جنگ محض شہر مدینہ کا دفاع نہ تھا بلکہ اُن کے نزدیک تو یہ معرکے کل عالم کے انسانوں کی بھلائی اور فلاح کے معرکے تھے اس لیے کہ اگر اسلام سربلند رہتا تو اسی صورت ممکن تھا کہ آنحضرت محمد

ﷺ اپنی آواز اور اپنے لازوال پیغام کو دور تک انسانوں میں منتقل کر سکیں تا کہ لوگ اپنی فلاح کی طرف گامزن ہو سکیں اور اس لیے بھی کہ دین اسلام کی جملہ سعادتیں بے کراں رفعتیں اور لازوال پیغام صرف عربوں کے لیے تو نہ تھا نبی اکرم ﷺ کی مخاطب تو جملہ آدمؑ کی اولاد تھی۔ اس لیے جلد ہی اہل قریش کی فرعونیت اور سرکشی کو اللہ نے خاک وخون کی ذلت میں بدل دیا اور اسلام کے قافلے نبی اکرم ﷺ کا ابدی پیغام فلاح لے کر دنیا بھر کے گمراہوں کی طرف نکلے اور یہ انھی کی جہد وسعی تھی کہ آج دنیا کا ہر چوتھا شخص مسلمان ہے اور ہدایت ابدی سے سرفراز ہے۔ یاد رہے کہ قہر و بے سروسانی کی اُن راتوں میں جب نبی اکرم ﷺ کے ساتھیوں نے ریاست مدینہ کی حفاظت کی تو دراصل انھوں نے آنے والی نسلوں کے اوپر وہ احسان کیا جس کا انکار ممکن نہیں۔ اس لیے کہ اُن شدید حالات میں جب سارا عرب بیس مربع میل کی چھوٹی اور کمزور سی اسلامی ریاست پر چڑھ آیا تھا تو یہ رسول اللہ ﷺ کی تربیت اور صحابہ کا عزم ہی تھا کہ وہ حالات کے خلاف ڈٹ گئے اور سرخرو ٹھہرے۔ اور اُن کی سرخروئی کا ثمر یہ ہے کہ آج دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں اللہ اکبر کی صدا سنائی نہ دیتی ہو۔ اللہ ہم کو بھی اپنی نگاہ کرم سے نوازے اور ہمیں ہدایت عطا فرمائے! آمین

1 ہجری - 623ء ، 622ء

کتاب المغازی

بے بسی اور مصائب کا وقت آخر گزر گیا اور اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو ہجرت سے چند ماہ قبل ہی جہاد کی اجازت عطا فرما دی تھی۔ صحابہ مدینہ پہنچ کے قدرے آسانی میں تھے اُن کی زندگیاں اب بدل چکی تھیں وہ اہل کفر سے ٹکرا جانے کے لیے بے چین تھے۔ اُن کے بدنوں میں جیسے بجلیاں سی بھر گئی ہوں اُن کے دلوں میں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا شوق جاگ چکا تھا۔ وہ اپنے رسول ﷺ کی خاطر زخم کھانے کو بے چین تھے وہ اِک نئے رومانس کے متمنی تھے خون بہانا اگر چہ اُن کے لیے اجنبی نہ تھا مگر جب سے اُن کے دلوں میں اسلام کی روشنی سے اجالے ہوئے تھے اب وہ پست مقاصد کے تحت خون بہانے کو جائز نہ سمجھتے تھے مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ دشمن کے اردے نیک نہیں ہیں اور وہ دشمن کو اُس کے بد ارادوں کی سزا دینا چاہتے تھے۔ چنانچہ مسلمانوں اور کفار میں جنگوں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ اگر چہ اِن معرکوں میں بہنے والا خون بہت قلیل اور اُن اعلیٰ مقاصد کے مقابل بہت حقیر تھا جو جنگوں کے اس سلسلے سے حاصل ہوئے۔

اِن معرکوں کے بعد جب عربوں کے شریر لوگ واصل جہنم ہو گئے ۔شیطان کے بہت سے پجاری خاک وخون میں نہلا دیئے گئے تو اس کے نتیجے میں سارا عرب رفتہ رفتہ اسلام کی روشنی سے مہکنے لگا اور وہ عرب جو چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں منقسم تھے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے رہتے تھے اب رفتہ رفتہ اسلام کی اُس لڑی میں پروئے جانے لگے جو ایک وحدت تھی ۔چنانچہ اسلام نے سینکڑوں قبیلوں کو یک جان کر دیا اور اُن میں قانون کی بالا دستی قائم کی۔اُن کے مابین مساوات قائم کی اور عدل وانصاف کا بے نظیر نظام عطا کیا ۔یہاں تک کہ شاہ وگدا کے سارے امتیاز مٹ کے گئے اور نبی اکرم ﷺ نے جو سب سے بڑا احسان عربوں پہ کیا وہ یہ تھا کہ بندوں کا ٹوٹا ہوا رشتہ ان کے خالق و مالک سے جوڑ دیا۔علامہ برہان الدین حلبیؒ نے سیرت حلبیہ میں لکھا کہ نبی اکرم ﷺ نے جن جنگوں میں خود شرکت کی اُن کی تعداد ستائیس ہے یہاں انھیں زمانی ترتیب کے حوالے سے تحریر کیا جا رہا ہے۔

غزوہ بواط، غزوہ عشیرہ، غزوہ سفوان ، غزوہ بدر ، غزوہ بنی سلیم ، غزوہ بنی قینقاع ، غزوہ سویق غزوہ قریرۃ الکدر، غزوہ غطفان ، غزوہ نجران ، غزوہ احد ، غزوہ حمرا الاسد ، غزوہ بنی نضیر غزوہ ذات الرقاع ، غزوہ بدر الآخر ، غزوہ دومۃ الجندل ، غزوہ بنی مصطلق ، غزوہ خندق غزوہ بنی قریظہ ، غزوہ بنی لحیان ، غزوہ حدیبیہ ، غزوہ ذی قرد ، غزوہ حنین ، غزوہ وادئ القریٰ غزوہ عمرۃ القضاء ، غزوہ فتح مکہ ، غزوہ حنین وطائف ، غزوہ تبوک ۔
تاہم اِن غزوات میں سے اکثر میں قتال نہ ہوا تھا۔کبھی دشمن بھاگ گیا تو کبھی دشمن مسلمانوں کے خوف سے میدان جنگ میں ہی نہ اترا تو کبھی مختلف قبائل نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی اور معاہدہ کر لیا کبھی وہ ستو گرا کے بھاگ گئے تو کبھی مدینہ کے یہودی قبائل نے قتال کے بدلے جلا وطنی قبول کر لی اور دیگر بہت سی وجوہات تھیں جن کی بنا پہ اِن غزوات میں قتال نہ ہوا اور جن غزوات میں قتال ہوا اُن کی تعداد نو ہے۔

اِن میں غزوہ بدر ، غزوہ احد ، غزوہ بنی مصطلق ، غزوہ خندق ، غزوہ بنی

قریظہ،غزوہ خیبر،غزوہ فتح مکہ،غزوہ طائف وحنین شامل ہیں۔

مورخین کے بیچ اس بارے میں اشکال ہے کہ مکہ طاقت سے فتح ہوا تھا یا صلح سے اوراسی وجہ سے بعض علماء نے غزوہ فتح مکہ کواُن غزوات میں شامل نہیں کیا جن میں خونریزی ہوئی تھی۔امام نووی کا خیال ہے کہ مکہ صلح سے فتح ہوا تھا۔امام شافعیؒ اوراُن کے ماننے والوں کا بھی یہی خیال ہے۔ تاہم بعض دوسرے مورخین کا خیال ہے کہ مکہ کا زیریں حصہ تو جنگ کے ذریعہ فتح ہوا کیونکہ یہاں تو حضرت خالد بن ولیدؓ نے مشرکوں کے ساتھ مقابلہ کیا تھا۔تاہم مختلف روایتوں کے مطالعے سے جو بات ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ مکہ طاقت ہی کے ذریعے فتح ہوا تھا۔یہ الگ بات ہے کہ اہل مکہ میں مسلمانوں کے لشکر کا سامنا کرنے کی ہمت نہ تھی۔غزوات کے مطالعے سے یہ بات بھی واضح ہوئی ہے کہ اگرچہ ہرغزوہ میں مسلمانوں کی کمان نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ میں ہی تھی مگرعملی طور پہ آپ ﷺ نے صرف غزوہ احد میں حصہ لیا تھا۔کتاب المواہب کے مصنف کا یہ خیال کہ نبی اکرم ﷺ نے تمام غزوات میں عملی طور پہ حصہ لیا ایک خیال عبث ہے جس کوروایات کی پشت پناہی حاصل نہیں۔دراصل اس خیال کے پیچھے یہ روایت ہے کہ بعض صحابہ نے ارشادفرمایا کہ ہمارا مقابلہ جب کسی لشکر سے ہوا تو سے پہلے ضرب لگانے والے آنحضرت محمد ﷺ خود ہوا کرتے تھے ۔تاہم اس روایت کی شرح میں امام حلبیؒ نے لکھاہے کہ اس سے مراد نبی اکرم ﷺ کا لڑنا نہیں ہے بلکہ آگے بڑھنا اورمسافت طے کرنا تھا۔

1 ہجری - 623ء ، 622ء

دست شمشیر زن

مدینہ میں جب مسلمانوں کی فوجی نقل و حرکت کا آغاز ہوا تو اس کا اولین مقصد ریاست مدینہ کی حفاظت تھا۔ تاہم اِن مہمات کے بہت سے ذیلی مقاصد بھی تھے جن کا حصول دفاعِ مدینہ کے لیے از حد ضروری تھا۔ نبی اکرم ﷺ چونکہ خود اہل قریش کے سردار گھرانے کے فرد تھے اس لیے آپ ﷺ اپنے خاندان کی نفسیات سے پوری طرح آگاہ تھے اور آپ ﷺ جانتے تھے جلد یا بدیر وہ آپ ﷺ اور مسلمانوں کے تعاقب میں ضرور نکلیں گے۔ چنانچہ آپ نے مسلمانوں کو عسکری طور پہ منظّم و متحرک رکھنے کے لیے ہجرت کے پہلے سال ہی کچھ فوجی مہمات شہر مدینہ سے روانہ کیں جن کا فوری مقصد جنگ نہ تھا بلکہ نبی اکرم ﷺ ایک تو اہل قریش کو یہ باور کرانا چاہتے تھے کہ آپ ﷺ شہر مدینہ کی حفاظت کے لیے مستعد ہو چکے ہیں دوسرا مقصد یہ تھا اہل قریش کو بتا دیا جائے کہ شام کی طرف جانے والی تجارتی شاہراہ اب مسلمانوں کے قبضے میں ہے اور مسلمانوں نے اس کی ناکہ بندی کر دی ہے۔ تاکہ اہل قریش کی معیشت پہ کاری ضرب لگائی جا سکے۔ تیسرا مقصد جو اِن

مہمات سے آپ ﷺ حاصل کرنا چاہتے تھے وہ یہ تھا کہ مدینہ کے اردگرد بسنے والے قبائل مسلمانوں کے خلاف قریش کے اتحادی نہ بن سکیں اور اُن کے ذہن میں رہے کہ مسلمان ایک بڑی طاقت ہیں جن کے خلاف دشمن کا اتحادی بننا اُن کے لیے خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔تاریخ نے اس بات کو ثابت بھی کیا کہ واقعتاً نبی اکرم ﷺ کا یہ خیال درست تھا کہ اہل قریش مدینہ کے اردگرد بسنے والے قبائل کو اپنا اتحادی بنانے کی کوشش کریں گے۔آگے ذکر آئے گا کہ نبی اکرم ﷺ جس پہلے غزوے پہ خود تشریف لے گئے اس کا مقصد یہی تھا کہ بنوضمرہ کو قریش کا اتحادی بننے سے روکا جائے۔ چنانچہ آپ ﷺ اپنے اس مقصد میں کامیاب رہے اور بنوضمرہ نے نبی اکرم ﷺ کی پیش کردہ شرائط پہ مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کرلیا۔اس لیے جب مسلمانوں کے اِن لشکروں نے قریش کے ایک دو تجارتی قافلوں کو للکارا تو اُن کو احساس ہوگیا کہ مسلمان اب نہ صرف متحرک ہیں بلکہ ایک حربی قوت کے طور پہ اُن کے مقابل بھی نکل آئے ہیں۔

رمضان المبارک ۱ ہجری ۔ مارچ 623ء

سریہ حمزہ رضی اللہ عنہ

چنانچہ ایک ہجری رمضان المبارک کو نبی اکرم ﷺ نے مدینہ سے اپنی پہلی فوجی مہم اپنے چچا حضرت حمزہؓ کی قیادت میں روانہ کی۔ حضرت حمزہؓ کے ساتھ تیس مہاجرین تھے۔ اس مہم کے لیے نبی اکرم ﷺ نے سفید پرچم تیار کرایا تھا جو حضرت حمزہؓ کو سونپا گیا۔ اِن تیس شتر سواروں کی منزل مکہ اور مدینہ کی درمیانی تجارتی شاہراہ پہ واقعہ ایک مقام عیص تھا۔ اور مسلمانوں کا ہدف ابوجہل کے اُس تجارتی قافلے کا راستہ روکنا اور اُس کو ڈرانا تھا جو شام سے مکے کی طرف رواں تھا اور عنقریب اس مقام سے گزرنے والا تھا جہاں مسلمان اُن کے پہلے سے منتظر تھے۔ ابوجہل اُس تجارتی قافلے کا سردار تھا جس میں قریش کا کافی سرمایہ لگا ہوا تھا۔ چنانچہ جب وہ مقام عیص پہ پہنچا تو مسلمانوں نے اُن کا راستہ روک لیا اور اُن کو للکارا۔ ابوجہل جانتا تھا کہ اُس کا مقابلہ اہل قریش سے ہے اور مڈبھیڑ کی صورت میں اسے تجارتی قافلے کے مال واسباب کے نقصان کا اندیشہ تھا اگرچہ اُس کے ساتھ تین سو ہتھیار بند جوان تھے اس کے باوجود وہ مسلمانوں کے ساتھ الجھنے سے

گریزاں تھا۔ پھر ابوجہل نے اُس علاقے کے ایک طاقتور اور قریش کے حلیف سردار مجدی بن عمرو ضمری کو بیچ میں ڈالا اور اُس سے کہا: کہ وہ مسلمانوں سے اس کے تجارتی قافلے کو بچانے میں اُس کی مدد کرے۔ مجدی بن عمرو حضرت حمزہؓ کے پاس پہنچا اور اُن سے درخواست کی وہ قریش کے تجارتی قافلے کو گزر جانے دیں۔

حضرت حمزہؓ سمجھتے تھے کہ وہ جو مقاصد لے کر مدینہ سے نکلے تھے اُسے حاصل کر لیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت حمزہؓ نے عمرو بن مجدی سے کہا:

اگر آپ کہتے ہیں تو ایسا ہی سہی ورنہ ہم اِن کو یوں خالی ہاتھ نہ جانے دیتے۔ عمرو بن مجدی نے حضرت حمزہؓ کا شکریہ ادا کیا اور ابوجہل سے کہا راستہ بدل کے نکل جاؤ۔ اس کے بعد میری کوئی ذمہ داری نہیں۔

چنانچہ قریش کے تجارتی قافلے کے گزر جانے کے بعد حضرت حمزہؓ اپنے اصحاب کو لے کر مدینہ لوٹ آئے۔

مسلمانوں کا مقصد فقط قریش پہ اپنی قوت اور جرأت کا اظہار کرنا تھا اور اُن کو یہ باور کرانا تھا کہ اُن کی یہ قدیم تجارتی شاہراہ اب محفوظ نہیں رہی۔ یاد رہے کہ مسلمانو ں کا اس تجارتی شاہراہ پہ قبضہ کر لینا اہل قریش کے لیے بہت ہی بری خبر تھی۔ اس لیے کہ اگر وہ اپنے تجارتی قافلوں کو دیگر راستوں سے شام لے جائیں گے تو انھیں بہت زیادہ اضافی مسافت طے کرنا پڑتی جس کی وجہ سے راستے کے مصارف اتنے بڑھ جاتے کہ اُن کی تجارت ٹھپ ہو کے رہ جاتی۔ چنانچہ بنیادی مقاصد کے حصول کے بعد حضرت حمزہؓ بغیر کسی خونریزی کے مدینہ کو روانہ ہوگئے یہ بھی ذہن میں رہے کہ اِن کو نبی اکرم ﷺ کی طرف سے ابھی خونریزی کی اجازت بھی عطا نہ کی گئی تھی۔

شوال ا ہجری۔۔۔اپریل 623ء

سریہ عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ

نبی اکرم ﷺ کے مدینہ میں قیام کے دوران عسکری جدو جہد جاری رہی۔ چنانچہ ان معرکوں کے تذکرے میں عام طور پہ قاری کو دولفظوں کا بہت سامنا کرنا پڑے گا اُن میں ایک ہے غزوہ اور دوسرا ہے سریہ۔غزوہ اُس جنگ یا فوجی مہم کو کہا جائے گا جس میں نبی اکرم ﷺ نے خود بہ نفس نفیس شرکت کی ہو چاہے اس دوران خون ریزی کا کوئی معرکہ پیش آیا ہو یا مسلمان ویسے ہی سرخرو ہو گئے ہوں وہ فوجی مہم جس کو رسول اللہ ﷺ نے کسی اور صحابی کی قیادت میں روانہ فرمایا ہو اس کو اصطلاح میں سریہ کہا جائے گا۔حضرت حمزہؓ کے سریہ کے بعد نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبیدہ بن حارثؓ کی قیادت میں ایک اور سریہ روانہ فرمایا۔اسے سریہ رابغ بھی کہتے ہیں۔اور اس سریہ میں حضرت عبیدہ بن حارثؓ کے ماتحت اسی سوار تھے[57*] جن کا مقصد پہلے سریے سے ملتا جلتا ہی تھا کہ مکہ سے شام جانے والی تجارتی شاہراہ سے گزرنے والے اہل قریش کے قافلوں کو ڈرایا دھمکایا جائے اور اُن پہ اپنی طاقت کا اظہار کیا جائے۔ابو القاسم عبدالرحمان سہیلی نے

الروض الانف میں لکھا ہے کہ یہ پہلا پرچم تھا جس کو نبی اکرم ﷺ نے خود اپنے ہاتھوں سے باندھا اور حضرت عبیدہ بن حارثؓ کو اسی سواروں کے ساتھ اس فوجی مہم پہ روانہ کیا جس کی منزل کئی راتوں کے سفر پہ تھی۔

یہ لشکر مدینہ سے روانہ ہوا یہاں تک کہ وہ وادئ حجاز میں ''**ثنیتہ المرۃ**'' کے نیچے والے چشموں تک پہنچا اور وہاں اُن کا سامنا قریش کے ایک بہت بڑے تجارتی قافلے سے ہوا مسلمانوں نے اِن کو ڈرایا دھمکایا۔
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے دشمن پہ تیر چلائے۔[58*]
تاہم زیادہ جنگ کی نوبت نہ آئی اور دونوں فریق ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔اس دوران قریش کے اس تجارتی قافلے سے دو مسلمان جو اس قافلے میں شامل تھے اُن سے الگ ہو کے مسلمانوں سے آملے۔
اُن کے نام مقداد بن عمروؓ اور عتبہ بن غزوانؓ تھے۔
انھوں نے کہا کہ وہ حیلے سے اس قافلے میں شامل ہو گئے تھے تاکہ اگر انھیں موقع ملے تو وہ مسلمانوں سے جا ملیں۔
علامہ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ:
اس تجارتی قافلے کا سردار ابوسفیان بن حرب تھا اور عکرمہ بن ابوجہل بھی اس قافلے میں شامل تھے۔مسلمان اپنے مقاصد کے حصول کے بعد پیچھے ہٹ گئے تاہم سریہ عبیدہ بن حارثؓ کے بارے میں حضرت ابوبکرؓ نے جو اشعار کہے تھے اُن کا تذکرہ صرف ابن اسحٰق نے کیا۔

اِن میں کچھ اشعار یہاں تحریر کیے جاتے ہیں۔

اَمِن طَيْفِ سَلْمیٰ بِالْبِطَاحِ الدَّمَائِثِ

اَرِقْتَ وَ اَمْرٍ فِی الْعَشِيْرَةِ حَادِثِ

کیا وجہ ہے کہ تیری نیند اڑ گئی کہ تجھے نرم زمین کی ریتلی ندیوں کے پاس رہنے والی سلمیٰ کا خیال آیا اور خاندان میں کسی بڑے حادثے کے رونما ہونے کی فکر ہوئی۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

تَریٰ مِنْ لُؤَيٍّ فُرْقَةً لَا يَصُدُّهَا

عَنِ الْكُفْرِ تَذْكِيْرٌ وَّلَا بَعْثُ بَاعِثِ

تو قبیلہ لوی میں انتشار دیکھ رہا تھا جسے نہ کوئی نصیحت کفر سے پھیرتی ہے اور نہ کسی ترغیب دینے والے کی ترغیب۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

رَسُوْلٌ اَتَاهُمْ صَادِقٌ فَتَكَذَّبُوْا

عَلَيْهِ وَ قَالُوْا لَسْتَ فِيْنَا بِمَاكِثِ

اِن کے پاس ایک سچا رسول تشریف لایا لیکن انھوں نے اسے جھٹلایا اور کہا تم ہمارے درمیان نہیں رہ سکتے۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

اِذَا مَا دَعَوْنَا هُمْ اِلَى الْحَقِّ اَدْبَرُوْا

وَهَرُّوْا هَرِيْرَ الْمُحْجَرَاتِ اللَّوَاهِثِ

جب ہم انھیں حق کی دعوت دیتے ہیں تو وہ پیٹھ پھیر کے بھاگ جاتے ہیں اور پناہ گاہ میں چھپے کتوں کی طرح ہانپتے ہیں۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

فَکَمۡ قَدۡ مَتَتۡنَا فِیۡھِمۡ بِقَرَابَۃٍ
وَتَرۡکُ التّقٰی شَیۡءٌ لَھُمۡ غَیۡرُ کَارِثٖ

ہم نے قرابت کے سبب بارہا اُن سے صلہ رحمی کی لیکن پرہیز گاری کو چھوڑ دینا اُن کے لیے غم کی کوئی بات نہیں۔

فَاِنۡ یَّرۡجِعُوۡا عَنۡ کُفۡرِھِمۡ وَعُقُوۡقِھِمۡ
فَمَا طَیِّبَاتُ الۡحِلِّ مِثۡلَ الۡخَبَائِثِ

پس اگر وہ اپنے کفر اور نافرمانی سے تائب ہو جائیں کہ حلال اور پاکیزہ اشیاء خبیث چیزوں کی طرح نہیں ہو سکتیں۔

وَاِنۡ یَّرۡکَبُوۡا طُغۡیَانَھُمۡ وَضَلَالَھُمۡ
فَلَیۡسَ عَذَابُ اللّٰہِ عَنۡھُمۡ بِلَابِثٖ

اگر وہ سرکشی اور گمراہی پہ ہی مائل ہیں تو اللہ کا عذاب اُن سے زیادہ فاصلے پہ نہیں۔

وَنَحۡنُ اُنَاسٌ مِنۡ ذُوَّابَۃِ غَالِبٍ
لَنَا الۡعِزُّ مِنۡھَا فِی الۡفُرُوۡعِ الۡاَثَائِثِ

اور ہم تو غالب کی نسل سے چوٹی کے لوگ ہیں ہمیں ان کی بہت سی جمع ہونے والی شاخوں سے عزت ملی۔

فَأُولِیُ بَرِبّ الرَّقِصَاتِ عَشِیَّۃً
حَرَاجِیْجُ تُحْدِی فِیْ السَّرِیْحِ الرَّثَائِثِ
میں شام کے وقت رقصاں دراز قد اونٹنیوں کے پروردگار کی قسم کھاتا ہوں جو چمڑے
کے بوسیدہ موزے پہنے ہانکی جاتی ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

کأدمُ ظِبَاءٍ حَوَلَ مَکَّۃَ عُکَّفٍ
یَرِدْنَ حِیَاضَ الْبِئْرُ ذَاتِ النوَّ بَائِثِ
وہ سفید پیٹ والی ہرنیوں کی طرح مکہ کے آس پاس مقیم ہیں اور مٹی والے کنوؤں کے
حوضوں سے پانی پینے آتی ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

لَئِنْ لَمْ یُفِیْقُوْا عَاجِلاً مِنَ ضَلَالِھِمُ
وَلَسْتُ اِذَا اٰلَیْتُ قَوْلاً بِحَائِثِ
اگر وہ جلد اپنی گمراہی سے ہوش میں نہ آئے جب تو حلف اٹھالے تو اس کو پورا کر۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

لَتَبْتَدِرَنَھُمْ غَارَۃٌ ذَاتُ مَصْدَقٍ
تُحَرِّمُ اَطْھَارَ النِّسَاءِ الطَّوَامِثِ
بہت جلد اُن پہ ایسا حملہ ہونے والا ہے جو اُن کی عورتوں کی ناپاکی کو بھی نہ بخشے گا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

تُخَا دِرُ قَتْلٰی تَعْصِبُ الطَّیْرُ حُوْلَهُمْ
وَلَا تَرْأَفُ رَأْفَ ابْنِ حَارِثِ

اُن کے مقتولوں پہ پرندے جمع ہوجائیں گے اور ابن حارث کی طرح کفار پہ رحم نہ کیا جائے گا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَأَبْلِغْ بَنِی سَهْمٍ لَّدَیْکَ رِسَالَةً
وَکُلَّ کَفُوْرٍ یَبْتَغِی الشَّرَّ بَاحِثِ

پس تو اپنا پیغام بنی سہم کے ہر اُس ناقدرے تک پہنچادے جو اپنے دل میں فساد کی خواہش رکھتا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَإِنْ تَشْعَثُوْا عِرْضِی عَلٰی سُوْءِ رَأْیِکُمْ
فَإِنِّی مِنْ اَعْرَاضِکُمْ غَیْرُ شَاعِثِ

اگر چہ تم لوگ اپنی کم عقلی کی وجہ میری عزت پامال کرنا چاہتے ہومگر میں تمہاری عزت سے نہیں کھیلنا چاہتا۔[59*]

۞۞۞۞۞۞۞۞

ذیقعد ۱ ہجری ------ مئی 623ء

سریہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

یہ ایک اور مہم تھی جو نبی اکرم ﷺ نے اہل قریش کے ایک اور تجارتی قافلے کے پیچھے بھیجی تھی۔ یہ بیس سواروں پہ مشتمل ایک مختصر سا دستہ تھا جس کی منزل خرار تھی۔ نبی اکرم ﷺ کو اطلاع ملی تھی کہ قریش کا مال و اسباب سے لیس ایک قافلہ اس راستے سے گزرنے والا ہے جس کا پیچھا کرنے کے لیے نبی اکرم ﷺ نے یہ مہم روانہ کی۔ مگر جب حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اُس مقام پہ پہنچے جہاں سے اس قافلے نے گزرنا تھا تو اُن کو معلوم ہوا کہ قافلہ اُن کے پہنچنے سے ایک دن پہلے ہی وہاں سے گزر چکا ہے۔ یاد رہے کہ وہ علاقے جن میں نبی اکرم ﷺ نے یہ مہمات روانہ کیں وہ اہل قریش کی تجارت علاقہ کی سیاست اور شہر مدینہ کے دفاع کے حوالے سے بہت اہم علاقے تھے۔ اس لیے اِن علاقوں میں اپنی عسکری قوت کی دھاک بٹھانا بہت ضروری تھا تا کہ اس علاقے کے عرب قبائل اس بات کو جان لیں کہ مسلمانوں اور اہل قریش کے مابین جو چپقلش چلی آ رہی ہے اُس میں کسی فریق کا ساتھ دینا اِن لیے نقصان دہ ہوگا۔ چنانچہ وہ عرب قبائل جو اِن علاقوں کے

باسی تھے اِس سوچ میں پڑ گئے کہ انھیں قریش کی اس باہمی جنگ سے لاتعلق رہنا چاہیے اس لیے کہ کسی بھی گروہ کا ساتھ دینے کی صورت میں دوسرا گروہ اُن کا دشمن بن جائے گا۔ تاہم چونکہ وہ اہل قریش کے مذہب پہ تھے اس لیے اُن کی ہمدردیاں قریش کے ساتھ تھیں تاہم اب وہ مسلمانوں سے بھی ڈرنے لگے تھے کیونکہ اُن کی طرف سے طاقت کا اظہار کیا جارہا تھا اور یہی وہ مقصد تھا جس کو رسول اللہ ﷺ اِن فوجی مہمات سے حاصل کرنا چاہتے تھے اور اس میں کامیاب بھی رہے تھے۔

1 ہجری - 623ء ، 622ء

متفرقات 1 ہجری

مکہ سے ہجرت کرنے کے بعد نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب جب مدینہ پہنچے تو بہت دن تک شہر کی مکہ کی یاد نے انہیں بے چین رکھا۔ حضرت بلالؓ کہتے ہیں کہ مجھے شہر مکہ کی اذخر اور وادیٔ کے چشمے نہیں بھولتے۔ چنانچہ وہ ہاتھ اٹھاتے اور اپنے رب سے دُعا کرتے۔ اے میرے اللہ ولید بن مغیرہ اور ہشام بن الحکم کو تباہ کر دے جنھوں نے ہمیں اس شہر بے نظیر سے نکالا۔ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ بخار میں تڑپتے تو وہ بھی اپنے وطن کو یاد کرتے اور اس بات سے پریشان ہوتے کہ اب وہ کبھی اپنے وطن جا سکیں گے یا نہیں۔ تاہم وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اہل مدینہ کی محبت سے آنحضرت محمد ﷺ اور آپ کے اصحاب کا دکھ مدہم پڑتا چلا گیا اور صحابہ کی زندگی معمول پہ آتی چلی گئی۔ وہ تجارت میں مشغول ہو گئے اور نبی اکرم ﷺ اپنے منصب نبوت کے مطابق لوگوں کو ایمان کی دعوت دینے لگے۔ اگر چہ جلد ہی کفار قریش کی تلواریں اس راہ میں حائل ہو گئیں اور انہوں نے مدینہ کے یہودیوں کے ساتھ ساز باز شروع کر دی جس کے نتیجے میں آنحضرت محمد ﷺ کو جنگی مہمات روانہ کرنا پڑیں اور خود نبی اکرم ﷺ بھی انصار مدینہ اور

مہاجرین مکہ کے ساتھ اس چھوٹی سی بستی کے دفاع کے لیے مستعد ہو گئے جہاں اللہ پہ ایمان لانے والوں کو امن وسکون کی زندگی حاصل تھی اور یہی بات اہل قریش کے لیے اذیت کا باعث بنی ہوئی تھی۔اُن کے دل کی خواہش یہ تھی کہ وہ مسلمانوں کے امن وسکون کو غارت کر دیں اور بالآخر انہوں نے مسلمانوں کو میدان جنگ میں کھینچ لیا اگر چہ اس کا ایسا خوفناک نتیجہ اُن کے سامنے آیا کہ وہ برسوں اِن زخموں کو چاٹتے رہے جو روزِ بدر اُن کو لگے تھے۔

اِس دوران نبی اکرم ﷺ کو مدینہ میں ہجرت کے پہلے سال کے دوران جن متفرق واقعات کا سامنا کرنا پڑا اُن میں سب سے پہلے انہوں نے مدینہ کی مختلف اقوام کو ایک معاہدے کا پابند بنایا جس کو میثاق مدینہ کہا گیا اور جس کا تفصیلی ذکر ابھی اوپر گذرا ہے۔قبا میں قیام کے دوران نبی اکرم ﷺ نے مسجد قبا کی بنیاد رکھی اور اُس کو تعمیر کیا اور جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو مسجد نبوی کی بنیاد رکھی اور اُس کو تعمیر کرنے کے لیے صحابہ کے ہمراہ خود بھی پتھر اٹھاتے رہے۔مسجد نبوی کی تعمیر سے شہر مدینہ کے تہذیب وتمدن نے وہ کروٹ لی کہ اس کے بعد مسجد اُن کا سیاسی سماجی اور مذہبی مرکز بن کے رہ گئی۔اُن کے معاملات مسجد نبوی میں طے ہوتے اُن کے تنازعات کا فیصلہ آنحضرت محمد ﷺ مسجد نبوی میں بیٹھ کے کیا کرتے ۔اُن کے نکاح مسجد میں ہوتے ، اُن کے قومی اور ملی معاملات کو مسجد میں طے کیا جاتا، بیرونی حملہ آوروں سے دفاع کی مشاورت تک مسجد نبوی میں بیٹھ کے کی جاتی۔

بعض مورخین نے لکھا ہے حجرات کی تعمیر کے بعد شوال ایک ہجری میں نبی اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ بنت ابوبکرؓ سے شادی کی اور وہ رخصت ہو کے اُن حجروں میں مقیم ہوئیں جن کی شانِ رفعت کے کیا کہنے کہ اُن حجروں میں ملائکہ اترتے تھے اور اُن کے کچھ ہی ماہ پہلے حضرت سودہؓ اِن حجروں میں اتر چکیں تھیں جو حرم نبوی کے لیے تعمیر کئے گئے تھے۔

1 ہجری میں پیدا ہوئے

ہجرت کے پہلے سال ہی سے مدینہ کے یہود نبی اکرم ﷺ کی عداوت پہ اتر آئے تھے اور وہ آپ ﷺ کو دکھ پہنچانے کا کوئی موقع ضائع نہ کرتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے شہر مدینہ میں اس فواہ کو پھیلا دیا کہ انھوں نے مسلمانوں پہ جادو کر دیا ہے جس کی وجہ سے اب اُن کے ہاں کوئی بچہ جنم نہ لے سکے گا۔ اگر چہ راسخ العقیدہ مسلمانوں کو یہودیوں کی اِن باتوں کی کوئی پرواہ نہ تھی مگر عورتوں میں تشویش کی ایک لہر دوڑ گئی تھی کہ وہ اس طرح کی باتوں پہ بہت یقین کرتی تھیں۔ تاہم جب حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو جنم دیا تو اہل اسلام میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی اور انہوں نے زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ امام بخاریؒ نے حضرت اسماءؓ سے روایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عبداللہ بن زبیرؓ میرے شکم میں تھے جب میں نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی میں نے قبا میں قیام کیا اور وہیں حضرت ابن زبیرؓ کو جنم دیا پھر اس نومولود کو لا کر نبی اکرم ﷺ کی گود میں ڈال دیا نبی اکرم ﷺ نے کھجور چبائی اور حضرت زبیرؓ کے منہ میں ڈال دی اور نبی اکرم ﷺ کے لعاب میں ڈوبی یہ پہلی خوارک تھی جو حضرت زبیرؓ کے منہ میں پہنچی پھر آپ ﷺ نے ابن زبیرؓ کے لیے دُعا خیر کی۔

بیان کیا گیا کہ انصارِمدینہ کے ہاں نعمان بن بشیر انصاریؓ نے جنم لیا تو انصارِ مدینہ کی خواتین نے بھی سکھ کا سانس لیا اس لیے کہ انھوں نے بھی یہودیوں کی افواہ کو دل سے لگا لیا تھا۔نعمان بن بشیرؓ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے بھانجے تھے اور انصار کے قبیلے بنو خزرج میں ہجرت بعد سب سے پہلے پیدا ہونے والے بچے تھے۔

☯☯☯☯☯☯☯

حضرت عبدالرحمان بن حارث بن ہشام قرشیؓ بھی ایک ہجری کو پیدا ہوئے۔اُن کا تعلق قبیلہ بنو مخزوم سے تھا۔علامہ ابن اسیرؒ نے اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے روز عبدالرحمان بن حارثؓ ٹھیک دس برس کے تھے۔حضرت عبدالرحمان بن حارثؓ نے بچپن میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔وہ قرآن کے حافظ اور ماہر قرار دیئے جاتے ہیں۔چنانچہ عہد عثمانی میں جب قرآن حکیم کو قریش کے لہجے کے مطابق تحریر کیا گیا تو جن صاحب علم لوگوں کا اس ضمن میں انتخاب کیا گیا اُن میں عبدالرحمان بن حارثؓ بھی شامل تھے۔حضرت عبدالرحمان بن حارثؓ حضرت عثمان بن عفانؓ کے داماد تھے۔آپ کے نکاح میں اُن کی بیٹی مریم بنت عثمانؓ تھیں۔

☯☯☯☯☯☯☯

زیاد بن ابی سفیان اسلامی تاریخ کا اہم کردار ہے۔وہ بھی ایک ہجری میں پیدا ہوا تھا۔وہ حضرت امیر معاویہؓ کی ایک لونڈی سمیہ کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ایک مدت تک اُسے حضرت امیر معاویہؓ کے خاندان میں شامل نہ کیا گیا۔تب اُسے زیاد بن ابیہ یا زیاد بن سمیہ کہا جاتا تھا تاہم جب وہ جوان ہوا تو اُس کی دانش کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا۔تب حضرت امیر معاویہ نے اسے اپنے خاندان میں شامل کیا اور اُسے اپنے باپ کی طرف منسوب کیا جس کا عرب میں رواج تھا۔چنانچہ اس کے بعد زیاد کو زیاد بن ابی سفیان کہا جانے لگا۔زیاد بن سفیان اگرچہ مسلمان تھا تاہم تاریخ کے ایوانوں میں اُس کا کردار داغدار ہی گنا گیا۔یاد رہے کہ اسی زیاد بن ابی سفیان کے بیٹے عبیداللہ بن زیاد نے

نواسہ رسول حضرت حسین ابن علیؑ کوشہید کیا تھا مورخین نے بیان کیا ہے کہ زیاد بن ابی سفیان نہ تو صحابی ہے اور نہ ہی اُس نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے۔



جب مسجد نبوی کی تعمیر جاری تھی تو انصارِ مدینہ میں سے نبی اکرم ﷺ سے انتہائی محبت رکھنے والے صحابی اسعد بن زرارہؓ نے وفات پائی۔ وہ ابھی نوجوان ہی تھے اور اسلام کے معاملے میں بہت جوشیلے نوجوان تھے جن کی موت کا نبی اکرم ﷺ کو بہت صدمہ ہوا[60*]۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہؓ اُن چھ اشخاص میں شامل تھے جنہوں نے بیت عقبہ اولیٰ میں دوسرے انصار کے ساتھ مکہ آ کر نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پہ بیعت کی تھی اور اِن چھ انصاریوں میں سے جو نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پہ بیعت کرنے کے لیے مکہ آئے سب سے پہلے حضرت اسعد بن زرارہؓ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پہ بیعت کی تھی اور انھیں یہ فخر بھی حاصل تھا کہ مدینہ پہنچ کر انہوں نے ہی سب سے پہلے مسلمانوں کو نماز جمعہ کی طرف بلایا تھا۔ جب بیعت عقبہ ثانی کے موقع پہ نبی اکرم ﷺ نے انصار کے بارہ نقیبوں کو مقرر کیا تو آپ نے حضرت اسعد بن زرارہؓ کو بنو نجار کا نقیب مقرر کیا۔ اُن کی وفات کے بعد بنو نجار نبی اکرم ﷺ کے پاس تشریف لائے اور اُن سے عرض کی کہ اُن کے لیے نقیب مقرر فرمایا جائے تو آنحضرت محمد ﷺ نے اُن سے کہا:

سنو تم لوگ میرے ننھال ہو آج سے میں ہی تمہارا نقیب ہوں۔

اور بنو نجار اس بات پہ بہت زیادہ خوش ہوئے اور وہ اپنے اس اعزاز کا تذکرہ دوسرے قبائل سے کیا کرتے تھے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہؓ کی وفات سے نبی اکرم ﷺ کو بہت صدمہ پہنچا تھا تو اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ اہل مدینہ کے یہود نے نبی اکرم ﷺ کو اس بات کا طعنہ دیا کہ اگر وہ اللہ کے نبی ہوتے تو اُن کو اس صدمے کا سامنا کیوں کرنا پڑتا۔

جس کے جواب میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”لا املک لنفسی ولا صاحبی من اللہ شیئا“

میں اپنے اور اپنے ساتھیوں کے معاملے میں اللہ کے ہاں کوئی اختیار نہیں رکھتا۔

علامہ ابن جریر طبریؒ نے لکھا ہے کہ ابوامامہ اسعد بن زرارہؓ کی وفات گلے کے ورم کی وجہ سے ہوئی ۔علامہ ابن اثیرؒ نے ”**اسد الغابہ**“ میں بیان کیا ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہؓ نبی اکرم ﷺ کی مدینہ آمد کے سات ماہ بعد شوال اہجری میں فوت ہوئے۔

☯☯☯☯☯☯☯

تاریخ ابن جریر میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی مدینہ آمد کے بعد سب سے پہلے حضرت کلثوم بن ھدمؓ فوت ہوئے تھے۔جن کے ہاں آپ ﷺ قبا میں اترے تھے۔علامہ ابن کثیرؒ نے بھی یہی لکھا ہے کہ حضرت کلثوم بن ھدمؓ مسجد نبوی کی تعمیر کے دوران فوت ہوئے تھے۔امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ حضرت کلثوم بن ھدمؓ کا تعلق بنوعوف سے تھا اور وہ ایک عمر رسیدہ شخص تھے ۔لوگوں نے کہا کہ حضرت کلثوم بن ھدمؓ نبی اکرم ﷺ کی مدینہ آمد سے پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے [*61]۔

☯☯☯☯☯☯☯

اسی سال یعنی صفر ایک ہجری میں قبیلہ بنواسلم کے نقیب حضرت براء بن معرورؓ نے انتقال فرمایا۔ابن کثیر نے لکھا ہے کہ نقبا میں سب سے پہلے انتقال فرمانے والے براء بن معرور ہی تھے۔

☯☯☯☯☯☯☯

یہ عجیب اتفاق ہے کہ عین اسی زمانے میں کفار کے دو بڑے رئیس بھی انتقال کر گئے یعنی ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل سہمی۔

1 ہجری میں ایمان لائے

اس ضمن میں سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن سلامؓ کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو اہل مدینہ کے ایک یہودی عالم تھے۔وہ ابتداء میں ہی اسلام لے آئے تھے۔اُن کے اسلام لانے کا واقعہ انھی کی زبان سے پیش کیا جاتا ہے۔انھوں نے کہا کہ جب نبی اکرم ﷺ قبا میں اترے تو لوگ آپ ﷺ کی طرف دوڑے اور میں بھی اُن میں شامل تھا۔

حضرت انسؓ کی روایت میں کچھ اضافہ ہے انھوں نے کہا:

میں اپنے کھجوروں کے باغ میں تھا جب میں تمام لوگوں کو ایک ہی طرف بھاگتے دیکھا۔

میں نے کسی سے پوچھا تم لوگ کہاں جاتے ہو؟

انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے ہیں۔

اور میں بھی اُن کے ساتھ شامل ہو گیا اور وہ سب قبا کی طرف جارہے تھے۔

میری نظر رسول اللہ ﷺ کے چہرے پہ پڑی تو میں نے تکبیر کہی اور میرے دل نے اس بات کی گواہی دی کہ بخدا! یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہوسکتا۔

میں نے سنا رسول اللہ ﷺ لوگوں سے کہہ رہے ہیں۔ [*62]

سلام پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ اور اُس وقت نماز ادا کرو جب دوسرے لوگ محوِ خواب ہوں۔

میں نے اپنے دل میں سوچا کس قدر عمدہ تعلیم ہے جو آپ ﷺ نے لوگوں کو دی۔میں نے اِن

باتوں کو اپنے دل میں رکھ لیا اور کسی سے اِن کا ذکر تک نہ کیا حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ مدینے تشریف لے آئے۔ میں اپنے دین کا بہت بڑا عالم تھا اور میرا باپ بھی دین یہودیت کا عالم تھا۔ اس لیے دوسرے لوگوں کی نسبت میں یہ بات بہ احسن طریقے سے جانتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ اللہ کے سچے نبی ہیں اور ہماری کتابوں میں اُن کے متعلق جو بشارات رقم ہیں اُن کے مطابق نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا زمانہ بھی یہی ہے اس لیے مجھے کسی قدر اطمینان تھا کہ میں درست سوچ رہا ہوں۔

تاہم جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو قبا میں دیکھا تو اِن باتوں کو اپنے دل میں چھپا لیا۔ اور اُس دن جب نبی اکرم ﷺ شہر مدینہ میں ابوایوب انصاریؓ کے گھر اترے تو اُس وقت میں اپنے باغ میں کھجور کے ایک درخت پہ چڑھا ہوا تھا کہ لوگوں کا بہت زیادہ شور سن کے میں چونکا۔ جب میں اپنے باغ میں کھجور کے اُس درخت پہ چڑھا ہوا تھا اور کھجوریں توڑ رہا تھا تو میری پھوپھی خالدہ بنت حارث بھی باغ میں موجود تھیں اور میں اُن سے باتیں بھی کر رہا تھا اور ساتھ ساتھ پکی ہوئی کھجوریں بھی توڑ کر نیچے گرا رہا تھا جنھیں میری پھوپھی اکٹھی کر کے ایک طرف رکھ رہی تھی۔ اور تبھی ہم دونوں نے وہ شور سنا جس کا میں نے ذکر کیا ہے۔ ایک آدمی جو میرے باغ کے کنارے کے ساتھ ساتھ جا رہا تھا ، میں نے اسے آواز دی اور اِس شور کی بابت پوچھا؟

اُس نے کہا، اللہ کے رسول محمد ﷺ مدینہ میں تشریف لے آئے ہیں۔

اُن کی محبت پہلے ہی میرے دل میں گھر کر چکی تھی۔ اس لیے میں نے اس زور سے تکبیر کہی کہ میری پھوپھی حیران رہ گئی۔

اُس نے حیرت سے میری طرف دیکھا اور کہا:

اگر موسیٰ بن عمران آتے تب بھی تم اتنے زور کا نعرہ نہ لگاتے۔

میں نے کھجور سے اترتے اترتے اپنی پھوپھی کو جواب دیا۔

کہ پھوپھی وہ بھی تو موسیٰ بن عمرانؑ کے بھائی ہی ہیں اور انھی کا دین لے کے اترے ہیں۔

میری پھوپھی نے کچھ سوچا پھر مجھ سے سوال کیا؟

سلام! کیا یہ وہی پیغمبر ہیں جن کے اترنے کا ذکر ہماری کتابوں میں کیا گیا ہے اور ہمیں اُن پہ ایمان لانے کی نصیحت کی گئی ہے۔

اس دوران میں کھجور سے زمین پہ پہنچ چکا تھا۔
میں نے اپنی پھوپھی سے کہا! پھوپھی تم بالکل ٹھیک سمجھی ہو۔
آنحضرت محمد ﷺ وہی ہیں جن پہ ایمان لانے کے ہم مکلّف ہیں اس لیے میں تو انھیں ملنے کے لیے جا رہا ہوں۔اس کے بعد میں حضرت ابوایوب انصاریؓ کے گھر پہنچا اور رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی۔
لوگوں نے نبی اکرم ﷺ سے میرا تعارف کراتے ہو کہا:
یہ عبدالاسلام ہیں جو اہل کتاب کے عالم ہیں۔
نبی اکرم ﷺ اس بات سے بہت خوش ہوئے کہ میں اہل کتاب کا عالم ہوں اور نبی اکرم ﷺ نے میری بہت عزت کی اور مجھے اپنے ساتھ بٹھایا۔
میں اپنے والد سے نبی اکرم ﷺ کے متعلق سنا کرتا تھا۔
انھوں نے مرتے وقت مجھے آنحضرت محمد ﷺ پہ ایمان لانے کی وصیت بھی کی تھی اور ساتھ ہی یہ بھی کہا تھا کہ پہلے اس بات کی تصدیق کر لینا کہ وہ اللہ کے سچے نبی ہیں۔تب میں نے اپنے باپ سے پوچھا تھا کہ میں اُن کی تصدیق کیسے کروں گا تو انھوں نے مجھے تین سوال بتائے اور کہا، اگر وہ اِن سوالوں کے درست جواب دیں تو اُن پہ ایمان لانے میں ایک لمحہ کی بھی تاخیر مت کرنا۔
اس سے قبل کہ میں نبی اکرم ﷺ پہ ایمان لاتا میں نے اپنے باپ کی وصیت کے مطابق مناسب جانا کہ میں آپ ﷺ کی صداقت کی تصدیق کرلوں۔اگرچہ اس سے قبل ہی میرا دل آپ ﷺ کی صداقت کی تصدیق کر چکا تھا۔
چنانچہ میں نے اپنا رخ رسول اللہ ﷺ کی طرف کیا اور کہا: اگرچہ میرا دل آپ ﷺ کی سچائی کی گواہی دے رہا ہے مگر چونکہ ہم عالم لوگ ہیں اور آپ ﷺ کی نسبت اپنی قوم سے زیادہ جانتے ہیں اس لیے اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ ﷺ سے تین سوال پوچھنا چاہتا ہوں کہ اُن سوالوں کے جواب صرف اللہ کی طرف سے مبعوث سچا نبی ہی دے سکتا ہے۔
نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن سلام کو سوال کرنے کی اجازت عطا فرما دی تو انہوں نے آپ ﷺ سے یہ سوال پوچھے؟

۱۔ قیامت کی پہلی نشانی کیا ہو گی؟

۲۔ اہل جنت کو کھانے کے لیے سب سے پہلے کیا پیش کیا جائے گا؟

۳۔ کیا وجہ ہے کہ بچہ کبھی باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور کبھی ماں کے؟

حضرت عبداللہ بن سلامؓ کہتے ہیں کہ میں سوال کرنے کے بعد ایک طرف ہو کے بیٹھ گیا۔

مگر نبی اکرم ﷺ نے فوراً ہی مجھے طلب کیا اور لوگوں سے پوچھا وہ سوال کرنے والا کہاں گیا ہے۔

میں نے زور سے کہا میں یہیں ہوں یا رسول اللہ ﷺ۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

میرے نزدیک آ جاؤ کہ میں تمہارے سوالوں کے جواب دوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

تمہارے پہلے سوال کا جواب تو یہ ہے کہ قیامت کی پہلی نشانی ایک آگ ہو گی جو لوگوں کو مشرق کی طرف سے مغرب کی طرف دھکیل دے گی۔

تمہارے دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اہل جنت کو سب سے پہلے کھانے کے لیے مچھلی کا جگر پیش کیا جائے گا۔

اور تمہارے تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ جب مرد کی منی عورت کی منی پہ غالب آ جائے تو بچہ مرد کے مشابہ ہوتا ہے اور جب عورت کی منی مرد کی منی پہ غلبہ حاصل کر لے تو بچہ عورت کے مشابہ ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد کوئی وجہ نہ تھی کہ میں آپ ﷺ کا انکار کرتا اس لیے میں نے فوراً ہی اس بات کا اقرار کیا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ نے میرے ایمان لے آنے پہ بہت خوشی کا اظہار کیا۔

میں نے نبی اکرم ﷺ سے کہا: یا رسول اللہ ﷺ۔

یہودی بہت بہتان تراش قوم ہیں اگر انہیں میرے اسلام لانے کا علم ہو گیا تو وہ مجھ پہ بھی بہتان تراشیں گے اس لیے بہتر ہے کہ آپ ﷺ اُن کو طلب کریں اور میرے بارے میں اُن کی رائے کی

معلوم کریں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے کہنے پہ نبی اکرم ﷺ نے یہودیوں کو طلب فرمایا اور اُن سے کہا:

اے گروہ یہود! تم پہ افسوس ہے اللہ سے ڈرو اور مجھ پہ ایمان لے آؤ۔ اس لیے کہ بخدا تم جانتے ہو کہ میں اللہ کا سچا رسول ہوں اور دین حق لے کر تمہاری طرف آیا ہوں۔

اور نبی اکرم ﷺ نے یہ بات اُن سے تین دفعہ کہی۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے اُن سے کہا تم عبداللہ بن سلامؓ کو کیسا شخص پاتے ہو۔

انہوں نے کہا: ہم اُن کو بہت شریف پاتے ہیں وہ ہمارے رئیس ہیں اور رئیس کے بیٹے ہیں اور ہمارے جید عالم ہیں اور ایک جید عالم دین کے بیٹے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن سے کہا: اگر وہ اسلام لے آئیں تو کیا تم بھی اسلام لے آؤ گے۔ اللہ کی پناہ! وہ کبھی اسلام نہ لائیں گے۔

تب نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن سلامؓ کو آواز دی کہ وہ باہر تشریف لے آئیں۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ باہر آئے اور انہوں نے یہودیوں سے کہا:

اے قوم یہود! شرم کرو تم جانتے ہو رسول اللہ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور دین حق لے کر تمہاری طرف اترے ہیں۔

انہوں نے کہا! میں رسول اللہ ﷺ پہ ایمان لے آیا ہوں اور تمہیں بھی اسی طرف بلاتا ہوں۔

یہودی اکڑ گئے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے بارے میں کہا:

کہ یہ تو ایک شرارتی آدمی ہیں اور ایک شریر آدمی کے بیٹے ہیں اِن سے ہمیں کوئی توقع نہیں۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے اپنا رخ رسول اللہ ﷺ کی طرف کیا اور کہا:

مجھے اپنی قوم سے یہی توقع تھی۔ اور یہودیوں کی یہی ذہنیت آج تک برقرار ہے اور وہ یقیناً اللہ کے در سے دھتکاری ہوئی قوم ہے۔

☯☯☯☯☯☯☯

حضرت عمرو بن عبسہؓ بھی اسی سال بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمرو بن عبسہؓ کے متعلق

ملنے والی روایات میں کئی تضادات ہیں تاہم ساری روایات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ قدیم السلام تھے اور انھوں نے نبوت کے پہلے سال ہی اسلام قبول کرلیا تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا اگر آپ کہیں تو میں مکہ میں رُک جاتا اور آپ کی اعانت کرتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا کہ تم اپنے قبیلے میں چلے جاؤ مگر جب تم سنو کہ میں نے ہجرت کی ہے تو میرے پاس چلے آنا۔ چنانچہ حضرت عمرو بن عبسہؓ ہجرت کے پہلے سال ہی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے اسلام کی تجدید کی۔

اسی سال یعنی ایک ہجری میں قیس بن صرمہ انصاریؓ بھی ایمان لائے، اُن کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ ایک بار جب وہ روزے سے تھے اور شام کے وقت وہ اونگھ گئے اور افطار کا وقت گزر گیا۔ اُس وقت ابھی یہ بات واضح نہ تھی کہ افطاری کے بعد صبح تک کھانے کا کیا حکم ہے تو انھوں نے احتیاط کے پیشِ نظر بغیر کچھ کھائے پیئے دوسرے دن کا روزہ بھی رکھ لیا مگر کمزوری کی وجہ سے بیہوش ہو گئے تب قرآن حکیم میں یہ آیات اتاریں گئیں۔

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ۔

القرآن الحکیم (سورۃ بقرہ 187/2)

ترجمہ:

''کھاؤ پیو یہاں تک کہ فجر کے وقت سفید ڈوری سیاہ ڈوری سے الگ ہو جائے''۔

1 ہجری دیگر واقعات

اس ضمن میں سب سے پہلے حضرت شاس بن قیس کا ذکر کیا جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی مدینہ آمد کے بعد جب یہودیوں نے دیکھا کہ عرب قبائل پہ صدیوں سے قائم اُن کا اثر ورسوخ اب ختم ہونے کو ہے تو وہ نبی اکرم ﷺ کی دشمنی پہ اتر آئے۔ وہ جانتے تھے کہ اب نہ اوس وخزرج آپس میں لڑیں گے اور نہ بھاری سود پہ اُن سے قرضے لیں گے۔ جس کی وجہ سے اُن کی معیشت تباہ ہو کے رہ جائے گی اور ایسا ہی ہوا۔ اس لیے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد سوائے اِکا دُکا واقعات کے کوئی ایسا ثبوت نہیں ملتا جس کی بنا پہ یہ کہا جا سکے کہ عرب قبائل کی منافرت پھر سے جاگ پڑی ہو۔ اور جن اِکا دُکا واقعات کا ہم نے ذکر ہے اُن کے پیچھے بھی یہودیوں ہی کا ہاتھ تھا کہ وہ نبی اکرم ﷺ سے اہل مدینہ کی شدید محبت سے حسد میں مبتلا ہو چکے تھے ۔ اور حسد ایک ایسا جذبہ ہے جو انسان کو اندھا کر کے رکھ دیتا ہے۔ یہی کچھ مدینہ کے یہودیوں کے ساتھ پیش آیا تھا۔ باوجود اس بات کہ وہ صاحب کتاب تھے اور اُن کی کتاب میں جا بجا نبی اکرم ﷺ کی آمد کے تذکرے تھے اور وہ خود بھی نبی اکرم ﷺ کی آمد کے منتظر تھے مگر اُن کے حسد نے اُن کو اس سعادت سے محروم کیا جس کو اللہ تعالیٰ نے اوس وخزرج کا مقدر بنا دیا تھا۔ محدثین اور سیرت نگاروں نے اس بات کو مسلسل بیان کیا ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد اوس وخزرج جس طرح باہم شیر وشکر ہو گئے تھے اس کا یہودیوں کو بہت دکھ تھا اور وہ اس موقع کی تلاش رہتے کہ اوس وخزرج میں جنگ کی چنگاری کو کسی طرح پھر

سے ہوا دی جا سکے۔ تاہم نبی اکرمﷺ کی اُن میں موجودگی اور اسلام کی برکت سے یہودی اس بات میں کامیاب نہ ہو سکے کہ وہ پھر سے اوس وخزرج کو ایک دوسرے کے مقابل کھڑا سکیں۔ سوائے اس واقعے کے جس کا ذکر قرآن حکیم میں بھی کیا گیا ہے اور احادیث میں بھی اس کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔

بیان کیا گیا ہے کہ یہودیوں کا ایک بوڑھا شخص جس کا نام شاس بن قیس تھا وہ نبی اکرمﷺ اور مسلمانوں سے شدید بغض رکھتا تھا اور اس کا دل حسد کی آگ میں جل رہا تھا۔ جس کی ایک وجہ مورخین نے یہ بھی بیان کی ہے کہ وہ سود کا کاروبار کرتا تھا مگر جب مسلمانوں میں اتحاد واتفاق قائم ہو گیا اور اُن کے دل اسلام کی روشنی سے جگمگا اٹھے تو شاس کا کاروبار تباہ ہو کے رہ گیا جس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ مسلمانوں یعنی اوس وخزرج نے نہ اب ایک دوسرے کے خلاف جنگیں لڑنی تھیں اور نہ ہی اُن کو سودی روپے کی ضرورت تھی اس لیے شاس بن قیس کا اتنا برا حال ہوا کہ وہ خود عربوں کا مقروض ہو کے رہ گیا تھا۔ جس کی وجہ سے اُس کا بغض وحسد دیگر یہودیوں سے بڑھا ہوا تھا۔ اور یہی شاس بن قیس ایک دن جب عربوں کی ایک محفل سے گذرا جہاں اوس وخزرج کے جوان باہم شیر و شکر اس طرح بیٹھے آپس میں پیار ومحبت کی باتیں کر رہے تھے جس طرح کہ اُن کے درمیان کبھی کوئی عداوت ہی نہ رہی ہو۔ شاس بن قیس نے یہ منظر دیکھا تو اُس کے سینے میں درد کی ایک ٹیس سی اٹھی اور اسے اپنے وہ دن یاد آ گئے جب یہ دونوں قبائل اُس کے مقروض ہوا کرتے تھے اور اُس کی عزت کرتے تھے مگر آج جب وہ اِن کے قریب سے گذرا تو کسی نے اسے سر اٹھا کے بھی نہ دیکھا۔ اُس نے اپنے دل میں کہا: اب ہم بنو قیلہ سے نہ عزت میں بڑھ سکتے ہیں اور نہ مال وجاہ میں۔ وہ تھوڑی دور گیا تو اُس نے ایک یہودی نوجوان کو دیکھا جو چرب زبانی میں ماہر خیال کیا جاتا تھا۔

شاس بن قیس نے اُس سے کہا:

میں تجھے فلاں اونٹ یا بکری انعام میں دوں گا اگر تم میرا ایک کام کر دو۔

اُس نے کہا! مجھے بتاؤ کہ کیا کرنا ہے۔

شاس بن قیس نے اُس سے کہا فلاں جگہ چلے جاؤ اور وہاں اوس وخزرج کے نوجوان بیٹھے ہیں تم بھی چپکے سے اُن کے پاس جا کے بیٹھ جاؤ۔ اور موقع ملنے پہ جنگ بعاث کے مقتولوں کو تذکرہ شروع کر

دو،اور اگر ہو سکے تو اُن جنگوں کے دوران پڑھے جانے والے چند فخریہ شعر بھی پڑھ ڈالو۔

وہ یہودی اوس وخزرج کی محفل میں پہنچ گیا اور ایک طرف ہو کے بیٹھ رہا۔

پھر اُس نے موقع دیکھ کے پرانے دنوں کی باتیں شروع کر دیں۔اور اوس وخزرج کے گذرے اکثر دن ایک دوسرے کے خون میں بھیگے ہوئے تھے۔جلد ہی اُس محفل کا رنگ بدلنے لگا۔لوگوں کے چہرے سرخ ہونے لگے۔اپنے اپنے مقتولوں کا خون اُن کی آنکھوں میں لہرانے لگا۔شاس بن قیس کی قبیح سوچ اپنا کام کر گئی تھی۔یہودی نوجوان اپنا کام کر کے رخصت ہو چکا تھا۔اوس وخزرج دونوں طرف سے اپنا اپنا فخر بیان کیا جا رہا تھا اپنی بڑائی اور دوسرے کی تحقیر بیان کی جا رہی تھی۔

کانوں پڑا شور سنائی نہ دیتا تھا۔

اور کچھ ہی پل گذرے تھے کہ اُوس وخزرج اسلام کو بھول چکے تھے اور عہد جاہلیت میں واپس جا چکے تھے۔دو عرب سردار غصے میں اندھے ہو چکے تھے مورخین نے اُن کے نام اوس بن قنیطی اور جبار بن صحر لکھے ہیں۔اور اب وہ مکمل طور پہ شیطان کے قبضے میں تھے۔

انھوں نے اپنے اپنے حواریوں کو پکار لیا تھا۔

پل بھر میں ہتھیار میانوں سے باہر آ چکے تھے انھوں نے ایک دوسرے کو للکارا اور کہا! آؤ جس کا بات کا فیصلہ روز بعاث نہ ہوا تھا اس کا فیصلہ آج کر لیتے ہیں۔

دوسرے فریق نے جواب دیا ہم تیار ہیں حرہ کے مقام پہ آ جاؤ۔

تاہم اُسی محفل میں کچھ ایسے لوگ بھی موجود تھے جن کے ایمان مضبوط تھے اور وہ پوری پختگی سے اس عہد پہ قائم تھے جو انھوں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ کیا تھا اُن میں سے کوئی دوڑتا ہوا رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا۔

اور آپ ﷺ اُس وقت مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔اُس صحابی نے آپ ﷺ کو پوری صورت حال سے آگاہ کیا اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ یہ آگ یہودیوں نے لگائی ہے۔نبی اکرم ﷺ اٹھے اور آپ ﷺ کے ساتھ بہت سے صحابہ بھی اٹھے اور آپ ﷺ اُس جگہ پہنچے جہاں عرب جاہلیت کی پکار میں مشغول تھے۔اور اُن میں سے اکثر نوجوان تھے کیونکہ اوس خزرج کے بزرگ تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تشریف لائے تھے۔

آپ ﷺ وہاں پہنچے اور آپ ﷺ نے بلند آواز سے فرمایا:

اے گروہ مسلمین! اللہ کے سے ڈرو!

اب جبکہ میں اللہ کا رسول بہ نفس نفیس تم میں موجود ہے اور اس کے باوجود تم جاہلیت کی پکار دے رہے ہو۔اللہ نے تم پہ اپنا احسان فرمایا ہے اور تم کو اسلام کی دولت سے نوازا ہے اُس نے تمہیں سیدھی اور سچی راہ دکھائی ہے اور دین اسلام کی برکت سے تمہارے دلوں کی جاہلیت کو دور کیا ہے اور تمہارے اندر سے کفر کو نکال پھینکا ہے پھر تم جاہلیت کی پکار کس طرح دے سکتے ہو۔

اب لوگوں کو کچھ ہوش آیا اور وہ شرمندہ سے ہو گئے۔

جب انھیں معلوم ہوا کہ شیطان اُن پہ حملہ آور ہوا تھا اور اُس نے انھیں مغلوب بھی کر لیا تھا تو وہ شرم کے مارے ایک دوسرے سے منہ چھپانے لگے اور وہ جو بڑھ بڑھ کے باتیں کر رہے تھے اب اُن کے آنسو رکنے میں نہ آتے تھے اور وہ اپنے مخالفوں یعنی دوسرے قبیلے کے لوگوں سے معافی مانگ رہے تھے اُن کو گلے سے لگا رہے تھے اور دور شاس بن قیس کھڑا یہ سب دیکھ رہا تھا اور اپنے ہاتھوں سے اپنے سر کے بال نوچتا تھا کہ اب وہ وقت پھر دوبارہ کبھی نہیں آئے گا جب اوس خزرج کے درمیان تلوار چلے گی۔بعض مفسرین قرآن نے لکھا ہے کہ سورۃ آل عمران کی یہ آیات اسی موقع پہ اتریں تھیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ!

"قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ○ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ○ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ

اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ O

(القرآن الحکیم سورۃ آل عمران آیات 103/3. 98)

ترجمہ؛

''اِن سے پوچھو؟ اے اہل کتاب تم اللہ کی آیات کا انکار کیوں کر رہے ہو درآنحالیکہ جو کچھ تم کر رہے ہو وہ سب خدا کی نظر میں ہے۔ کہو! اے اہل کتاب! تم ایمان لانے والوں کو اللہ کی راہ سے کیوں روک رہے ہو تم ان میں کجی پیدا کرنا چاہتے ہو حالانکہ تم گواہ بنائے گئے ہو، اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے بے خبر نہیں۔ اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب کے ایک گروہ کی بات مان لو گے تو یہ تم کو تمہارے ایمان کے بعد پھر کفر کی طرف پلٹا دیں گے اور تمہارا کفر میں پڑنا کس طرح جائز ہے جب کہ تم کو اللہ کی آیات سنائی جا رہی ہیں اور تمہارے اندر اللہ کا رسول موجود ہے اور جو اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے گا تو وہی ہے جس کو صراط مستقیم کی ہدایت ملی۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور نہ مرو تم مگر اس حال میں کہ تم اسلام پہ ہو اور اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے پکڑو اور پراگندہ نہ ہو اور اپنے اوپر اللہ کے اس فضل کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اللہ نے تمہارے دلوں کو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیا اور تم اس کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے ایک گڑھے کے بالکل کنارے پہ کھڑے تھے تو اللہ نے تمہیں اس سے بچا لیا اور اللہ اسی طرح تمہارے لیے ہدایات کو واضح کرتا ہے تا کہ سیدھی راہ تم پہ کھل جائے [63*]

☯☯☯☯☯☯☯

اسی سال حضرت انسؓ کی والدہ آپ ﷺ کو لے کر آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں پہنچیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ یہ میرا بیٹا انس ہے جو آج سے آپ ﷺ کی خدمت کرے گا۔ اُس

وقت حضرت انس کی عمر دس سال تھی۔ وہ دس سال تک نبی اکرم ﷺ کی خدمت کرتے رہے۔ جب نبی اکرم ﷺ نے وصال فرمایا تو حضرت انس کی عمر بیس سال تھی۔ ایک بار حضرت انس کی والدہ نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی یارسول اللہ ﷺ اپنے اس غلام کے لیے برکت کی دُعا کریں۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت انس کے لیے برکت اور دارزی عمر کی دُعا کی جس کے نتیجے میں حضرت انس بن مالکؓ کے رزق اور عمر میں برکت عطا فرما دی گئی۔ خود حضرت انسؓ اور دوسرے صحابہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت انسؓ کے کھجوروں کے بہت سے باغ تھے، دوسرے لوگوں کے باغ سال میں ایک دفعہ پھل دیتے جبکہ حضرت انسؓ کے باغ سال میں دو دفعہ پھل دیتے۔ حضرت انسؓ نے 113 سال کی عمر پائی اور 103 ہجری میں فوت ہوئے انھوں نے اپنے بیٹے پوتے پوتیاں نواسے نواسیاں اور اُن کی اولادوں میں سے ایک سو بیس بچوں کو اپنی گود میں کھلایا۔

ایک ہجری میں ہی رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیوی حضرت عائشہ کو رخصت کرایا اور اپنے گھر لے گئے۔ رخصتی کے وقت حضرت عائشہ کی عمر 21 سال تھی۔ شوال 10 نبوی کو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ سے نکاح کیا تھا۔[64*]

1 ہجری - 623ء ، 622ء



نبی اکرم ﷺ نے شہر مکہ میں مشکل وقت گزارا تھا اس لیے کہ آپ ﷺ کی قوم یعنی قریش نے اسلام قبول کرنے سے نہ صرف انکار کیا بلکہ اسلام کی راہ روکنے کے لیے اپنے تمام تر وسائل جھونک دیئے۔ تاہم وہ اسلام کا راستہ نہ روک سکے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اسلام ترقی کی راہ پہ گامزن رہا اور رفتہ رفتہ تمام عرب اس بات سے آگاہ ہوتے چلے گئے کہ قریش میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول معبوث کیا گیا ہے چنانچہ دور دراز عرب سے لوگ آتے اور اپنے دامن کو اسلام کی دولت سے بھر لیتے۔ مگر اہل مکہ اسلام قبول کرنے سے انکاری تھے۔ باہر سے آکر اسلام قبول کرنے والوں میں اہل مدینہ سب سے اہم تھےس لیے کہ شہر مدینہ عربوں کا ایک اہم شہر تھا اور شام و مصر و یمن سے عربوں کی تمام تر تجارت مدینہ کے راستے سے ہی ہوتی تھی۔ چنانچہ جب اہل مدینہ نے اسلام قبول کر لیا تو اُن کی دعوت پہ نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لے گئے۔

مدینہ میں حالات اگرچہ ابھی پوری طرح قابو میں نہ آئے تھے تاہم وہاں مسلمان یعنی مہاجرین مکہ امن سے تھے اور رسول اللہ ﷺ پر قرآن اتارا جارہا تھا جس میں مسلمانوں کو دستورزیست فراہم کیا جارہا تھا۔ انھی احکامات وقوانین میں سے جو پہلے ہجری سال اتارے گئے اُن کا کچھ تذکرہ یہاں مقصود ہے۔

☯☯☯☯☯☯☯

نماز۔

مورخین نے بیان کیا ہے مسلمان اگرچہ مکہ میں بھی نماز پڑھتے تھے مگر معراج سے قبل نماز کے اوقات کار اور رکعتوں کی درست تعداد کا تعین ابھی نہ کیا گیا تھا تاہم جب آپ ﷺ مدینہ پہنچے تو آپ ﷺ نے صحابہ کو نماز کی تاکید کی اور نماز کے پورے طریقے سے آگاہ کیا۔ پہلے نماز دو رکعت تھی مدینہ پہنچنے کے بعد چار رکعت کردی گئی۔ تاہم مسافر کے لیے نماز بدستور دو رکعت ہی متعین کی گئی۔ امام بخاری نے حضرت عائشہ کے حوالے سے جو روایت اپنی صحیح میں درج کی ہے اُس میں یہی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا ہجرت سے قبل نماز دو رکعت تھی مگر ہجرت کے بعد اُسے چار رکعت کردیا گیا تاہم مسافر کی لیے دو رکعت نماز ہی کو برقرار رکھا گیا۔

☯☯☯☯☯☯☯

زکواۃ۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ زکواۃ کا حکم پہلے ہجری سال میں دے دیا گیا تھا اگرچہ نساب کا تعین بعد میں کیا گیا۔ تاہم بعض دوسرے مورخین نے کہا کہ پہلے ہجری سال میں رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کی توجہ انفاق فی سبیل اللہ کی طرف مبذول کرائی، اُن کو صدقہ وخیرات کی تلقین کی۔ زکواۃ کا حکم بعد میں نازل فرمایا گیا۔

☯☯☯☯☯☯☯

اذان و اقامت۔

ہجرت کے پہلے سال جب مسجد نبوی کی جاچکی اور مسلمانوں میں نماز کی عادت راسخ ہونے لگی تو باہم مشاورت سے اذان واقامت کا طریقہ طے کیا گیا، اسی جلد میں اس کا تفصیلی تذکرہ گزر چکا ہے۔

☯☯☯☯☯☯☯

جہاد۔

بعض لوگوں نے بیان کیا کہ ہجرت کے پہلے سال اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جہاد کی اجازت عطا فرمائی۔ اگرچہ بعض دیگر مورخین نے بیان کیا ہے کہ سورہ حج کی وہ آیات جن میں مسلمانوں کو جہاد کی اجازت عطا کی گئی وہ بارہ نبوی میں نازل کی گئی تھیں واللہ واعلم۔

☯☯☯

یکم محرم 2 ہجری بمطابق 7 جولائی 623ء



- غزوہ بدر
- تحویل قبلہ
- بنو قینقاع
- قصاص و دیت کا قانون
- پردے کے احکامات
- زینب بنت خزیمہؓ سے نکاح
- حفصہ بنت عمرؓ سے نکاح
- حضرت علیؓ اور فاطمہؓ کی شادی

سیرۃ المزمّل ﷺ مدنی عہدِ رسالت

صفر 2 ہجری ۔ اگست 623ء

غزوہ ابواء

اللہ کے انبیاء کو ہمیشہ اپنے رب کی نصرت حاصل رہی ہے اور یہ بات ممکن ہی نہیں کہ اُن کی موجودگی میں اُن کی قوم کو شکست ہو جائے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ہجرت کے بعد کی دس سالہ زندگی میں بے شمار جنگی معرکوں میں دشمن کا سامنا کیا ۔ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے اصحاب کو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ فتح عطا فرمائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دشمن کے دل میں میری طرف سے ہیبت ڈال رکھی ہے چنانچہ جب میں دشمن سے ایک ماہ کے فاصلے پہ ہوتا ہوں تب بھی وہ مجھ سے خوف محسوس کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے سب سے پہلے جس مہم میں اپنے صحابہ کی قیادت کی وہ غزوہ ابواء تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے مدینے میں حضرت سعد بن عبادہؓ کو اپنا نائب مقرر کیا اور قبیلہ بنوضمرہ کی طرف کوچ کیا۔

نبی اکرم ﷺ کو اطلاع ملی تھی بنوضمرہ بن بکر کے قبیلے نے قریش سے کچھ ساز باز کی ہے تو نبی

اکرم ﷺ اُن کی سرکوبی کے لیے ستر صحابہ کے ہمراہ اس مہم پہ روانہ ہوئے۔

نبی اکرم ﷺ پہلے ابوا کے مقام پہ پہنچے اور وہاں قیام کیا۔

علامہ برہان الدین حلبی نے لکھا ہے کہ:

آنحضرت محمد ﷺ نے ابوا میں اس لیے قیام کیا تھا کہ یہاں سے اہل قریش کے ایک تجارتی قافلے کے گزرنے کی خبر تھی۔[65*]

تاہم چند دن انتظار کرنے کے بعد بھی جب وہ قافلہ ابواء نہ پہنچا تو نبی اکرم ﷺ نے وہاں سے کوچ فرمایا اور وہاں سے ودان تشریف لے گئے۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ ابواء اور ودان کے بیچ کا علاقہ ایک اہم تجارتی شاہراہ تھا۔ یہ ضلع فرع کا علاقہ تھا اور دونوں طرف سے ابواء اور ودان کا فاصلہ آٹھ میل کے قریب تھا۔

یاد رہے کہ ابواء ہی وہ مقام ہے جہاں نبی اکرم ﷺ کی والدہ حضرت آمنہؓ نے وفات پائی تھی اور وہیں دفن ہوئیں۔

بنی ضمرہ نے جب مسلمانوں کے لشکر کو دیکھا تو وہ سہم گئے۔

اُن کا سردار مجدی ابن عمرو ضمری نبی پاک ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی:

آپ ﷺ کو کسی نے ہمارے بارے میں غلط خبر دی ہے۔ بخدا! ہمیں مسلمانوں اور قریش کے درمیان ہونے والی اس معرکہ آرائی میں کسی کا فریق بننے کا کوئی شوق نہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اگر تم سچ کہہ رہے تو پھر ہمارے ساتھ معاہدہ کرلو۔

بنی ضمرہ نے کہا:

انھیں کوئی اعتراض نہیں۔ چنانچہ نبی پاک ﷺ نے معاہدہ لکھنے کا حکم دیا۔

اس معاہدے میں مسلمانوں نے اپنی شرائط پہ بنوضمرہ سے صلح کی۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ اور بنوضمرہ کے درمیان ہونیوالے اس معاہدے کی وجہ سے خونریزی ٹل گئی اور مسلمان بغیر کسی معرکے کے واپس آ گئے۔

جن شرائط پہ یہ معاہدہ طے پایا اُن کو ہم نے سیرت حلبیہ سے درج کیا ہے[66*]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ عہد نامہ اللہ کے رسول محمد ﷺ کی طرف سے بنوضمرہ کے لیے ہے جن کو نبی اکرم ﷺ نے امان دی۔ چنانچہ اب ان کی جانیں اور اُن کے مال محفوظ ہیں اور اُن کو اُن کے دشمنوں کے مقابل مدد دی جائے گی اور جب تک کہ دریائے صوفہ میں تری باقی ہے دونوں گروہ اس معاہدے کے پابند رہیں گے۔ مگر اس شرط کے ساتھ کہ یہ لوگ اللہ کے دین کے مقابلے پہ نہ آئیں گے اور یہ کہ جب نبی اکرم ﷺ اِن کو اپنی حمایت کے لیے بلائیں گے تو اِن کا آنا ضروری ہوگا۔ اس عہد نامے کی ذمہ داری اللہ اور اس کے رسول پر ہے''۔

☯☯☯☯☯☯☯

مورخین نے لکھا ہے کہ:

بنوضمرہ سے معاہدے کے بعد نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لے آئے اس مہم پہ نبی اکرم ﷺ کے پندرہ دن صرف ہوئے۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کا پرچم سفید تھا اور یہ پرچم آپ ﷺ نے حضرت حمزہؓ کو عطا فرمایا تھا چنانچہ اس سعادت کے حاصل ہونے پہ حضرت حمزہؓ نے کچھ اشعار کہے انتخاب پیش خدمت ہے۔

اِ لَا یَا لَقَوْمِیْ لِلتَّحَلُّمِ وَا لْجَھْلِ
وَلِلْنَّقْضِ مِنْ رَأ یِ الرِّجَالِ وَلِلْعَقْلِ

مجھے اپنی قوم کے بے اصل خیالات اور جہالت پر تعجب ہے اور اُن کے مردوں کی عقل پہ حیرت۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَلِلرَّکبُیْنَا بِالْمَظَالِمِ لَمْ نَطَأْ
لَهُمْ حُرُمَاتٍ مِنْ سَوَامٍ وَّلَا اَهْلِ
وہ ہم پہ ظلم کرتے ہیں اگر چہ ہم نے اُن کے گھروں اور محفوظ مقامات کو جھانکا تک نہیں۔

کَاَنَّا تَبَلْنَا هُمْ وَلَا تَبْلَ عِنْدَنَا
لَهُمْ غَیْرُ اَمَرٍ بِالْعَفَافِ وَبِالْعَدْلِ
گویا انھوں نے ہماری پاکدامنی اور انصاف کی نصیحت کی وجہ سے ہم سے دشمنی کرلی۔

وَاَمْرٍ بِاسَلَامٍ فَلَا یَقْبَلُوْنَهٗ
وَیَنْزِلُ مِنْهُمْ مِثْلَ مَنْزِلَةِ الْهَزْلِ
ہمارے اور اُن کے بیچ دشمنی کی وجہ صرف اسلام ہے مگر اسلام کی تبلیغ پہ وہ توجہ نہیں کرتے۔

فَمَا بَرِحُوْا حَتّٰی اَنْتَدَبْتُ لِغَارَةٍ
لَهُمْ حَیْثُ حَلُّوْا اَبْتَغِیْ رَاحَةَ الْفَضْلِ
پس اُن کا یہی رویہ رہا یہاں تک کہ وہ جہاں بھی اترے ہم نے اُن پہ ہلا بول دیا۔

بِاَمْرِ رَسُوْلُ اللّٰہِ اَوَّلُ خَافِقِ
عَلَیْہِ لِوَاءَ لَمْ یَکُنْ لَاحَ مِنْ قَبْلِیْ

وہ ایسا معاملہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ اس کے پرچم کشا تھے جیسا پرچم میرے واقعے سے پہلے ظاہر نہ ہوا تھا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

لِوَاءٌ لَدَیْہِ النَّصْرُ مِنْ ذِیْ کَرَامَۃٍ
اِلٰہٍ عَزِیْزٍ فِعْلَہٗ اَفْضَلُ الْفِعْلُ

وہ ایسا پرچم تھا کہ عزت والے غالب معبود کی نصرت ہر قدم پہ اُن کے ساتھ تھی۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

عَشِیَّۃَ سَارُوْا حَاشِدِیْنَ وَکُلُّنَا
مَرَاجِلُہٗ مِنْ غَیْظِ اَصْحَابِہٖ تَغْلِیْ

جس شام وہ لشکر جمع کر رہے تھے تب ہماری دیگیں ایک دوسرے پہ ابل رہی تھیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَلَمَّا تَرَائَیْہَا اَنَا خُوْا فَعَقَّلُوْا
مَطَایَا وَعَقَلْنَا مَدَی عَرَضِ النَّبْلِ

پھر ہم آمنے سامنے ہوئے اور ہم نے اپنی سواریوں کے پاؤں باندھ دیئے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَقَلْنَا لَهُمْ حَبْلٌ اِلٰهُ لَهٗ نَصِيْرُنَا
وَمَالَكُمْ اِلَّا الضَّلَالَةَ مِنْ حَبْلِ

اور ہم نے اُن سے کہا کہ اللہ ہمارا مددگار ہے جب کہ تمہارے دامن میں صرف گمراہی ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

فَثَارَ اَبُوْ جَهَلْ هُنَالِكَ بَاغِيًا
فَخَابَ وَرَدَّ اللّٰهُ كَيْدَ اَبِىْ جَهْلِ

پھر ابوجہل جوش بغاوت میں اٹھ کھڑا ہوا مگر وہ ناکام رہا اللہ نے ابوجہل کے مکروفریب کو خاک میں ملا دیا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَمَا نَحْنُ اِلَّا فِىْ ثَلَاثِيْنَ رَاكِبًا
وَهُمْ مِئَتَانِ بَعْدَ وَاحِدَةٍ فَضَلِ

حالانکہ اِن کے مقابلے میں ہم صرف تیس سوار تھے اور وہ دوسو سے بھی زیادہ تھے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

فَيَالَ لَؤِيّ لَا تُطِيْعُوْا غُوَاتَكُمْ
وَفِيئُوا اِلَى الْاِسْلَامِ وَالْمَنْهَجِ السَّهْلِ

تو اے بنولؤی! تم اپنے گمراہوں کی پیروی نہ کرنا بلکہ اسلام کی آسان راہ کی طرف آ جاؤ۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

فَاِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّصَبَّ عَلَیْکُمْ
عَذَابٌ فَتَدْعُوْا بِالنَّدَامَۃِ وَالثُّکْلِ

اس سے قبل کہ تم پہ اللہ کا عذاب اترے اور تب تم حسرت اور ندامت کے ساتھ واویلا کرو۔[*67]

✡✡✡✡✡✡✡✡

ربیع الاول 2 ہجری ۔ اکتوبر 623ء

غزوہ بواط

نبی اکرم ﷺ کو جب مدینے میں کچھ استحکام حاصل ہوگیا تو آپ ﷺ نے فیصلہ کیا کہ اہل مکہ کی تجارتی شاہراہ کو کاٹ دیا جائے تا کہ وہ مدینہ پہ جارحیت کے قابل ہی نہ رہیں۔ چنانچہ یہ فوجی مہمات نبی اکرم ﷺ کے اسی حکم کو پایا تکمیل تک پہنچانے کی کوششیں تھیں جن میں اکثر و بیشتر نبی اکرم ﷺ خود بھی مسلمانوں کے لشکروں کی قیادت کرتے تھے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو غزوہ ابواء سے واپس تشریف لائے ابھی زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ نبی اکرم ﷺ کو اہل قریش کے ایک اور تجارتی قافلے کی خبر ملی جو شام سے مکہ کی طرف رواں تھا چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو تیاری کا حکم دیا۔

اور یہ بہت بڑا قافلہ تھا جس میں اڑھائی ہزار سے زائد اونٹ تھے۔

اس قافلے کی حفاظت امیہ بن خلف کر رہا تھا اور اُس کے ساتھ قریش کے سو سوار بھی تھے۔

غالباً یہ اہل قریش کی تجارت کا موسم تھا اس لیے وہ مسلمانوں کے خطرے کے باوجود اپنی

تجارتی سرگرمیوں میں پوری طرح محو تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت سعد بن معاذؓ کو مدینے میں اپنا نائب کیا اور دو سو سواروں کو ہمراہ لے کر روانہ ہوئے۔[68*]

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو پرچم عطا کیا گیا۔

نبی اکرم ﷺ اپنے لشکر کے ہمراہ بواط نامی مقام پہ پہنچے اور یہ بواط ینبع کے ایک پہاڑ کا نام ہے جس کی وجہ سے اس غزوہ کو غزوہ بواط کہا گیا۔

مورخین نے لکھا ہے کہ اس پہاڑ کو جہنیہ کا پہاڑ بھی کہا جاتا تھا۔

بواط پہنچ کر نبی اکرم ﷺ کو علم ہوا کہ قریش کے جس قافلے کو روکنے کے لیے آپ ﷺ اپنے صحابہ کو لے کے نکلے تھے وہ آپ کی آمد سے پہلے ہی گزر چکا تھا اس لیے اس غزوہ میں بھی خونریزی کی نوبت نہ آئی تھی۔

غالباً اہل قریش کو نبی اکرم ﷺ کے تعاقب کی خبر مل گئی تھی اس لیے انھوں نے اپنی رفتار بڑھا دی اور تیزی سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔

اور یہی نبی اکرم ﷺ کا مقصد تھا کہ قریش کو یہ باور کرا دیا جائے کہ مسلمان اب انھیں اس تجارتی شاہراہ سے نہیں گزرنے دیں گے۔ اس لیے کہ مسلمانوں کو اس طرح کی خبریں بھی مل رہی تھیں کہ قریش یہودیوں کے ساتھ مل کر سازش کر رہے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف مشترکہ کاروائی پر غور کر رہے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ اُن کو اس بات کا موقع نہ دینا چاہتے تھے۔ یہ مہمیں اسی ضمن میں تھیں۔ نبی اکرم ﷺ نے کچھ دن بواط میں قیام کیا اور اس کے بعد مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

ربیع الاول 2 ہجری - اکتوبر 623ء

غزوہ سفوان

اہل قریش اب اس بات سے پریشان تھے کہ اُن کی وہ قدیم تجارتی شاہراہ اب اُن کے ہاتھوں سے تقریباً چھن چکی ہے جس پہ صدیوں سے اُن کے تجارتی قافلے رواں دواں تھے۔ بہ نظر غائر دیکھا جائے تو اسی تجارتی شاہراہ پہ اُن کا سارا معاشی نظام ٹکا ہوا تھا۔ اس لیے کہ وہ نہ تو زراعت جانتے تھے اور نہ ہی اُن کی زمین اس قابل تھی کہ اُس میں زراعت کی جا سکے۔ اس لیے صدیوں سے اُن کا ذریعہ معاش تجارت ہی چلا آیا تھا۔ مگر اب حالات بدل چکے تھے وہ مٹھی بھر مسلمان جو کل تک خاموشی سے اُن کا ہر ظلم وستم برداشت کرتے تھے اب اتنے طاقتور ہو گئے تھے کہ اُن کا راستہ روکنے لگے تھے۔ اور یہی دکھ تھا جو اُن کو چین نہ لینے دیتا تھا اور اپنے اسی دکھ کو مٹانے کے لیے انھوں نے اہل مدینہ کے خلاف جوابی کاروائی کا فیصلہ کیا۔ مگر چونکہ یہ جوابی کاروائی پوری قوم قریش کی منشا کے مطابق نہ تھی بلکہ ایک انفرادی غارت گری تھی اس لیے اُس کے نتیجے میں دونوں فریقوں کا کوئی زیادہ نقصان نہ ہوا تھا۔

بیان کیا گیا ہے کہ:

قریش کا ایک سردار کرز بن جابر الفہری اپنے ساتھ کچھ سواروں کو لے کر نکلا اور رات کے اندھیرے میں مسلمانوں کی ایک چراگاہ پہ حملہ کر دیا۔

یہ چراگاہ مدینے سے نزدیک ہی تھی اور اُس کا نام مورخین نے ''**الجماء**''لکھا ہے۔

کرز بن جابر نے مسلمانوں کے مال کے رکھوالے ایک چرواہے کو قتل کر دیا اور جتنے جانور ہانک کر اپنے ساتھ لے جا سکتا تھا لے گیا۔

اگلی صبح مسلمانوں کو اس واقعے کی خبر ہوئی تو انھوں نے اپنے سالار اعلیٰ آنحضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو آگاہ کیا۔

آپ ﷺ نے صحابہ کو عجلت میں ہتھیار بند ہونے کا حکم دیا۔

مدینہ میں حضرت زید بن حارثہؓ کو اپنا نائب مقرر کیا اور تیزی سے کفار قریش کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنا پرچم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عطا کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے ستر صحابہؓ کے ہمراہ وادیٔ صفوان تک اہل قریش کا تعاقب کیا مگر زیادہ وقت گزر جانے کی وجہ سے قریش کے یہ غارت گر مسلمانوں کے لشکر کی پہنچ سے دور نکل چکے تھے۔

چونکہ نبی اکرم ﷺ نے وادیٔ صفوان تک اہل قریش کا تعاقب کیا تھا اس لیے مورخین نے اس غزوہ کو غزوہ صفوان کا نام دیا۔

بعض مورخین نے جو اس غزوہ کو غزوہ بدر اولیٰ کہا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وادیٔ سفوان مقام بدر سے بالکل ملحق ہے۔ اگر چہ وادیٔ صفوان بدر سے زیادہ شہرت کی حامل تھی مگر جب مسلمانوں اور اہل قریش کے مابین کفر و شرک کا وہ معرکہ بپا ہوا جس کو قرآن میں ''**یوم الفرقان**'' کہا گیا تو پھر قیامت تک لوگ مقام بدر کو یاد رکھنے والے ہیں کہ یہیں حق کے غلبے اور باطل کی شکست پہ مہر تصدیق ثبت کی گئی اور عرب بھر میں خاص طور پہ اور دنیا بھر میں عام طور پہ اس بات کا فیصلہ ہو گیا کہ اب بت پرستی اور شرک کے دن گنے جا چکے ہیں اور

اسلام کا غلبہ مقدر ہو چکا ہے۔

یوم بدر حقیقت میں یوم الفرقان تھا اس لیے کہ اس معرکے کے بعد خطہ عرب میں جغرافیائی، عسکری اور مذہبی حوالے سے اس قدر شدید تبدیلی آئی کہ اسلام کا غلبہ مقدر ہو گیا۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ بدر کے روز قریش کے وہ تمام شریر ہلاک کر دیئے گئے جو دل و جان سے اسلام کی عداوت پہ کمر باندھے ہوئے تھے۔ یاد رہے کہ بعض علماء کو اس بارے اشتباہ گزرا ہے کہ غزوہ صفوان پہلے ہوا تھا یا غزوہ عشیرۃ ابن سعد اور امام حلبی کی رائے یہ ہے کہ غزوہ صفوان پہلے پیش آیا اور غزوہ عشیرۃ بعد میں تاہم ابن اسحاق نے اس کے خلاف لکھا ہے ۔ واللہ واعلم

ربیع الآخر 2 ہجری - نومبر 623ء

غزوہ عشیرۃ

مورخین نے اگرچہ اس بات کا تذکرہ نہیں کیا مگر اس بات کا غالب امکان نظر آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کفارِ قریش کی جاسوسی اور اُن کی تجارتی یا عسکری نقل وحمل پہ نظر رکھنے کے لیے یقیناً کچھ لوگ مقرر کر رکھے تھے اسی لیے آپ ﷺ کو معلوم ہو جاتا تھا کہ قریش کا کون سا تجارتی قافلہ اب کہاں ہے اس کا سالار کون ہے اور اس قافلے کی حفاظت کے لیے قریش نے کیا کیا بندوبست کیے ہیں حتیٰ کہ آپ ﷺ اُن کی منازل تک سے آگاہ ہوتے تھے۔ آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ قریش کا ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ مکہ سے شام کی طرف روانہ ہوا ہے۔ اس قافلے کا سالار ابوسفیان تھا جو ایک ہزار اونٹوں پہ تجارتی سامان لاد کر مکہ سے شام کی طرف روانہ ہوا تھا۔

مورخین نے لکھا ہے کہ قریش مکہ میں کوئی عورت اور مرد ایسا نہ تھا جس نے اس قافلے میں سر مایہ کاری نہ کی ہو سوائے ایک شخص کے جس کا نام حویطب ابن عبدالعزیٰ تھا۔ چنانچہ اُن

ایک ہزار اونٹوں پہ پچاس ہزار دینار کا سامان لدھا ہوا تھا۔

یاد رہے کہ یہی وہ قافلہ تھا جس کی واپسی پہ کفار قریش اس کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے بچانے کے لیے مکہ سے نکلے اور اپنے تمام سرداروں کو مسلمانوں کے ہاتھوں میدان بدر میں قتل کرایا۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے مہاجرین کو تیاری کا حکم دیا اور آپ ﷺ ایک سو پچاس سواروں کے ساتھ مکہ سے نکلے۔

نبی اکرم ﷺ نے مدینہ میں ابو سلمہ ابن عبدالاسد کو اپنا نائب بنایا اور اس مہم کا پرچم حضرت حمزہؓ کو عطا فرمایا۔

علامہ ابن اسحٰق غزوہ عشیرۃ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ مدینے سے نکلے اور نقب بن دینار سے گزرتے ہوئے فیفا الخمار نامی مقام پہ پہنچے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کے اپنے صحابہؓ کے ساتھ آگے بڑھے اور بطحائے ابن ازہر نامی ایک مقام پہ اترے اور ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا۔ مورخین نے اس درخت کا نام بھی لکھا ہے جس کے نیچے آپ ﷺ تشریف فرما ہوئے اور نماز ادا کی۔

اس کا نام '' **ذات السباق** '' بیان کیا گیا ہے۔

بعد میں مسلمانوں نے وہاں مسجد بنا دی تھی جو ایک طویل عرصہ تک قائم رہی۔ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو کھانے کی تیاری کا حکم دیا اور خود آرام فرمانے لگے۔

صحابہ بیان کرتے ہیں کہ:

جن پتھروں پہ ہم نے اُس دن کھانا پکایا تھا ایک مدت یعنی نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد تک وہ پتھر اسی حالت میں رہے اور لوگ انھیں نہ چھیڑتے تھے بلکہ اسے نبی اکرم ﷺ کی نشانی جان کر اس کی حفاظت کرتے تھے۔ بعد کے ایک مورخ نے لکھا ہے سات سو سال تک اُس چولہے کے پتھر اسی حالت میں ایستادہ تھے جس طرح کہ انھیں رسول اللہ ﷺ نے استوار کیا تھا۔[69*]

رات آپ ﷺ نے اسی جگہ قیام فرمایا۔

اگلی صبح اپنے مختصر لشکر کے ساتھ کوچ فرمایا اور یسار کے کنوؤں کو ایک طرف چھوڑتے ہوئے شعبہ کے راستے پہ آگے بڑھے اس کو شعبہ عبداللہ بھی کہتے ہیں۔حال کے ایک مورخ نے لکھا کہ آج تک اس مقام کو شعبہ عبداللہ ہی کہا جاتا ہے۔پھر آپ ﷺ وادی یسار میں اترے اور دوپہر کے بعد پھر روانہ ہوئے یہاں تک کہ یلیل کے مقام پہ پہنچے اور رات گزارنے کے لیے وہاں اترے۔اس کے بعد اگلی صبح جب مسلمانوں کا یہ مختصر لشکر اپنی منزل کی جانب روانہ ہوا تو پھر وہ ضبوعہ کے مقام پہ اترے اور ضبوعہ میں کئی کنویں تھے جن سے صحابہ نے اپنی پیاس بجھائی۔

اس کے بعد آپ ﷺ فرش ملل سے گزرتے ہوئے یمام کے مقام پہ پہنچے اور یمام کے تلخ اور شدید صحراؤں سے گزرتے ہوئے وادیٔ ینبع میں واقع مقام عشرۃ پہنچے۔

پیر محمد کرم شاہؒ نے ضیا النبی میں لکھا ہے کہ:

''عشیرہ کا قصبہ ینبع کے علاقے میں ہے اور اسے ذوالعشیرۃ بھی کہتے ہیں یہ ایک قلعہ ہے جو ینبع اور ذی المرہ کے درمیان واقع ہے یہاں عمدہ قسم کی کھجوروں کے باغات ہیں جن کا پھل بہت اعلیٰ ہوتا ہے خیبر کی صیحانی اور مدینہ کی برنی اور عجوہ کھجوروں کے علاوہ یہ کھجور حجاز کی تمام کھجوروں سے اعلیٰ ہوتی ہے اور یہ علاقہ بنومدلج کا مسکن تھا''۔

امام ابوالقاسم عبداللہ سہیلی لکھتے ہیں کہ:

اسی غزوہ میں پہلی بار نبی اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کو'' **ابو تراب**'' کہہ کر پکارا اور اُن کی یہ کنیت اس قدر مقبول ہوئی کہ لوگ انھیں ابوتراب ہی کہنے لگے تھے۔یزید بن محمد بن خثیم محاربی نے محمد بن کعب قرظی اور انھوں نے ابویزید محمد بن خثیم سے اور انھوں نے حضرت عمار بن یاسرؓ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ حضرت عمار بن یاسرؓ ہم سے کہا کرتے کہ روز

عشیرہ میں اور حضرت علیؑ ساتھی تھے۔ چنانچہ جب نبی اکرم ﷺ مقام عشیرہ پہ اترے اور وہاں قیام فرمایا تو ہم نے بنی مدلج کے چند آدمیوں کو دیکھا جو اپنے ایک چشمے اور کھجوروں کے باغ میں کام کررہے تھے۔

حضرت علیؑ بن ابی طالب نے مجھ سے فرمایا اے ابو یظقان۔

چلو اِن لوگوں کے قریب چل کے دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ کیسے کام کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم اُن کی طرف روانہ ہوئے اور اُن کے قریب ہو گئے۔

ہم کچھ دیر اُن لوگوں کو کام کرتے دیکھتے رہے پھر نیند نے ہم پہ غلبہ پایا تو ہم وہیں کچھ فاصلے پہ مٹی سے بھری ایک زمین پہ لیٹ گئے۔ اور نیند ایسی تھی کہ ہماری آنکھیں کھلنے کا نام ہی نہ لیتی تھیں ہم نجانے کتنی دیر تک وہیں سوئے رہے کہ خود آنحضرت محمد ﷺ نے ہماری غیر موجودگی کو محسوس کیا اور ہماری تلاش میں نکلے آخر آپ ﷺ نے ہم کو بنو مدلج کے اُس باغ میں پایا۔

آپ ﷺ نے ہم کو آوازیں دیں مگر ہم اس قدر گہری نیند میں تھے کہ ہم آپ ﷺ کی کسی آواز کو نہ سن سکے۔ اور ہماری آنکھ تب کھلی جب نبی اکرم ﷺ نے ہمیں پاؤں سے پکڑ کے خوب ہلایا۔ اور ہم شرمندہ سے ہو گئے کہ ہم نے اللہ کے رسول ﷺ کو پریشان کیا ہے۔ جب حضرت علیؑ اٹھے تو اِن کے کپڑوں اور جسم سے مٹی گرتی تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت علیؑ نے فرمایا:

"مَا لَکَ یَا اَبَا تُرَابٍ"

پھر آپ ﷺ ہمارے قریب ہی بیٹھ گئے اور فرمایا۔

کیا میں تمھیں تمام انسانوں سے دو بد بخت آدمیوں کے متعلق نہ بتاؤں۔

ہم نے کہا! ضرور یارسول اللہ ﷺ کیوں نہیں۔

تب آپ ﷺ نے فرمایا:

اُن میں سے ایک تو وہ تھا جو قوم ثمود سے تھا اور جس نے حضرت صالحؑ کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ دی تھیں۔ اور اے علیؑ دوسرا بد بخت شخص وہ ہے جو تیرے اس مقام پہ

ضرب لگائے گا۔

آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ حضرت علیؓ کے سر کے اگلے حصے پہ رکھا۔

یہاں تک کہ یہ جگہ تیرے خون سے تر ہو جائے گی۔

اوراب آپ ﷺ نے حضرت علی کی داڑھی کو چھوا۔

تاہم ابن اسحٰق نے حضرت علیؓ کی کنیت ابوتراب کی ایک اور وجہ بھی لکھی ہے جو دلچسپی سے خالی نہیں اس لیے اس کو بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں کہ ممکن ہے آپ کی کنیت کی اصل وجہ یہی ہو۔

وہ لکھتے ہیں کہ:

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ ہو کو نبی اکرم ﷺ نے ابوتراب کہہ کر اس لیے بلایا کہ جب حضرت علیؓ اور فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ میں کسی بات پہ جھگڑا ہوتا تو حضرت علی اُن سے کچھ نہ کہتے۔ بس احتجاج کے طور پہ تھوڑی سی مٹی لے لیتے اور اسے اپنے سر پہ ڈال لیتے۔ چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ حضرت علیؓ کی پیشانی اور بالوں کو خاک آلود دیکھتے تو جان جاتے کہ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ میں بات چیت بند ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ اُن کو کہتے اے ابوتراب پھر سے۔۔۔

اور حضرت علیؓ مسکراتے ہوئے سر ہلا دیتے! ہاں پھر سے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ چونکہ اہل قریش کو اس بات کی بھنک پڑ گئی تھی کہ نبی اکرم ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ اُن کے قافلے کا راستہ روکنے کے لیے مدینہ سے نکل چکے ہیں تو ابوسفیان نے اہل قافلہ سے مشاورت کی اور یہ مشاورت اس لیے بھی ضروری تھی کہ نجانے کیوں اتنی زیادہ سرمایہ کاری والے اس قافلے میں حفاظت کے لیے ابوسفیان کے پاس چالیس سے بھی کم لوگ تھے۔

اس لیے اہل قریش نے فیصلہ کیا کہ وہ راتوں کو بھی سفر جاری رکھیں گے اور نہایت مختصر پڑاؤ کریں گے حتیٰ کہ وہ مسلمانوں سے محفوظ ہو جائیں۔ ابوسفیان کی یہ ترکیب کام کر گئی اور قافلے کی رفتار بڑھ گئی۔ یہی وجہ تھی کہ جب نبی اکرم ﷺ مقام عشیرہ پہنچے تو ابوسفیان کے

اس قافلے کو وہاں سے گزرے دو دن ہو گئے تھے۔تاہم نبی اکرم ﷺ نے مقام عشیرہ میں کئی روز قیام کیا اور علاقے کی سیاسی صورت حال کو جاننے کی کوشش کی جس کے نتیجے میں نبی اکرم ﷺ کو محسوس ہوا کہ بنو مدلج کے لوگ قریش سے ساز باز کر سکتے ہیں۔

اگرچہ آپ ﷺ انھیں کے علاقے میں تھے اس کے باوجود آپ ﷺ نے بنو مدلج کے سرداروں کو بلایا اور اُن سے بات چیت کی۔

انھوں نے نبی اکرم ﷺ کو ہر طرح سے اطمینان دلایا مگر نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا !اگر تمہاری نیت صاف ہے تو تمھیں مسلمانوں سے معاہدہ کرنے سے نہیں کترانا چاہیے ۔چنانچہ بنو مدلج باہم مشاورت کے بعد مسلمانوں سے معاہدہ کے لیے تیار ہو گئے۔

معاہدے کی شرائط یہ تھیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ عہد نامہ اللہ کے رسول محمد ﷺ کی طرف سے بنو مدلج کے لیے ہے جن کو نبی اکرم ﷺ نے امان دی۔چنانچہ اب ان کی جانیں اور اُن کے مال محفوظ ہیں اور اُن کو اُن کے دشمنوں کے مقابل مدد دی جائے گی اور جب تک کہ دریائے صوفہ میں تری باقی ہے دونوں گروہ اس معاہدے کے پابند رہیں گے مگر اس شرط کے ساتھ کہ یہ لوگ اللہ کے دین کے مقابلے پہ نہ آئیں گے اور یہ کہ جب نبی اکرم ﷺ اِن کو اپنی حمایت کے لیے بلائیں گے تو اِن کا آنا ضروری ہوگا اس عہد نامے کی ذمہ داری اللہ اور اس کے رسول پر ہے۔

☯☯☯☯☯☯☯

مورخین نے لکھا ہے کہ بنو ضمرہ سے کیے گئے اس معاہدے کو بھی بہت اہمیت حاصل ہے اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ جانتے تھے کہ کل اگر قریش اُن سے جنگ کرنے کے لیے نکلیں گے تو سب سے پہلے وہ مدینہ کے اِن قبائل سے مدد حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔اس لیے

نبی اکرمﷺ اپنی سیاسی بصیرت کو بروئے کار لاتے ہوئے اِن قبائل کو مسلمانوں کے مقابل نہ آنے دیا اوراس سے قبل ہی انھیں معاہدوں کا پابند بنا دیا۔

رجب 2 ہجری - جنوری 624ء

سریہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ

اہل قریش قدیمی تاجر تھے اور وہ اِن امور سے پوری طرح آگاہ تھے کہ بڑے بڑے قافلوں کی حفاظت کس طرح کی جاتی ہے اور اُن کو کس طرح بہ خیریت نکال کر منزل تک پہنچایا جاتا ہے۔ اس لیے کہ کاروانی تجارت اُن کے لیے کوئی نئی بات نہ تھی وہ صدیوں سے اسی طریق پہ چلتے آئے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ انھوں نے کس طرح اپنے قافلے کو غارت گری سے بچانا ہے اور کس طرح رستوں کو بدلتے ہوئے دشمن کی توقعات کو غلط ثابت کرنا ہے۔ ابھی ہم نے اوپر لکھا ہے کہ یہ جان لینے کے بعد کہ مسلمان اُن کے قافلے کی تاک میں ہیں اور مدینے سے نکل چکے ہیں ابوسفیان نے پہلے اُن منزلوں کا حساب لگایا جو مسلمانوں کو درپیش تھیں اور پھر اپنے قافلے کی منزلوں کو سامنے رکھا اور اپنے قافلے کے دو پڑاؤ منسوخ کر دیئے اور اس کا نتیجہ ابوسفیان کی خواہش کے عین مطابق نکلا کہ جب نبی اکرم ﷺ مقام عشیرہ پہنچے تو ابوسفیان اپنے قافلے کو لے کر وہاں سے گزر چکا تھا۔

اب وہی قافلہ شام سے واپس روانہ ہونے کو تھا اور نبی اکرم ﷺ جانتے تھے کہ کفارِ قریش کا بہت سا سرمایہ اس قافلے میں لگا ہوا ہے اور یہ کہ جونہی اُن کو آسودگی اور فرصت میسر آئے گی وہ مسلمانوں پہ چڑھ دوڑیں گے۔ اس لیے ضروری تھا کہ اُن کے اس قافلے کا راستہ روکا جائے اور انھیں پریشان کیا

جائے۔اس دوران عبداللہ بن ابی اور قریش کے درمیان باہم سفارت کاری بھی اسی امر کی طرف اشارہ کررہی تھی کہ غالباً جب ابوسفیان کے قافلے کا مال اُن تک پہنچے گا تو وہ مدینے پہ حملے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو اس قافلے کی معلومات حاصل کرنے کے لیے قبل از وقت ہی روانہ فرمایا۔

ابوالقاسم عبداللہ سہیلی الروض الانف جلد سوم میں لکھتے ہیں کہ:

حضرت عبداللہ بن جحشؓ الاسدی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز عشاء کے بعد مجھے طلب کیا اور فرمایا صبح کی نماز پڑھنے کے لیے ہتھیار لگا کے آنا تمھیں ایک مہم درپیش ہے۔

میں نے کہا! میں حاضر ہوں یارسول اللہ ﷺ۔

چنانچہ اگلی صبح میں نے ہتھیار لگائے اپنی سواری لی اور مسجد نبوی میں چلا گیا نماز پڑھنے کے بعد میں مسجد میں نہیں رکا اور حضور اکرم ﷺ کی ہدایت کے مطابق اُن کے حجرہ مبارک میں چلا آیا۔

میں نے دیکھا کہ وہاں اہل قریش سے کچھ اور آدمی بھی موجود تھے جن میں حضرت ابوحذیفہؓ بن عتبہ، حضرت عکاشہؓ بن محصن، حضرت عتبہؓ بن غزوان بن جابر، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت عامرؓ بن ربیعہ، حضرت واقدؓ بن عبداللہ، حضرت خالدؓ بن بکیر، حضرت سہیلؓ بن بیضاء شامل تھے۔

پھر نبی اکرم ﷺ تشریف لائے۔

نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ میں ایک مہر بند خط تھا آپ ﷺ نے وہ خط میرے ہاتھ میں دیا اور فرمایا:

میں نے تمھیں اِن افراد پہ امیر مقرر کیا ہے تم اِن کو ساتھ لے جاؤ اور دو رات کے سفر کے بعد اس خط کو کھول کے پڑھنا۔

صحابہ اٹھ کھڑے ہوئے اور میں بھی اِن کے ساتھ نکلنے لگا۔

پھر مجھے کچھ خیال آیا اور میں دوبارہ حجرے کے اندر چلا گیا۔

میں نے کہا! یارسول اللہ ﷺ مجھے کس طرف سفر کا حکم دیا گیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نجدیہ کی طرف۔

رسول اللہ ﷺ نے مختصر سا جواب دیا۔

پھر مجھے روکا اور کہا جب دوراتوں کے بعد تم اس خط کو کھول کے پڑھو تو اپنے ساتھیوں کو اگلی منزل کی طرف چلنے پہ مجبور مت کرنا مگر جو اپنی خوشی سے تمھارے ساتھ رہنا چاہے اُسے مت روکنا۔ چنانچہ میں اپنے آٹھ ساتھیوں کے ساتھ تیزی سے اُس منزل کی طرف روانہ ہو گیا جس کی طرف رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا تھا۔[70*]

ہمارے ساتھ اونٹ کم تھے اس لیے ہم باری باری اُن پہ سوار ہوتے تھے تاہم دوراتوں تک ہم نے بغیر رکے حکم کے مطابق اپنا سفر جاری رکھا۔

اس کے بعد ہم نے رسول اللہ ﷺ کا وہ خط کھولا جس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے ہمیں ہدایت کی تھی کہ اسے دوراتوں کے سفر کے بعد کھولنا۔

اور اُس خط میں نبی اکرم ﷺ کی طرف سے ہمارے لیے یہ حکم تھا۔

"اللہ کے نام کی برکت سے اپنا سفر جاری رکھو یہاں تک کہ بطن نخلہ پہنچ جاؤ۔ وہاں پہنچ کر شام سے واپس آنے والے قریش کے قافلے کا انتظار کرو اور اُن کی دیگر سرگرمیوں اور نقل و حرکت پہ بھی نگاہ رکھو اور مجھے اس سے باخبر کرتے رہو اگر تمھارے ساتھی تمھارے ساتھ جانا چاہیں تو انھیں مت روکو اور اگر وہ تمھارے ساتھ نہ جانا چاہیں تو انھیں مجبور مت کرو"۔

حضرت عبداللہ جحش نے نبی پاک ﷺ کا خط پڑھ کے صحابہ کو سنایا اور کہا!

رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق میں تو وادئ نخلہ کی طرف اپنا سفر جاری رکھنے والا ہوں اور تمھارا معاملہ رسول اللہ ﷺ نے تم پہ ڈال دیا ہے اب اپنے بارے میں فیصلہ آپ لوگوں نے خود کرنا ہے۔

تاہم عہد اسلام کے اُن زریں دِنوں میں کون تھا جس کے دل میں شہادت کا شوق کروٹیں نہ لیتا ہو اور عرب تو طبعاً شجاع تھے، جنگوں کے شوقین تھے، مہم جو تھے، کاہلی اور اکساہٹ سے دور تھے۔ اور سب سے بڑھ کے تو وہ اجالا تھا جو اللہ اور اُس کے رسول پہ ایمان لانے کے عوض اُن کے دلوں میں ہو چکا تھا۔

اس لیے اُن میں سے کوئی ایک بھی نہ تھا جس نے واپسی کا ارادہ کیا ہو بلکہ شوقِ شہادت دلوں میں سجائے وہ تمام لوگ حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی قیادت میں وادیٔ نخلہ کی طرف روانہ ہو گئے جو اُن کی آخری منزل تھی۔

نبی اکرم ﷺ کے یہ صحابہ وادیٔ حجاز سے گزرتے ہوئے جب مقام معدن پہ پہنچے تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت عتبہؓ بن غزاوان کا ایک اونٹ گم ہو گیا جس کو تلاش کرنے کے لیے یہ دونوں صحابہ وہیں رک گئے جب کہ دیگر لوگوں نے اپنا سفر جاری رکھا حتیٰ کہ وہ مقام نخلہ پہنچے اور مقام نخلہ طائف اور مکہ کے مابین ایک مقام تھا جہاں پہنچنے کا حکم انھیں آنحضرت محمد ﷺ نے دیا تھا یہاں اُن کا سامنا قریش کے ایک مختصر تجارتی قافلے کے ساتھ ہوا جن کے پاس کشمش سے لدے چار اونٹ تھے اور وہ عراق سے آ رہے تھے۔

اس مختصر قافلے میں عمرو بن الحضرمی، حکم بن کیسان مخزومی، نوفل بن عبداللہ مخزومی اور عثمان بن عبداللہ مخزومی شامل تھے۔ انھوں نے مسلمانوں کے اس دستے کو دیکھا تو سہم گئے اور اُن کو یقین ہو گیا کہ مسلمان اُن پہ حملہ آور ہوں گے اور انھیں نقصان پہنچائیں گے۔ اِدھر مسلمانوں میں اس بارے میں تذبذب پایا جاتا تھا کہ انھیں اس قافلے پہ حملہ کرنا چاہیے یا رک جانا چاہیے۔ اور اُن کے رک جانے کی وجہ یہ تھی وہ ماہ حرام میں تھے اور حرام مہینوں میں عرب خونریزی سے گریز کرتے تھے۔ چنانچہ طے پا گیا کہ وہ اس قافلے پہ حملے سے گریز کریں گے۔ اس بات کے اظہار کے طور پہ حضرت عکاشہ بن محصنؓ نے اپنا سر منڈا دیا جس سے وہ عربوں پہ یہ بات ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ وہ عمرے پہ جا رہے ہیں اس لیے اُن سے ڈرنا بے وجہ ہے۔

اور یہ عربوں کی قدیمی رسم تھی کہ جب وہ حج و عمرہ کے لیے نکلتے تو پھر خونریزی سے باز رہتے۔

چنانچہ عربوں نے حضرت محصن بن عکاشہؓ کا منڈا ہوا سر دیکھا تو اُن کو بھی اطمینان ہو گیا کہ مسلمان اُن کو تکلیف نہ پہنچائیں گے اس لیے انھوں نے اپنے جانوروں کو کھول دیا اور وہ چرنے لگے۔

ادھر جب مسلمان پھر اکٹھے ہو کے بیٹھے اور اُن مظالم کا ذکر چھڑا جو کفارِ قریش نے اِن پہ ڈھائے تھے تو اُن کو ضبط کرنا مشکل ہو گیا۔

اُن میں سے کسی نے کہا!

اِن لوگوں نے ہم پہ ظلم کیا ہم کو ہمارے گھروں سے نکالا اس لیے اِن پہ حملہ کرنا جائز ہے۔

دوسرے صحابی نے جواب دیا۔

مگر آج تو رجب کا آخری دن ہے جو کہ ماہ حرام ہے۔

کسی اور صحابی نے جواب دیا کہ اگر آج ہی رات ہم اِن پہ حملہ نہیں کرتے تو کل یہ لوگ حرم کی حدود میں داخل ہو جائیں گے اور ہمارے حملے سے خود کو محفوظ بنا لیں گے۔ لوگ بڑھ بڑھ کے باتیں کرنے لگے۔ انھوں نے حملہ کرنے کے لیے ایک دوسرے کو اکسایا اور پھر وہ کفارِ قریش کے اس قافلے پہ حملہ کرنے میں متفق ہو گئے اور آخر انھوں نے قریش کے اس مختصر تجارتی قافلے پہ حملہ کر دیا۔

پہلا تیر واقد بن عبداللہ الیر بوعی الحنظلی نے چلایا جو عمرو بن حضرمی کی گردن میں لگا اور وہ ہلاک ہو گیا۔

اس کے بعد مسلمانوں نے اُن پہ ہلہ بول دیا۔

عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کو گرفتار کر لیا گیا۔

نوفل بن عبداللہ دو اونٹوں کو ساتھ لے کر بھاگنے میں کامیاب رہا۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن جحشؓ سامان سے لدے اونٹوں اور اپنے قیدیوں کے ہمراہ مدینے کو لوٹ گئے۔

راستے میں انھوں نے نبی اکرم ﷺ کے لیے خمس نکالا اور باقی سامان آپس میں تقسیم کر لیا۔

حضرت عبداللہ بن جحشؓ مدینہ پہنچے اور رسول اللہ ﷺ کو اپنی کارگزاری سے آگاہ کیا نبی اکرم ﷺ نے اپنی ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا۔

مَا اَمَرْتُكُمْ بِالْقِتَالِ فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ ۔

میں نے تمھیں کب حکم دیا تھا کہ تم ماہ حرام میں خونریزی کرو۔

اس کے ساتھ ہی نبی اکرم ﷺ نے خمس قبول کرنے سے بھی انکار کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن جحشؓ اور اُن کے ساتھی اس صورت حال سے بہت پریشان تھے۔ دوسرے لوگوں نے بھی اِن کو لعن طعن کی اور نبی اکرم ﷺ کی ناراضگی سے تو انھیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ تباہ ہو گئے ہوں۔

دراصل حضرت عبداللہ بن جحشؓ نہیں جانتے تھے کہ اُن کے اس اقدام سے مسلمانوں کو کیا کیا نقصان

اٹھانے پڑ سکتے ہیں ۔دراصل تو حضرت عبداللہ بن جحشؓ سے سہو ہوا تھا ۔اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ نے انھیں اہل قریش کے اُس قافلے پہ نگاہ رکھنے کے لیے بھیجا تھا جو شام سے واپس آ رہا تھا جس میں قریش نے بڑے پیانے پہ سرمایہ کاری کی ہوئی تھی۔

دوسرا یہ کہ اس سے اہل قریش کو عرب بھر میں نبی اکرم ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف منفی پروپیگنڈے کا موقع مل گیا تھا کہ نبی اکرم ﷺ کے اصحاب نے حرام مہینوں کی حرمت کو پامال کیا ہےاور قریش نے واقعتاً اس بات کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کیا۔

نبی اکرم ﷺ اس بات کے سیاسی مضمرات سے بھی آ گاہ تھے اس لیے آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحشؓ سے اپنی ناراضگی کا اظہار کیا تھا۔

پھر قریش کے کچھ آدمی نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کرنے مدینہ پہنچے۔

دراصل وہ عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کے وارث تھے اور چاہتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ فدیہ لے کر اُن کو رہا کر دیں۔

تاہم چونکہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت عتبہ بن غزوانؓ جو اپنے اونٹ کی تلاش میں مسلمانوں کے قافلے سے پیچھے رہ گئے تھے ابھی تک مدینہ نہیں پہنچے تھے اور اس بات کا خدشہ بھی موجود تھا کہ وہ اہل قریش کے ہتھے نہ چڑھ جائیں اس لیے نبی اکرم ﷺ نے اہل قریش کو جواب دیا کہ میں تمھارے قیدی اُس وقت تک نہیں چھوڑ سکتا جب تک کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت عتبہ بن غزوانؓ مدینہ نہ پہنچ جائیں اور اگر اہل قریش نے انھیں قتل کر دیا تو اس کے جواب میں ہم حکم بن کیسان اور عثمان بن عبداللہ کو قتل کر دیں گے۔

تاہم کچھ دن بعد حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت عتبہ بن غزوانؓ مدینہ پہنچ گئے اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی اس عسکری کاروائی کی توثیق بھی کر دی تو نبی اکرم ﷺ نے قریش کے قیدیوں کو فدیہ لے کر آزاد کر دیا اور خمس بھی قبول کر لیا جس کو لینے سے نبی اکرم ﷺ نے پہلے انکار کر دیا تھا۔

قرآن حکیم میں حضرت عبداللہ بن جحشؓ کے بارے میں جو آیات نازل ہو ہیں اُن میں فرمایا گیا کہ!

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ كُفْرٌ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَاللّٰهِ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ وَ لَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا۔

القرآن الحكيم (سورة البقرة ؛ آيات 217/2)

ترجمہ؛

''وہ پوچھتے ہیں کہ ماہ حرام میں جنگ کرنے کا حکم کیا ہے؟ آپ فرمائیے کہ لڑائی کرنا اس میں بڑا گناہ ہے لیکن روک دینا اللہ کی راہ سے اور کفر کرنا اس کے ساتھ اور روک دینا مسجد حرام سے اور نکال دینا اس میں بسنے والوں کو اس سے بھی بڑے گناہ ہیں۔ اللہ کے نزدیک اور فتنہ قتل سے بھی بڑا گناہ ہے اور ہمیشہ لڑتے رہیں گے وہ تم سے یہاں تک کہ پھیر دیں تمھیں تمھارے دین سے اگر اُن سے بن پڑے تو۔

☯☯☯☯☯☯☯

قریش جن دو قیدیوں کو رہا کرانے آئے تھے اُن میں سے حکم بن کیسان کے دل کے اندھیرے تو دور ہو چکے تھے اس لیے انھوں نے آزادی کے بعد اسلام قبول کر لیا اور اہل مکہ کے ساتھ واپس جانے سے بھی انکار کر دیا۔ وہ بہت اچھے مسلمان ثابت ہوئے اور ہر دم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہا کرتے یہاں تک کہ بیئر معونہ کے حادثہ میں شہادت کا تاج پہنا۔

جب کہ اُن کا دوسرا ساتھی عثمان بن عبداللہ مکہ چلا گیا تھا اور وہیں کفر کی حالت میں اس کی موت ہوئی۔ قرآن کی اُن آیات کے اترنے کے بعد حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی پریشانی ختم ہوگئی تھی جس میں وہ مبتلا تھے اور رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی بھی دور ہوگئی تھی جو اِن کے لیے دنیا میں سب سے زیادہ تکلیف دہ امر تھا۔ بلکہ اب تو وہ اجر کے متمنیٰ بھی ہوگئے تھے اور انھوں نے ضمن میں اللہ کے

رسول محمد مصطفیٰ ﷺ سے سوال بھی کیا تو اُس کا جواب اللہ رب العزت نے قرآنِ حکیم میں یوں دیا۔

''اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ O

القرآن الحکیم (سورۃ البقرۃ ؛ آیات2/ 218)

ترجمہ؛

''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں تو یہی لوگ امید رکھتے ہیں اللہ کی رحمت کی اور اللہ بہت بڑا بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے''۔

☯☯☯☯☯☯☯

علامہ ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی اولاد میں سے کسی نے بیان کیا کہ غزوہ بدر کے بعد جب مال غنیمت کے احکامات اتارے گئے تو وہ اس کے عین مطابق تھے جس طرح کہ مسلمانوں کو حاصل ہونے والے اس پہلے مال غنیمت کی تقسیم حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے فرمائی تھی ۔یاد رہے کہ حضرت عبداللہ بن جحشؓ کے سریہ میں حاصل ہونے والا یہ پہلا مال غنیمت تھا جو مسلمانوں کو ملا اور عمرو بن حضرمی وہ پہلا مقتول تھا جسے مسلمانوں نے اللہ کی راہ میں جہنم واصل کیا اور حضرت حکم بن کیسانؓ اور عثمان بن عبداللہ وہ پہلے قیدی تھے جو مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔

حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے اس معرکے کے بارے میں کچھ اشعار بھی کہے تھے انتخاب پیش خدمت ہے۔

تَعُدُّوْنَ قَتْلاً فِی الْحَرَامِ عَظِیْمَةً
وَاَعْظَمُ مِنْهُ لَوْیَرَی الرُّشْدَ رَاشِدُ

تم ماہ حرام میں قتل کو بڑا گناہ ثابت کر رہے ہو حالانکہ اگر کوئی ہدایت یافتہ راہ ہدایت کو دیکھے تو

اس سے بھی بڑے گناہ یہ ہیں۔[*71]

✡✡✡✡✡✡✡✡

صُدُوْدُکُمْ عَمَّا یَقُوْلُ مُحَمَّدٌ
وَکُفْرٌ بِہٖ وَاللّٰہُ رَاءٍ وَّ شَاھِدُ

کہ محمد (ﷺ) کے ارشادات سے تمھاری مخالفت اور آپ سے کفر، اللہ تعالیٰ یہ سب کچھ دیکھ رہا ہے اور اس کا گواہ ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَاِخْرَاجِکُمْ مِّنْ مَّسْجِدِ اللّٰہِ اَھْلَہٗ
لِئَلاَّ یُرٰیْ لِلّٰہِ فِی الْبَیْتِ سَاجِدُ

اور تمھارا اللہ کی مسجد سے لوگوں کو نکال دینا تا کہ بیت اللہ کے حضور سجدہ کرنے والا کوئی نہ رہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

فَاِنَّا وَ اِنْ عَیَّرْ تُمُوْنَا بِقَتْلِہٖ
وَ اَرجَفَ بِالْاِسْلَامِ بَاغٍ وَّ حَاسِدُ

اگرچہ تم نے ہمیں قتل کی عار دلائی اور سرکش اور حسد کرنے والوں نے اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کیا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

سَقَيْنَا مِنَ الْحَضْرَمِيِّ رِمَا حَنَا
بِنَخْلَةَ لَمَّا اَوْقَدَ الْحَرْبَ وَاقِدُ

لیکن ہم نے بھی وادیٔ نخلہ میں ابن حضرمی کے خون سے اپنے نیزوں کو سیراب کیا جب واقد نے جنگ کی آگ بھڑکائی۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

دَمًا وَابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عُثْمَانُ بَيْنَنَا
يُنَازِعُهُ غُلٌّ مِنَ الْقِدِّ عَائِدُ

اور عثمان بن عبداللہ ہمارے پاس ہے اور تسمے کے خون آلود طوق نے اسے جکڑ رکھا ہے۔

[*72]

✡✡✡✡✡✡✡✡

اشاریہ

*1

حضرت ابورکانہؓ کا تعلق اگرچہ بنو عبد مناف سے تھا مگر اُن کے بارے تفصیلی معلومات حاصل نہیں ہوسکیں۔

الروض الانف جلددوم

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯

*2

اسراء اور معراج کا واقعہ اگرچہ ایک ہی شب کو پیش آیا تھا تاہم مورخین نے اِن کو الگ الگ بیان کیا ہے۔

امام ابوالقاسم عبدالرحمان عبداللہ سہیلی

الروض الانف جلد دوم

☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯

*3

اسراء اور معراج کا واقع کس شب کو پیش آیا تھا اس بارے میں مورخین نے بہت سی روایات بیان کی ہیں معروف وہی ہے جسے ہم نے بیان کیا۔

امام ابوالقاسم عبدالرحمان عبداللہ سہیلی

الروض الانف جلد دوم

☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯

*4

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ شب معراج حضرت جبرائیل کے ساتھ تیسرے فرشتے حضرت اسرافیل تھے۔

امام ابوالقاسم عبدالرحمان عبداللہ سہیلی

الروض الانف جلد دوم

☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯

*5

بعض مورخین نے کئی بار شق صدر ہونے کی روایات بیان کی ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ اُن میں بہت سی روایات مستحکم نہیں ہیں۔

امام ابوالقاسم عبدالرحمان عبداللہ سہیلی

الروض الانف جلد دوم

☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯

*6

مہرِ نبوت کے متعلق ایک تفصیلی بحث اسی کتاب میں کہیں تحریر کی جا چکی ہے تفصیلات وہاں سے دیکھی جا سکتی ہیں ۔

افتخار احمد افتخار

مصنف ؛ سیرۃ المزمل ﷺ

☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯

*7

براق کے متعلق بہت سی روایات ہیں اور تمام روایات کو یہاں تحریر نہیں کیا جا سکتا۔

علامہ برھان الدین حلبی ؒ

سیرت حلبیہ جلد دوم

☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯

*8

قیصر روم کے دربار میں اُس راہب کے متعلق معلومات برہان الدین حلبی نے تحریر کی ہیں۔

علامہ برھان الدین حلبی ؒ

سیرت حلبیہ جلد دوم

☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯

*9

دودھ پانی اور شراب پیش کی جانی والی یہ روایت نہایت مستحکم ہے اور اسے بہت سے محدثین نے درست کہا ہے۔

امام ابوالقاسم عبدالرحمان عبداللہ سہیلی

الروض الانف جلد دوم

☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯

*10

نبی اکرم ﷺ کی بیت المقدس آمد اور اُن کی انبیاء ورسل کو نماز پڑھانے کے متعلق قصیدہ ہمزیہ کے یہ اشعار ہم نے سیرت حلبیہ سے درج کئے ہیں۔

علامہ برھان الدین حلبی ؒ

سیرت حلبیہ جلد دوم

☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯

*11

واقعہ معراج سے متعلق بیشتر تفصیلات الروض الانف سے درج کی ہیں۔

امام ابوالقاسم عبدالرحمان عبداللہ سہیلی

الروض الانف جلد دوم

☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯

*12

آنحضرت محمد ﷺ کے واقعہ اسراء اور معراج کی یہ تفصیلات ہم نے سیرت حلبیہ سے درج کی ہیں اگرچہ اکثر مورخین پیش نظر رہے۔

علامہ برھان الدین حلبی ؒ

سیرت حلبیہ جلد دوم

☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯

*13

بیت عقبی اولیٰ میں شامل ہونے والے خوش قسمت افراد کے نام اور دیگر تفصیلات ہم نے الروض الانف سے تحریر کی ہیں۔

امام ابوالقاسم عبدالرحمان عبداللہ سہیلی

الروض الانف جلد دوم

☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯

*14

بنوعبدالاشہل بنو کا تعلق بنوخزرج سے تھا اور یہ قبیلہ اسلام لانے میں سبقت اختیار کر گیا تھا۔

امام ابوالقاسم عبدالرحمان عبداللہ سہیلی

الروض الانف جلد دوم

☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯

*15

بیت عقبہ ثانی کے موقع پر حضرت عباس کی طرف سے کی گئی یہ تقریر ہم نے الروض الانف سے تحریر کی ہے۔

امام ابوالقاسم عبدالرحمان عبداللہ سہیلی

الروض الانف جلد دوم

☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯☯

*16

بیت عقبہ ثانیہ کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اُن میں جو نقیب مقرر کئے اُن کی تفصیلات ہم الروض الانف سے تحریر کیں۔

امام ابوالقاسم عبدالرحمان عبداللہ سہیلی

الروض الانف جلد دوم

ماخذ ومصادر ومراجع

القرآن الحکیم

سیرۃ النبی ﷺ ***** مولانا شبلی نعمانیؒ

سنن ابی داؤد ***** امام ابی داؤدؒ

موطاامام مالک ***** امام محمد مالکؒ

مشکواۃ شریف ***** امام محمد رازیؒ

صحیح مسلم شریف ***** امام مسلمؒ

جامع ترمذی	*****	امام ترمذیؒ
تاریخ ابن خلدون	*****	علامہ ابن خلدونؒ
تاریخ الامم والملوک	*****	امام ابن جریر طبریؒ
تاریخ اسلام	*****	اکبر شاہ نجیب آبادیؒ
تاریخ اسلام	*****	معین الدین شاہ ندویؒ
انسان کامل	*****	محمد منیر قریشیؒ
مسلمان امتیں	*****	ڈاکٹر اسرار احمدؒ
سیرت ابن ہشام	*****	ابن ہشامؒ
نقوش (رسول نمبر)	*****	ادارہ
مجموعہ مضامین	*****	پروفیسر احمد رفیق اختر

اسلام اور عصر حاضر ***** مولانا وحید الدین خانؒ

ضیاالقرآن ***** جسٹس محمد کرم شاہؒ

تفہیم القرآن ***** سیّد ابوالاعلی مودودیؒ

خلافت وملوکیت ***** سیّد ابوالاعلی مودودیؒ

سنت کی آئینی حیثیت ***** سیّد ابوالاعلی مودودیؒ

الجہاد فی الاسلام ***** سیّد ابوالاعلی مودودیؒ

خطبات ***** سیّد ابوالاعلی مودودیؒ

سیرت سرورِ کونین ﷺ ***** سیّد ابوالاعلی مودودیؒ

پردہ ***** سیّد ابوالاعلی مودودیؒ

اسلام کے بنیادی تصوارت ***** سیّد ابوالاعلی مودودیؒ

پیغمبر اعظم و آخرؐ	*****	ڈاکٹر نصیر احمد ناصر
محمد عربی ﷺ	*****	مولانا وحید الدین
محسن انسانیتؐ	*****	نعیم صدیقی
تدبر قرآن	*****	مولانا امین احسن اصلاحیؒ
کشت زر بار	*****	پروفیسر احمد رفیق اختر
خطبات بہاولپوری	*****	ڈاکٹر حمید اللہؒ
بلوغ الارب	*****	علامہ محمود شکری آلوسیؒ
العقد الفرید	*****	ابن عبد ربہؒ
رویات تمدن قدیم	*****	سیّد علی عباس جلالپوری
الامینؐ	*****	محمد رفیق ڈوگر

سیرت الرسول ﷺ	*****	محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ
کائنات اور انسان	*****	علی عباس جلالپوریؒ
حجۃ البالغہ	*****	شاہ ولی اللہ دہلویؒ
تمدن ہند	*****	علی بلگرامیؒ
سیرت عائشہؓ	*****	سیّد سلمان ندویؒ
تحقیق ماللہند	*****	علامہ البیرونیؒ
کرم کی برسات	*****	ڈاکٹر محمد خالد عاربی
ابوسفیانؓ	*****	الطاف حسن گیلانی
تاریخ اسلام	*****	شیخ محمد رفیق
تاریخ مدینہ	*****	محمد صادق بہاولپوری

مقالات	*****	سرسید احمد خان
تاریخ اسلام	*****	حسن ابراہیم
جزیرۃ العرب	*****	علامہ ہمدانی
تاریخ اسلام	*****	ڈاکٹر حسن ابراہیم
المروج الذہب	*****	المسودیؒ
تفصیل الازمنہ	*****	یوسف بن عبد الملکؒ
العرب قبل از اسلام	*****	علامہ جرجی زیدانؒ
الروض الانف	*****	امام سہیلیؒ
شرح سنن ابی داؤد	*****	امام خطابیؒ
قانون اسلام	*****	سرسید احمد خانؒ

عہد نامہ قدیم

عہد نامہ جدید

احکام القرآن	*****	امام رازیؒ
الاحکام السطانیہ	*****	امام ماوردیؒ
کتاب المثالب	*****	ابن ہشام
اعلام النبوۃ	*****	امام ماوردیؒ
الطرق الحکمتیہ	*****	علامہ ابن قیمؒ
البیان والتبیان	*****	امام جاحظ
الکامل	*****	علامہ ابن کثیرؒ
کتاب البیان	*****	امام لیثیؒ

ضرب الامثال ***** میدانیؒ

کتاب العمدہ ***** علامہ ابن رشیقؒ

کتاب الاوائل ***** اسماعیل بن عبداللہ موصلیؒ

الوفاء ***** ابن جوزیؒ

مفردات القرآن ***** علامہ راغب اصفہانیؒ

الجامع الصغیر ***** امام سیوطیؒ

شرح المواہب اللدنیہ ***** امام زرقانیؒ

البیان والتعریف ***** ابراہیم بن محمد الحسینیؒ

الصحاح اللغۃ ***** امام جوہریؒ

مقاتل الفرسان ***** ابوعبیدہؒ

دیوان	*****	حضرت حسان بن ثابتؓ
الشفاء	*****	قاضی عیاضؒ
طبقات الکبری	*****	ابن سعدؒ
سیرت حلبیہ	*****	امام حلبیؒ
مدارج النبوۃ	*****	محدث دہلویؒ
جمع الوسائل	*****	ملا علی قاریؒ
المواہب اللدنیہ	*****	امام قسطلانیؒ
جواہر البحار	*****	امام بیہقیؒ
السیرۃ النبویہ	*****	ابن عساکرؒ
شعب الایمان	*****	امام بیہقیؒ

المعجم الصغیر	*****	امام طبرانیؒ
فتح الباری	*****	ابن حجر عسقلانیؒ
اخبار مکہ	*****	امام فاکہیؒ
الکفایہ فی العلم الراویہ	*****	خطیب بغدادیؒ
التمہید	*****	ابن عبد البرؒ
الثقات	*****	ابن حبانؒ
سبل الہدی والرشاد	*****	امام صالحیؒ
المصنف	*****	ابن ابی شیبہؒ
شرح مسلم	*****	امام نوویؒ
شمائل الرسول	*****	امام ابن کثیرؒ

صفوۃ الصفوۃ ***** ابن جوزیؒ

امتاع الاسماع ***** امام طبرانی

میزان الاعتدال ***** امام ذہبیؒ

الاستیعا ب ***** ابن عبدالبرؒ

التفسیرالکبیر ***** امام رازیؒ

کتاب الزہد ***** ابن مبارکؒ

السنن ***** دارمیؒ

الآحادولمثانی ***** امام شیبانیؒ

المسند ***** ابن جعدؒ

السنن الکبریٰ ***** امام نسائیؒ

تہذیب الکمال	*****	امام مزیؒ
المسند	*****	اسحاق بن راہویہؒ
تہذیب الاسماء	*****	امام نوویؒ
الاصابہ	*****	ابن حجر عسقلانیؒ
الریاض النضرۃ	*****	امام زرقانیؒ
شرح المؤطا	*****	طبرانیؒ
معجم الاوسط	*****	عبدالرزاقؒ
الادب المفرد	*****	امام بخاریؒ
لسان المیزان	*****	ابن حجر عسقلانیؒ
تذکرۃ الحفاظ	*****	امام ذہبیؒ

المسند	*****	ابوعوانہ ؒ
مسلمانوں کا ہزار سالہ اقتدار	*****	پروفیسر ارشد جاوید
رسول اکرم کی سیاسی زندگی	*****	ڈاکٹر حمید اللہ ؒ
قرآن اور جدید سائنس	*****	ڈاکٹر حشمت جاہ ؒ
رسول عربی اور عصر جدید	*****	سیّد محمد اسماعیل ؒ
علم کی اسلامی تشکیل	*****	خورشید احمد ندیم
میزان	*****	جاوید احمد غامدی
شرح الشفا	*****	ملا علی قاری ؒ
تاریخ الخمیس	*****	دیار بکری ؒ
الایمان	*****	ابن مندہ ؒ

السنن	*****	ابن ماجہ ؒ
ترکۃ النبیؐ	*****	ابواسماعیل بغدادیؒ
الرسولؐ	*****	عبدالحلیم محمود ؒ
روح المعانی	*****	علامہ محمود شکری آلوسی ؒ
قیامت اور جدید سائنس	*****	ڈاکٹر حشمت جاہ ؒ
الدیباج	*****	امام سیوطی ؒ
مکارم اخلاق	*****	ابن ابی الدنیاؒ
السنن الکبریٰ	*****	امام بیہقی ؒ
الخصائص الکبریٰ	*****	امام سیوطی ؒ
المسند	*****	امام احمد بن حنبل ؒ

الطبقات	*****	ابن خیاطؒ
الجامع الصحیح	*****	امام ترمذی
السنن	*****	ابوداؤدؒ
شرح معنی الآثار	*****	امام طحاویؒ
مجمع الزوائد	*****	ہیثمیؒ
فیض القدیر	*****	منادیؒ
الترغیب والترہیب	*****	منذریؒ
مشکل الآثار	*****	امام طحاویؒ
اسلامی ریاست	*****	پروفیسر خورشید احمدؒ
کیمیائے سعادت	*****	امام غزالیؒ

البیان فی التفسیر القران	*****	ابن جریر طبری ؒ
مشکوٰۃ المصابیح	*****	الخطیب ؒ
الجوامع السیاسیہ	*****	امام ابن تیمیہ ؒ
بیان العلم و فضلی	*****	ابن عبدالبر ؒ
تاریخ السلامی السیاسی	*****	حسن ابراہیم الدکتور ؒ
النظم الاسلامیہ	*****	حسن ابراہیم الدکتور ؒ
کتاب الخراج	*****	الامام ابویوسف ؒ
تحفۃ الاشراف	*****	المزی ؒ
حسن المحاضرۃ	*****	امام سیوطی ؒ
مقائس اللغۃ	*****	ابن فارس ؒ

اعلام الموقعین	*****	ابن قیمؒ
سنن الدارمی	*****	الدارمیؒ
الزہد	*****	امام احمد بن حنبلؒ
تفسیر ابن کثیر	*****	از ابن کثیرؒ
تاریخ الکامل	*****	ابن اثیرؒ
فتوح البلدان	*****	امام بلازریؒ
المذاہب الاربعہ	*****	عبدالرحمانؒ
کتاب النوبیہ	*****	ابن ہشامؒ
عیون الاخبار	*****	ابن قتیبہؒ
شذرات الذہب	*****	ابن عمادؒ

الشفاء	*****	قاضی عیاضؒ
غریب الحدیث	*****	امام ابن اثیرؒ
وفاالوفا	*****	امام سمہودیؒ
کتاب الاصنام	*****	ابن قتیبہ
لسان العرب	*****	ابن منظورؒ
الرسول القائد	*****	خطاب محمود شیثؒ
البدر الطالع	*****	امام شوکانیؒ
الاداب	*****	امام بیہقیؒ
دلائل النبوۃ	*****	ابن ندیمؒ
الشمائل	*****	امام ترمذیؒ

المنار	*****	رضا رشید ؒ
علم الراویہ	*****	خطیب بغدادی ؒ
السنۃ قبل التدوین	*****	خطیب العجاج ؒ
الکشاف	*****	زمخشری ؒ
مسند الفردوس	*****	دیلمی ؒ
معجم الکبیر	*****	طبرانی ؒ
تفسیر درمنشور	*****	امام جلال الدین سیوطی ؒ
المبسوط	*****	شمس الائمہ ؒ
المراسیل	*****	سجستانی ؒ
غریب الحدیث	*****	خطابی ؒ

صحیح ابن حبان	*****	از ابن حبانؒ
عمل الیوم ولیلۃ	*****	للنسائیؒ
تاریخ الادب الجاہلی	*****	شوقی ضیف الدکتورؒ
مفتاح الجنۃ	*****	امام سیوطیؒ
علوم الحدیث	*****	صبحی صالحیؒ
شرح معانی الاثار	*****	امام الطحاویؒ
تاریخ الادب الاسلامی	*****	شوقی ضیف الدکتورؒ
شرح مسلم	*****	شبیر احمد عثمانیؒ
فلسفہ التشریع فی الاسلم	*****	صبحی صالحیؒ
الاحدیث المشھرہ	*****	شمس الدین سخاویؒ

حدیث دفاع ***** میجر جنرل اکبر خانؒ

اسلامی طریق جنگ ***** میجر جنرل اکبر خانؒ

الفیض القدیر ***** المناویؒ

الکامل فی الضعفاء ***** ابن عدیؒ

محاسن التاویل ***** قاسمی جمال الدینؒ

مسلمانوں کا نظم مملکت ***** حسن ابراہیمؒ

سود ***** سیّد مودودیؒ

حیات محمدؐ ***** محمد حسنین ہیکلؒ

الوثائق السیاسیہ ***** ڈاکٹر حمید اللہؒ

تجدید احیائے دین ***** سیّد مودودیؒ

الاحکام القرآن	*****	محمد بن احمد قرطبیؒ
مسلم نشاۃ ثانیہ	*****	ڈاکٹر محمد امین
مسلمان اور سائنس کی تحقیق	*****	حبیب احمد صدیقیؒ
نامور مسلمان سائنس دان	*****	حمید عسکریؒ
نظام الحکومت نبویہ	*****	شیخ عبدالحیؒ
الاسلام والحضاوۃ العربیہ	*****	کرد علیؒ
سائنس وطب میں مسلمانوں کا عروج	*****	حفیظ الرحمٰن صدیقیؒ
فیض الباری	*****	محمد انور شاہؒ
سو مسلم سائنس دان	*****	رفیق انجمؒ
شاندار سائنسی کارنامے	*****	زکریا ورقؒ

تخریج الحدیث	*****	مولانا محمد سعیدؒ
سنت کا تشریحی مقام	*****	محمد ادریس میرٹھیؒ
احادیث الموضوعہ	*****	ملا علی قاریؒ
ترجمان القرآن	*****	مولانا ابوالکلام آزادؒ
رسول عربیؐ	*****	مولانا ابوالکلام آزادؒ
رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی	*****	ڈاکٹر حمید اللہؒ
منصب امامت	*****	شاہ اسماعیل شہیدؒ
یورپ پر اسلام کے احسانات	*****	غلام جیلانی برقؒ
حسنت جمیع خصالہ	*****	طالب ہاشمیؒ
دعوت دین اور اس طریق کار	*****	امین احسن اصلاحیؒ

فی ظلال القرآن	*****	سیّد قطب شہید ؒ
احسن التفاسیر	*****	احمد حسن دہلوی ؒ
قصص الانبیاء	*****	محمد حفظ الرحمٰن ؒ
مدارج النبوہ	*****	معین فراحی ؒ
سیرت الرسول	*****	محمد بن عبد الواہاب ؒ
الرحیق المختوم	*****	صفی الرحمان مبارک پوری ؒ
محمد عربیؐ	*****	محمد احمد برانق ؒ
اسلامی ریاست	*****	امین احسن اصلاحی ؒ
ترجمان السنۃ	*****	بدر عالم میرٹھی ؒ
اسلام کا معاشرتی نظام	*****	خالد علوی ؒ

اسلام کا سیاسی نظام	*****	محمد اسحٰق سندیلوی ؒ
تفہیمات	*****	سیّد مودودیؒ
سیرت نبویؐ	*****	ڈاکٹر مصطفیٰ صباحیؒ
پیغمبر انسانیت	*****	شاہ محمد جعفر پھلواریؒ
سیرت رسول عربی	*****	علامہ نور بخش توکلیؒ
خطبات مدارس	*****	سید سلیمان ندویؒ
عہد نبوی نظام حکمرانی	*****	ڈاکٹر حمید اللہؒ
سیرۃ المصطفیؐ	*****	محمد ادریس کاندھلویؒ
تاجدار دو عالمؐ	*****	عزائم عبد الرحمانؒ
اسلام کا اقتصادی نظام	*****	حفظ الرحمٰنؒ

معجزات سرورکونین	*****	طالب ہاشمیؒ
ارشادات دانائے کونین	*****	طالب ہاشمیؒ
منصب امامت	*****	طالب ہاشمیؒ
اخلاق پیغمبری	*****	طالب ہاشمیؒ
معارف الحدیث	*****	محمد منظور نعمانیؒ
فصاحت نبوی	*****	ڈاکٹر ظہور احمد اظہرؒ
رہبر کامل	*****	مولانا عبدالمجید خادمؒ
اسوہ رسول اکرمؐ	*****	ڈاکٹر محمد عبدالحئیؒ
اخلاق نبوی	*****	سیّد محمد اسحاقؒ
نبی رحمت	*****	سیّد ابوالحسن ندویؒ

محمد رسول اللہ ***** شیخ محمد رضا مصری

محمد رسول اللہ ﷺ ***** توفیق الحکم

پیغمبر انقلاب ***** مولانا وحید الدین خان

عقبریت محمد ***** عباس محمود العقاد

نبی اکرم کی معاشی زندگی ***** ڈاکٹر نور محمد غفاری

خاندان نبوت ***** محمد ادریس

معرکہ اسلام اور جاہلیت ***** صدر الدین اصلاحی

مغازی رسول ***** حضرت عروہ بن زبیر

تاریخ مکہ ***** منظور احمد شاہ

منصب نبوت ***** سیّد ابوالحسن ندوی

شمائل کبری	*****	عبدالحکیم خانؒ
سیرۃ اکبریٰ	*****	مولانا ابوالقاسمؒ
راہ عمل	*****	مولانا جلیل احسنؒ
زادراہ	*****	مولانا جلیل احسنؒ
وفود عرب	*****	طالب ہاشمیؒ
سیرت سیّدہ فاطمہؓ	*****	طالب ہاشمی
معارف القرآن	*****	مفتی محمد شفیعؒ
ترجمہ قرآن	*****	سیّد ابوالاعلی مودودیؒ
البستان	*****	واثق باللہ
کتاب السماء ولغات	*****	امام نووی

محمد رسول اللہؐ	*****	محمد صادق ابراہیمؒ
رسول مبینؐ	*****	محمد احسان الحق سلیمانیؒ
سیرت محمدیؐ	*****	سرسید احمد خانؒ
سیرت سرورکونینؒ	*****	سیّد ابوالاعلی مودودیؒ

WESTREN AUTHORS

Dalbeer...Mater ,Eather,Motion.

J.G.Freezer... Man God and Immortalilty.

S. Hussan Naser... Islamic Science.

J.Heksely... Religion Without Revolation.

Philps Hitty... History of Arabs.

Springler...Fall of west.

Carbin... EN Iranien Islam.

Sir jamees jeen...Modren Islimic Thought.

Johan Wellosan...Philosophy of Reilgion.

R.I.Gulick..Muhammad The educator.

Cob..Islamic Contribution to word culture.

Briffault...The making of Humanity.

Bosworth... The Lagacy of Islam.

S, Charles Darwen...Origion of Species.

Mont Watt...History of Islamic Spain.

B.Russal...The Conquest of Happiness

Michael H Hart... The 100

M,White...The limitaaions of Sciens

Ameer Ali... The Spirit of Islam.

Edendton...The age of analysis.

James jeans...The Mysterious Univers.

Hanes Berg...Modren scientefec thought.

W Back...Modern Science & natur Life.

Zohansicy...Gentic and origen of Species.

Karal Marx...Das Kapital.

Lebon...The Erab Civilazation.

Genetic Code .... Issaac Asimov.

Trawleing...History of Religion.

B, Russiall History of civiliazation.

Freud... Toam and Tabuos.

Freud....Pleasure thinking.

Robert Semith....Religion of Erabs.

well deurant...The age of faith.

Walteare...The History of China.

Freud...His Dream & Sex Theories.

Pierre Lecomde... Human Destiny.

Pro, Brian..New Horizons in Psychology.

P.Nik... Fondamentals of Politics.

Glance at Historical Materialism.ASpirken.

Pro, Hageel... Wonder Of Life

Dr. Hehoom... Human Understanding.

Fraied.... Totam and Taboos

Fried.....Pleasure Thinking

Robert Smith...Religion of the semites.

RussallBurtrand ...The Conquest of Happiness.

JOHAN WILLSON ...Philosophy and Religion

Tyndall...Matter and Motion.

MORTEN WHITE....The Limitations of Science.

ARUTHOR ENDEKTAN...The age of Analysis

Sir Jameus Jeens...Modren Scitefic Thought.

Dob Zohans..Genetic and The origin of species.

Raney Grew...Civilization of the east.

Sir Leonard Woolley...Abraham.

Freazer...The Golden Bough.

Edward Mc Nall.... Westren Civilization.

Breufalt.... The Making of Humanity.

Dr, Dedat ... The Ultimate Miracle.

A. Curte...Discover Behind The iron Curtain.

Dr,Harwey Day...The Hidden Power of vibration.

Russal...History of Westren Philosophy.

Jon Stevens... Secred Calligraphy of east.

Dr,simith... Divin Origin.

B Russal...History of Arebs.

Dr,Zafar, Towards understandin Qurran.

DR, mir Aneesudin... The Holly Quran.

Dr M Taqi... The Noble Quran.

Asimov... Exploring the earth and cosmos.

S,Hawhing...A Brief History of Time.

Al,Gore ... Erth in Balance.

J.Sylvester... The Gene Age.

R.Hill.... Physical Methalogy.

David Burine... Micro Life.

STephen Jay Gold... The Panda Thumb.

Rachel Carson... Silent Spring.

Mir,Steween... Geodetic Survey.

J.Parker ... Erth Sciences.

Aavagardo.... Water Realities.

Lyantan Keith...Between Two Words.

Allan Baratan...Recovery and Recycil.

Oliver Owen... Natural Conservations.

A.J.Longly....Environment of Technology.

Richard Wedford....Envionmetel Management

Robert Raymond...Out of Fiery.

P.R.Trevidi....Energy Resources.

Dr.Shafi Hader... Four Tools for a Musilm.

Dr.Shafi Hader... Scince in Quraan.

M.A.Qazi.... Quranic Concept.

A.Ryabchikov....Changing Face of earth.

Dr.Shafi Hader... Deep Thinking.

S.Manzoor...Scientific Significance in Quraan.

Dr.Shafi Hader...Quraan and Miracle Life.

Dr.Shafi Hader...Quraan and Fate of Cosmos.

Muhammad Shihabuddin nadvi... Cloning.

Syed Mubarak... Quranic Phlosephy.

Ellisow Hawks...Mysteries Of Science.

E.L.Abel... Moon Madnes.

Abdul Mobin Khan... Basic Immunology.

Dr.Shafi Hader...Creation Of Life.

Dr.Shafi Hader...Creation Of Universe.

Barnaby Rogerson... The Prophet Muhammad

Ingird Mattson.... The Study of Qurran.

Dr, Mohammad Rana... History of Islam.

Adrinne Jansen... Asian Face Of Islam.

Thomos C,... Years of Innovation.

Erich.V, ... Miracles Of God.

I.A. Ibrahim... Understanding Islam.

Dr,Kazmi ...Guinness Concept.

Dr.Shafi Hader..Quraan and Quality Concepts

Judit Bower...Enviromental Systems.

Syed Mubarak...Quranic Therapy.

Shah Manzoor... Quranic Verses.

B.Person...History of Prophet Mohammad.